ایمان کے گارڈن

جلد دوم

تالیف لطیف
حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی گنگوہی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر
مکتبہ شریفیہ گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

تصریحات

نام کتاب: ایمان کے گارڈن (جلد دوم)

مؤلف: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ۔
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔
وپیر طریقت واقف اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہم العالی برطانیہ۔
وجامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔

کتابت: محمد دلشاد رشیدی، کھیڑہ افغان 9358199948

تصحیح: مولانا فرید احمد صاحب رشیدی مدرس جامعہ ہذا

تعداد: گیارہ سو/۱۱۰۰

صفحات: ۴۰۴

جلد: دوم

قیمت: ۳۲۰/روپئے

پہلا ایڈیشن: ۱۴۴۳ھ

ناشر

مکتبۂ شریفیہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

فہرست عناوین

ایمان والوں کوتوکل علی اللہ کرنا چاہیے	۱۵
مختلف جانوروں سے حفاظت کے تعویذات	۱۶
کفار کی دھمکیاں	۱۷
بشارت	۱۹
کلمہ توحید وکلمہ کفر کی مثال	۲۱
کھجور کا درخت	۲۲
ایمان کی حلاوت کا اثر	۲۴
ساحروں کا ایمان	۳۲
تزکیۂ نفس کی اہمیت	۳۳
ومثل كلمة خبيثة	۳۴
حضرت جرجیسؒ کا واقعہ	۳۵
حضرت شمعونؑ کا صبر	۳۶
ایمان والوں پر ظلم اوران کا صبر واستقلال	۳۹
قبر کے معاملات برحق ہیں	۴۰
بشر حافی بعد انتقال	۴۱
ولایت کی وضاحت	۴۳

فہرست عناوین

ولایت کی وجہ	۴۴
اولیاء اللہ کی صفات	۴۵
محبتِ الٰہی کا مقام	۴۶
بشریٰ کیا ہے	۴۸
سچے خوابات	۴۹
سب سے بڑی بشارت دوام رضاء باری ہے	۴۹
فوزعظیم کیا ہے	۵۰
ولایت دو قسم پر ہے	۵۲
نبوت سلطنت کے مانند ہے ولایت وزارت کے مانند ہے	۵۳
اولیاء اللہ میں فرق مراتب کیوں ہوتا ہے	۵۴
صحابہ کرامؓ جیسا ایمان مطلوب ہے	۵۷
مسابقت کرنے والا کون ہے	۶۱
ایمان والوں کے ساتھ اللہ پاک کا معاہدہ کیا ہے	۶۲
راہِ خدا کے فضائل	۶۸
جنت کی عیناء مرضیہ کس کیلئے	۸۰
توبہ کی بعض اقسام	۸۶

فہرست عناوین

توبہ کی اقسام	۸۷
توبہ کی توفیق کب ہوتی ہے	۸۷
توبہ بقدر ایمان ہوتی ہے	۸۸
صحابہ کرامؓ کی توبہ کا حال ومقام	۸۸
توبہ باعث فرحت رسول اللہ ﷺ ہے	۹۱
فضائل توبہ	۹۳
توبہ علی الدوام ضروری ہے	۹۳
حکایت توبۂ صادق حضرت نصوحؒ	۹۵
توبہ سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں	۱۰۰
العابدون	۱۱۵
ظاہری نعمتوں کی قدر دانی	۱۱۷
الحامدون	۱۳۵
حضرت ابراہیمؑ کی شکر گذاری	۱۳۶
حمد کرنے والے نے اپنے رب کو کیا تحفہ دیا	۱۴۰
سب سے عمدہ ایک کلمہ	۱۴۱
الحمد للہ کا مطلب	۱۴۲

فہرست عناوین

حمادون کون ہیں	۱۴۳
سبحان اللہ کیا شان اللہ پاک کی	۱۴۳
الحمدللہ کہنے کا ثواب	۱۴۴
شکر کرو	۱۴۵
شکر کیا ہے	۱۴۶
ناشکری کا وبال	۱۴۷
ہماری ناقدری کا عالم	۱۴۷
فرعون کا فتویٰ	۱۴۸
شکر کی اقسام	۱۵۰
اعضاء وجوارح کا شکر	۱۵۱
شکر گذاری کا طریقہ	۱۵۲
حضور پاک ﷺ ابوالہیثم کے باغ میں	۱۵۳
السائحون	۱۵۷
رکوع وسجدہ کی اہمیت وفضیلت	۱۵۹
تبلیغ کے دو اہم جز	۱۶۲
امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت	۱۶۳

فہرست عناوین

عورتوں اور نوجوانوں میں بگاڑ کی وجہ	۱۶۴
برائیوں کو کس طرح روکا جائے	۱۶۶
منکر پر نکیر نہ کرنا باعث عذاب ہے	۱۶۶
حفظِ حدود کا طریقہ	۱۷۱
اصحابِ کہف کا ایمان افروز واقعہ	۱۷۳
اصحاب کہف کا ایمان	۱۷۵
افضل جہاد کلمہ حق کہنا ہے بادشاہ ظالم کے سامنے	۱۷۶
حفظ ایمان کیلئے ترک وطن وغیرہ	۱۷۷
اصحاب کہف ایمان کیوں لائے	۱۷۸
نظریہ کا اتحاد اصل اتحاد ہے	۱۷۹
ایمان کی فکر	۱۸۰
انجذابِ الٰہی	۱۸۱
سورج نے بھی احترام کیا	۱۸۲
حفاظتِ الٰہی کا ایک طریقہ	۱۸۳
کھانے کی فکر	۱۸۳
توکل کا طریقہ	۱۸۴
دین کی فکر	۱۸۵

فہرست عناوین

ایمان والوں کا عمدہ انجام	۱۸۸
کفار کا برا انجام	۱۸۹
دنیوی زندگی کی مثال	۱۹۵
دارالسلام اور ایک بادشاہ کی حکایت	۱۹۸
ہدایت دینے والا اللہ پاک ہی ہے	۲۰۰
اطاعت رسول کا مقام	۲۰۱
ایک خاص الخاص جنت	۲۰۴
اللہ پاک کی معرفت خود جنت ہے	۲۰۵
رات میں رونے کی اہمیت	۲۰۶
احسان کیا ہے	۲۰۷
زیادہ کیا ہے	۲۰۸
اللہ پاک مجوب نہیں، مجوب ہم ہیں	۲۰۹
ایمان کے کاموں میں ایک کام تعمیر مساجد بھی ہے	۲۱۰
باجماعت نماز کی فضیلت	۲۱۲
مساجد کی صفائی کی فضیلت	۲۱۳
مساجد میں ذکر کے حلقے لگانا	۲۱۴

فہرست عناوین

حضرت ابراہیمؑ کی وجہ انتخاب تعمیر کعبۃ اللہ کیلئے	۲۲۰
حضرت ابراہیمؑ نے آگ میں کیسا مزہ لیا	۲۲۱
نمرود نا کام و ہلاک ہوا	۲۲۳
یہ سب قدرت و عزت جو میں نے دیکھی ہے	۲۲۳
حضرت ابراہیمؑ کا شرک سے روکنا	۲۲۴
کعبۃ اللہ کی عظمت اور فضیلت	۲۲۵
کفار کا فخر	۲۳۱
اللہ پاک کی پسندیدہ صفات والے حضرات	۲۳۳
بکثرت ذکر اللہ کرنے والے بڑھ گئے	۲۴۰
حمد الٰہی کی عظمت	۲۴۱
حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مسلمان تھے	۲۴۷
عربوں کے یہاں خاندانی تفوق	۲۴۹
عذابات جہنم کا بیان	۲۵۲
اہل جنت کے زیورات ولباس	۲۶۳
اہل جنت کے تخت	۲۶۴
جنت کے سائے	۲۶۶

فہرست عناوین

لذیذ اشیاء	۲۶۷
جنت میں داخلہ کے لئے امتحان ہوگا	۲۶۸
ایمان، ہجرت اور جہاد	۲۷۰
ایمان والوں کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم	۲۷۱
سود پر وعیدات	۲۷۲
سود ہلاکت وتباہی ہے	۲۷۶
سودی کاروبار کرنے والا عنداللہ مبغوض ہے	۲۷۷
سود سے ممانعت اور جنگ کا اعلان	۲۷۹
قرض دار کو مہلت دینا یا معاف کرنا باعث فضیلت ہے	۲۸۱
انسانی ہمدردی اللہ پاک کو کس قدر محبوب ہے	۲۸۲
مالدار کا ٹال مٹول کرنا	۲۸۳
صحابۂ کرامؓ کا عمل	۲۸۳
خاتمہ سورۂ بقرہ	۲۸۸
ایمان وحکمت	۲۹۰
دنیا کی مذمت	۲۹۴
حقوق الوالدین کا تذکرہ	۲۹۹

فہرست عناوین

والدین کی رضامندی کا مقام	۳۰۰
حسن سلوک سے عمر و رزق میں برکت	۳۰۱
متعلق حقوق الوالدین	۳۰۲
بوڑھاپے میں ان کی خدمت	۳۰۳
والدین کے ساتھ ادب وتواضع کا حکم	۳۰۴
والدین کی خدمت کی برکت	۳۰۵
والدین کیلئے اولاد کی دعاؤں کا فائدہ	۳۰۶
والدین کی نافرمانی کرنا گناہ کبیرہ ہے	۳۰۷
والدہ کا مقام ومرتبہ	۳۰۹
دربار رسول میں باپ کی شکایت	۳۱۳
اولاد کا ایک غلط خیال	۳۱۳
والدین پر اولاد کے حقوق	۳۱۵
دربارِ فاروقی میں بیٹے کی شکایت	۳۱۵
حضرت اویس قرنیؒ کا حال	۳۲۲
عارف کا ادب	۳۲۳
زنا کی قباحت	۳۲۴

فہرست عناوین

زناء کے نقصانات	۳۳۰
فضائل نکاح	۳۳۱
جو میری سنت پر نہ چلے اس کا مجھ سے کیا تعلق ہے	۳۳۳
ناحق قتل نہ کرو	۳۴۵
صحیح صحیح ناپ تول کرو	۳۴۷
قوم شعیبؑ پر عذاب الٰہی	۳۵۰
کان، آنکھ، دل کا ظلم کیا ہے	۳۵۶
تکبر کی مذمت وقباحت	۳۶۰
ایک عارفانہ مضمون	۳۷۵
آپ کا ذکر کئے بغیر دنیا اچھی نہیں لگتی	۳۷۶
حکایت قابل عبرت	۳۷۶
ایک وزیر اور اس کا محبوب بادشاہ	۳۷۷
قرآن کریم ہدایت، رحمت، بشارت ہے	۳۷۷
اللہ پاک کو پانا نہایت آسان ہے	۳۷۹
شرائط نماز دو قسم کی ہیں	۳۸۰

فہرست عناوین

نمازوں کی اہمیت	۳۸۲
نمازوں کی فرضیت علماء نے کیسے سمجھی	۳۸۳
اوقات صلاۃ کی حکمت	۳۸۵
لقمۂ حلال ضروری ہے	۳۸۶
فضائل نماز	۳۸۸
سنن مؤکدہ کا ثواب	۳۹۶
حقیقت نماز	۳۹۷
زکوٰۃ کے سلسلہ کی ترغیبات وترہیبات	۳۹۸
اس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے	۴۰۱

غیر دل پہ تیری جالی سے کس واسطے نظر
واللہ ان کے ہاتھ میں نفع و ضرر نہیں

شیخ طریقت حضرت اقدس مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڑھی قدس سرہ

ایمان والوں کوتوکل علی اللہ کرنا چاہئے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ (سورہ ابرہیم آیت: ۱۱، ۱۲)۔

اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے اور ہم کو اللہ پر بھروسہ نہ کرنے کا کونسا امر باعث ہوسکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے راستے بتلا دئے اور تم نے جو کچھ ہم کو ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

فائدہ: یعنی ایمان والوں کو صرف اللہ پاک ہی پر نہ کہ کسی اور پر بھروسہ کرنا چاہئے کیونکہ ایمان والے اپنے رب ذوالجلال واکبر پر بھروسہ کیوں نہ کریں جب کہ ان کی قدرت بہت بڑی ہے سب پر حاوی ہے اور انہوں نے ہمیں اپنے کلام کے ذریعہ اپنا منہاج وراستہ سمجھایا ہے جو توکل علی اللہ کا داعی ہے اور اسی پر ابھارنے والا ہے، ایمان سے اللہ پاک کی معرفت اور محبت حاصل ہوتی ہے اور یہ وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے، اور ہمیں اللہ پاک نے ہی صبر وتحمل کا سلیقہ سکھایا ہے ان تمام تکلیفوں پر جو کفار کی طرف سے پیش آتی ہیں جن سے ایمان والوں کو پریشانی اور اضطراب ہوتا ہے کہ وہ ایمان والوں کو تکلیف دینا اور اضطراب پہنچانا اپنی زندگی کا نصب العین بنائے ہوئے ہیں ہر جگہ ان کی یہی فطرت ہے، جب بھی موقع ملتا ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی نکالنے کیلئے تیار بیٹھے ہیں ہر منٹ ان کی یہی حالت ہے اور ہمارے ملک میں تو ان کی حکومت ہے اور وہ فرعون سے زیادہ سخت بنے ہوئے ہیں، اللہ کی پناہ اسلام کی دشمنی سے آگے بڑھ کر ان

کے اندر انسانوں کی دشمنی آ گئی ہے، اس لئے ان پر ظلم کرنا گرفتار کرنا جیلوں میں بھرنا، اور قسم قسم کی تکالیف دینا ان کا محبوب مشغلہ ہے، ایسے حالات میں اللہ پاک ہی کی ذات پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

مختلف جانوروں سے حفاظت کے تعویذات

اور اپنے تمام معاملات کو اللہ رب العزت کے حوالہ کرنا چاہئے اسی کا نام تفویض ہے جبکہ کوئی بندہ اپنے معاملات اللہ پاک کے حوالہ کر دیتا ہے تو اللہ پاک ان سے خود نمٹتے ہیں اور ظالم سے بچاتے ہیں، دور اول میں حضرات صحابہ کرامؓ نے کفار ومشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر کس قدر صبر کیا اور نہایت تحمل اور ہمت سے کام لیا اور دین پر جمے رہے، انجام یہ ہوا کہ وہی ہٹ گئے اور بہت سے ان میں سے مشرف باسلام ہوئے اور تائب ہوئے اور اچھے اور سچے تائب ہوئے، یہ آیت کریمہ **ومالنا الا نتوکل علی اللہ** اس قدر موثر ہے اگر جانور پریشان کر رہے ہوں تو پانی کا ایک پیالہ لیکر اس پر ۷ بار دم کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اگر تم مؤمن ہو تو ہمیں پریشان نہ کرو پھر اپنے بستر کے آس پاس چھڑک دو تو آرام سے رات گذر جائے گی، ابن ابی الدنیا نے لکھا کہ ایک بار افریقہ کے ایک ذمہ دار نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا کہ ہمیں جانور عقارب ہوام وغیرہ بہت پریشان کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا صبح وشام یہ آیت پڑھو بعض عارفین نے فرمایا کہ کتے پر یہ آیت پڑھو **وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید** اور بچھو پر **سلام علی نوح فی العالمین** اور برغوت پر **ومالنا الا نتوکل علی اللہ** پڑھو ۷ بار پر امن رہو گے (روح البیان ص:۴۰۴، ج:۴)۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ اَرْضِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ o وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيْدِo (سورہ ابراہیم آیت:۱۴)۔

اوران کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ، پس ان رسولوں پر ان کے رب نے وحی نازل فرمائی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کردیں گے اوران کے بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے، یہ ہر اس شخص کیلئے ہے جو میرے رو برو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔

کفار کی دھمکیاں

فائدہ: معلوم ہوا کہ کفار نے جب اپنے زمانہ کے رسولوں اور پیغمبروں کو یہ دھمکی دی ہے کہ ہم تمہیں اپنے ملک سے شہر سے علاقہ سے نکال دیں گے تو آج مسلمانوں کیلئے اس طرح کے قانون کفار حکومت نے بناڈالے جس کو CAA-N.R.C کے نام سے پکارا جارہا ہے اور سارا ہندوستان حکومت کے ظلم وتشدد اور ظالمانہ قانون سے سخت ناراض ہے اور انتہا کی پریشانی ہے، اوراس کے خلاف تمام شہروں میں مظاہرے ہوئے ہیں اور مسلم عورتوں نے کمال کردیا ہے سینکڑوں شاہین باغ بن گئے دہلی سے لیکر لکھنو اور بڑے تمام شہروں میں اس کی مخالفت عروج پر ہے مگر متشدد کافر حکومت بی جے پی آرایس ایس

جس کی بنیاد اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر ہے ضد پر اڑی ہوئی ہے اور اپنی اوقات بھول گئی ہے یہ سب اس آیت پاک کو سمجھانے کیلئے کافی ہے نکل جاؤ یا ہمارے دین وملت کافرہ میں واپس آ جاؤ کے انسانیت سوز نعرے ہیں اور آزادی میں مسلمانوں کی جملہ قربانیوں کو بھلا دیا گیا ہے اور ہندوؤں کے ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی بھری جارہی ہے بلکہ بھر دی گئی ہے اور جینا حرام کر دیا گیا ہے ان حالات میں یہ آیت ہمیں کیا سبق دیتی ہے کہ صبر وتحمل برداشت سے کام لیں اور اپنی قوت جمع کریں اور آپس میں متحد ہو جائیں آپس کی عداوتوں سے باز آئیں اور اپنے رب پر پورا بھروسہ کرلیں کہ وہ ہی ہمارا ناصر ومددگار ہے وہ ضرور بالضرور اس کا عمدہ حل نکالے گا اور پریشانیوں سے بچائے گا اور ظالموں کو ہلاک وتباہ کرے گا اور زمین کا وارث مظلوموں کو بنائے گا **فاوحی الیھم ربھم** میں اللہ پاک نے اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے جس طرح ان آیات کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کو تسلی دی جارہی ہے کیونکہ ان پر بھی کفار مکہ نے ایسے ہی ظلم کے پہاڑ ڈھا رکھے تھے اور ان کا جینا حرام کر رکھا تھا یہ بتایا گیا کہ پہلے والے رسولوں پر بھی یہ حالات آئے ہیں انہوں نے صبر کیا آپ لوگ بھی صبر سے کام لیں اللہ پاک ظالموں کو ہٹا کر تمہیں ان کی جگہ زمین کا وارث بنا دیں گے، اسی لئے حدیث میں ہے جو اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتا ہے اللہ پاک اس کے مکان کا وارث اس کو بنا دیتے ہیں۔

من اذی جارہ ورثہ اللہ دارہ امام زمخشریؒ فرماتے ہیں کشاف میں کہ میں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ میرے ایک ماموں کو بستی کے ایک بڑے دنیا دار کی طرف سے شدید تکلیفیں پہنچ رہی تھیں جس کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا، جب وہ ظالم

غنڈہ مر گیا تو اللہ پاک نے ہمیں وہ زمین وعلاقہ دے دیا اور میرے ماموں کی اولاد اس میں داخل ہوگئی اور گھومتے پھرتے تھے اور ہر طرح کا تصرف کرتے تھے اس وقت مجھ کو رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد آیا اور ہم نے سجدہ شکر ادا کیا۔

شیخ سعدیؒ نے فرمایا:

تحمل کن ای ناتواں از قوی — کہ روزے توانا تر ازوی شوی
لب خشک مظلوم را گوبخند — کہ دندان ظالم بخواہند بخند

بشارت

یہ بشارت اللہ پاک ایک نہ ایک دن ظالم کو تباہ کر دیں گے اور مظلوموں کو وہ جگہ وہ علاقہ وہ ملک ضرور دیں گے، محقق ہو چکا ہے اس کیلئے جو اللہ پاک سے ڈرتا ہے گناہوں سے بچتا ہے اور عذاب امر الٰہی کی وعیدوں سے ڈرتا ہے، اللہ پاک نے رسول اللہ ﷺ کو اور صحابہ کرام کو تمام عرب کا مالک وارث بنا دیا، اسی طرح بنی اسرائیل کو فرعونیوں نے کس قدر پریشان کیا حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ پاک ہی سے مدد چاہو اور صبر سے کام لو انجام متقیوں کے حق میں ہی ہوگا اور بالکل ایسا ہی ہوا یہی ہے جس کو فرمایا **والعاقبة للمتقين**۔

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ عوام جہنم میں داخل ہونے سے ڈرتے ہیں اور ڈرنا چاہئے یہ ان کا مقام ومرتبہ ہے خواص جنت میں قیام کے فوت ہونے سے ڈرتے ہیں کیونکہ اصل دار المقام وہی ہے اور اخص خواص اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں وصول الی اللہ نہ ہو اور وہ اس سے محروم ہو جائیں (روح البیان/ص:۲۰۵/ج:۴)۔

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ
تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ o اَلَمْ تَرَ
كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً
طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا
ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی
السَّمَآءِ o تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ
حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَیَضْرِبُ اللّٰهُ
الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
یَتَذَكَّرُوْنَ o وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ
كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ
فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ o
یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ
الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی
الْاٰخِرَةِ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ
وَیَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ o (سورۂ ابراہیم آیت:۲۳ تا ۲۷)۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جاویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جاوے گا ’’السلام علیکم‘‘ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جارہی ہوں وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ خوب سمجھ لیں اور گندہ کلمہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے اس کو کچھ ثبات نہ ہو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے اور ظالموں کو بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں بشارت دی گئی ہے کہ وہ حضرات جو ایمان لائے تھے اور جنہوں نے نیک کام کئے تھے قسم قسم کے عمدہ باغات میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی ان کے پروردگار کے حکم سے ان کی توفیق سے ان کی جانب سے اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ اگر انسان کو اس کی طبیعت کے بھروسہ پر چھوڑ دیا جائے تو وہ نہ ایمان لاسکتا ہے نہ وہ عمل صالح کرسکتا ہے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوسکتا ہے یہ سب اللہ پاک کی توفیق ومہربانی ان کا لطف وکرم ہے **باذن ربھم** میں اسی مضمون کو ذکر کرنا مقصود ہے۔

تحیتھم فیھا سلم ان کی ملاقات کے وقت کی دعا سلام ہوگی جیسا کہ دنیا میں وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے ایسے ہی جنت میں بھی سلام کریں گے فرشتے بھی ان کو یہ دعا دیں گے جیسا کہ دوسری آیات میں مذکور ہوا ہے کہ ملائکہ کرام ان کے پاس آتے جاتے ان کو حیاک اللہ اور **سلام علیکم** کہیں گے اور خود باری تعالیٰ عزاسمہ کی جانب سے بھی ان کو سلام کیا جائے گا جیسا کہ آیا ہے **سلام قولا من رب رحیم** اور یہ **تحیہ** آدمؑ سے جاری ہوا جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے۔

کلمہ توحید وکلمہ کفر کی مثال

فائدہ: پھر اللہ پاک نے کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیث کو مثالوں سے سمجھایا کہ کلمہ طیبہ **لا الٰہ الا اللہ** کی مثال جو کلمہ توحید ہے کلمہ تقویٰ ہے کلمہ اخلاص ہے اور اسی میں ہر اچھا کلمہ قرآن، تسبیح، تحمید، استغفار، توبہ، دعوت الی اللہ اور ہر وہ کلمہ جس کے ذریعہ حق کو سمجھایا جائے اور صلاح وفلاح کی دعوت دی جائے شامل ہے، اس درخت جیسی ہے

جو خود طیب ہو پا کیزہ ہو جب درخت ہی پا کیزہ اور طیب ہے تو اس پر آنے والے پھل پھول کس قدر عمدہ و پا کیزہ اور طیب ہوں گے جس کی جڑ مضبوط طریقہ سے زمین میں قائم ہو اور شاخیں آسمان کی طرف بلندی کے اندر ہوں اور اس کا پھل پورے سال ہر موسم میں آتا ہو جیسا کہ کھجور کا درخت ہے دیکھنے میں بھی کس قدر خوشنما ہے اس کی جڑیں بھی مضبوط ہیں تنہ بھی نہایت مضبوط اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی اور پھل بھی اس قدر شیریں اور برکت اس قدر کہ پورے سال ملتا ہے اور لوگ اس سے بھرپور قوت غذا حلاوت وذائقہ پاتے ہیں اور رات دن کھایا جاتا ہے، سردی گرمی اور ہر موسم میں کھجور، چھوارا کبھی تروتازہ کبھی خشک اور ساری دنیا میں تقسیم ہوتا ہے اور اس میں کمی واقع نہیں ہوتی سبحان اللہ العظیم۔

کھجور کا درخت

اسی لئے بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

عن عبدالله بن عمرؓ	عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ
أن رسول الله ﷺ قال إن	رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا درختوں
من الشجر شجرة لا يسقط	میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس میں پت
ورقها وهى مثل المسلم	جھڑ نہیں ہوتی اور وہ مومن کے مشابہ ہے
حدثونى ماهى فوقع الناس	مجھے بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ لوگوں کے
فى شجر البادية ووقع فى	خیال جنگل کے درختوں میں جا پڑے
نفسى أنها النخلة قال	اور میرے دل میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا

عبدالله فاستحييت قالوا يا رسول الله أخبرنا بها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هي النخلة قال عبدالله فحدثت أبى بما وقع فى نفسى فقال لان تكون قلتها أحب إلى من أن يكون لى كذا وكذا (بخاری شریف رص:۲۴ رج:۱)۔

درخت ہے مگر میں کہتے ہوئے شرما گیا بالآخر سب لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری سمجھ میں نہیں آیا آپ ہمیں وہ درخت بتادیجئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے ، عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (عمر فاروقؓ) سے جو میرے دل میں آیا تھا بیان کیا تو وہ بولے اگر تو نے یہ کہدیا ہوتا تو مجھے اس سے اور اُس سے زیادہ محبوب تھا۔

معلوم ہوا کہ ایمان کو کھجور کے درخت کے ساتھ کافی مشابہت ومناسبت ہے، علامہ ابن حجرؒ فتح الباری رص:۱۴۵ رج:۱ رمیں فرماتے ہیں کہ مشابہت کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اس کے پتے نہیں گرتے ہیں اسی طرح ایمان والوں کی دعوت ایمان کبھی ساقط نہیں ہوتی اور جس طرح کھجور میں برکت ہے اسی طرح مؤمن میں ایمان واسلام کی برکت موجود ہے، اسی لئے بعض روایات میں آیا ہے کہ درخت کی برکت مسلم ومومن کی برکت کی طرح ہے اور کھجور کے تمام اجزاء میں برکت ہے اور تمام احوال میں برکت ہے جب سے وہ نکلنا شروع ہوتا ہے اس کے تمام اجزا قابل انتفاع ہوتے ہیں حتیٰ کہ اس کی گٹھلیاں اور چھال بھی اسی طرح ایک مسلمان کو ہونا چاہئے کہ وہ بھی نفع رسانی میں ایسا ہی ہو جیسا کہ کھجور ہے کہ اس کا نفع اس کی حیات تک محدود نہ ہو بلکہ موت کے بعد بھی اس کا

نفع جاری وساری ہوایسا کارنامہ علمی رفاہی فائدہ کا کام کرجائے جواس کیلئے صدقۂ جاریہ بن جائے جیسے مسجد، مدرسہ، ہسپتال، مسافرخانہ، کنواں اوراس جیسے دیگر کام کرجائے تاکہ اس کا نفع اس کے بعد بھی جاری رہے **کما جاء فی الحدیث النبوی** ۔

اور بعض لوگوں نے مناسبت کی وجوہات اور بھی بتائی ہیں مگر ان میں تمام انسان شریک ہیں اور یہاں گفتگو مؤمن ومسلم کی اوراس کے ایمان واسلام کی ہے اور جس طرح کھجور کی جڑ زمین میں گہری اور مضبوط ہے ایسے ہی ایمان کا حال ہے جب وہ قلب کی گہرائی میں اتر جاتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو ختم نہیں کرسکتی ہے۔

ایمان کی حلاوت کا اثر

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے **وکذلک الإیمان حین تخالط بشاشته القلوب** (بخاری شریف،ص:۴)۔

یعنی جب ایمان کی خوشی وسروراور حلاوت دل کی گہرائی میں اتر جاتی ہے تو پھر انسان لوٹ نہیں سکتا ہے، ایمان سے مرتد نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ ایمان والوں کی یہ تاریخ رہی ہے واقعات اس پر گواہ ہیں صحابہ کرامؓ اوراولیاءاللہ کے اور عام مومنین کے، حضرت بلالؓ پر کیسا سختی کا دور گذرا مگر ایمان سے توحید ورسالت سے ایک ذرہ برابر بھی ٹس سے مس نہ ہوئے اور حضرت عماران کے والد یاسراور والدہ ماجدہ حضرت سمیہ کے ساتھ کیا کیا گیا کچھ نہیں کیا گیا یہاں تک کہ شہید ہوگئیں مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ جانے دیا سبحان اللہ العظیم، یہ وہ لوگ تھے جو ایمان کی حلاوت ولذت سے سرشار تھے ایمان کی حلاوت ولذت نے تمام تکالیف ان کیلئے آسان بنادی اور سب کچھ برداشت

فرمایا،قرآن کریم نے حضرت آسیہ فرعون ظالم کی بیوی کا قصہ بیان کیا ان پر ظالم شوہر نے ایمان لانے کی وجہ سے ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے ہاتھوں میں کیلیں ٹھکوادیں اوراوپر سے ان کے سینہ پر بھاری پتھر رکھوادیا جس کو قرآن کریم نے **وفرعون ذی الاوتاد** فرمایا میخوں والا کیلوں والا فرعون اس نے اپنے مخالفین کیلئے چار کھونٹے بنوا رکھے تھے ان کو ان سے جانوروں کی طرح بندھواتا اور سزائیں دیتا ، ہاتھوں پیروں میں کیلیں لگوادیتا اور پتھروں سے مروادیتا، جیسا کہ حضرت حسن، مجاہدؒ سے اور دوسرے حضرات سے **وفرعون ذی الاوتاد** کی یہ تفسیر مروی ہے (زادالمسیر رص:۹رج:۷)۔

إنه كان يعذب الناس بأربع أوتاد يشتدهم فيها ثم يرفع صخرة فتلقى على الإنسان فتشد فيه وقال مجاهد كان يعذب الناس بأوتاد يوتد ها في أيديهم وأرجلهم۔

حضرت آسیہ بنت مزاحمؒ فرعون ظالم کی اہلیہ محترمہ شروع ہی سے حضرت موسیٰ سے محبت رکھتی تھیں، پہلی مرتبہ ان کو دیکھ کر ان کے قلب نے ان کا نور قبول کیا اور ان سے بیحد متاثر ہوئیں اور ان کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا ،انبیاءؑ کے چہرہ کے انوار اور معصومیت کا حال ایسا ہوتا ہے جو محبت سے دیکھے وہ کبھی محروم القسمت محروم الایمان نہیں ہوتا ہے، حضرت آسیہ کا حال بھی یہی ہوا پھر ان پر اس وقت ایمان لے آئیں جب موسیٰ جادوگروں پر غالب آ گئے اور وہ بھی ایمان لے آئے فرعون نے ان کو بھی دھمکیاں دیں کہ یہ سب تمہاری ساز باز ہے ملی بھگت ہے اور تم میرے حکم سے پہلے ہی ان پر ایمان لے آئے ہو تمہارے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کٹوادوں گا اور تم کو کھجور کے درختوں پر لٹکوادوں گا اور سولی دیدوں گا انہوں نے کہا اس میں کیا مضائقہ ہے اب ہم نے حقیقت

حال جان لی ہے اگر تو نے ایسا کیا تو ہم اپنے حقیقی رب کے پاس ایمان کی حالت میں جاملیں گے، یہ دنیوی زندگی تو کیسے بھی گذر جائے گی ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو اور جو تو زبردستی ہم سے جادو کرارہا ہے اس سب کو ایمان لانے کی برکت سے معاف کردے گا، اللہ پاک خبیر ہیں اور باقی رہنے والا ہے جو ان کے پاس مجرم مشرک بن کر آئے گا اس کیلئے جہنم ہے نہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ ہی رہے گا اور جو مومن فرمانبردار ہوکر ان کے پاس آئے گا اس حال میں کہ اس نے نیک عمل کیا ہوگا ایسوں کیلئے بلندترین جنت یعنی جنت عدن جس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بدلہ ہے اس کا جو کفروشرک سے پاک وصاف رہا۔

یہ قصہ بھی ایمان سے لبریز ہے ایمان کی حلاوت نے ان کو انتہائی درجہ کی مشقت جھیلنے کا عادی بنادیا مگر وہ فرعون کی دھمکیوں سے متاثر نہ ہوئے یہ قصہ قرآن کریم سورۂ طٰہٰ میں بیان کیا ہے۔

یہ کیسے ہوگیا ابھی تو شاہی لوگ تھے اور اسکی فوج بن کر حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں کام آرہے تھے اور ابھی سب اللہ والے طالب جنت ایمان وعمل پر مرمٹنے کو تیار ہوگئے کیونکہ انہوں نے آیات وبراہین موسیٰؑ عصا وغیرہ کے اندر انوار ذات باری وصفات دیکھ لئے اس لئے ان پر بلاؤں کو برداشت کرنا آسان ہوگیا ایسے ہی جو اللہ پاک کو ترجیح دیتا ہے اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے (روح البیان رص:۴۰۷رج:۵)۔

اسی وقت حضرت آسیہ بھی ایمان سے مشرف ہوگئیں جب فرعون ظالم پر ان کا ایمان لانا ظاہر ہوگیا تو اس نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو چار کھونٹوں سے بندھایا اور

ان کو دھوپ میں ڈالدیا بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب وہ لوگ ہٹ جاتے تو ان پر فرشتے سایہ کر لیتے اس وقت اللہ پاک نے ان کو جنت کا محل دکھایا جس کے شوق نے ان سے کہلوادیا **رب ابن لی عندک بیتا فی الجنة** کہ میرے رب میرے لئے جنت میں مکان بنادیجئے اور مجھے وہاں پہنچادیجئے سبحان اللہ، اس ظالم خبیث نے ایک بھاری پتھر کی چٹان منگوائی اور ان کے سینہ پر ڈلوادی، خدا کی رحمت دیکھئے ان کی روح پرواز کرگئی اس حال میں کہ انہوں نے جنت میں اپنا محل دیکھ لیا جس وقت یہ پتھر ان کے سینہ پر ڈالا جارہا تھا اس سے قبل ہی ان کی روح جنت کے لطف لینے کے لئے اپنے مالک حقیقی کے دربار میں حاضر ہوگئی اور پتھر ان کے سینہ پر اس حال میں ڈالا گیا کہ وہاں صرف بدن ہی بدن تھا روح نہ تھی اور انہوں نے کوئی تکلیف محسوس نہ کی۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا وہ جنت میں کھاتی پیتی پھرتی ہیں اس طرح فرعون ظالم سے اور اسکے عمل شرک سے انہوں نے نجات پائی (بغوی رص:۳۶۸ رج:۴)۔

جس کو باری تعالیٰ نے یوں فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا امْرَاَةَ فِرْعَوْنَ اِذْقَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورہ تحریم آیت:۱۱)۔	اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے فرعون کی بیوی کا حال بیان کرتا ہے جب کہ ان کی بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنایئے اور مجھ کو فرعون سے اور اس کے عمل سے محفوظ رکھئے اور مجھ کو تمام ظالم لوگوں سے محفوظ رکھئے۔

الغرض ساحروں کا ایمان دیکھئے جب حقیقت ان پر منکشف ہوگئی تو فرعون کے ظلم وستم کا خوف ان کے دل سے نکل گیا اور وہ کہہ اٹھے جو تجھے کرنا ہو کر لے مگر ایمان وعمل صالح سے نہ ہٹیں گے موسیٰ وہارون پر ایمان لے آئے ہیں، آج ایک ہم ہیں ساری زندگی ایمان وقرآن کا نعرہ لگاتے ہیں اور ۶۰/۷۰ سال بھی گذر جاتے ہیں اور ذرا سی بات پر اپنا دین اپنا ایمان تھوڑی دنیا تھوڑے سے مال دولت عہدہ کے لالچ میں اور کفار کی چاپلوسی کے اعزاز میں فروخت کر دیتے ہیں، اسی طرح حضرت آسیہ پر انوار وتجلیات ایمان نے ساری سختیاں آسان بنادی، آج کے فرعون قارون بھی مظالم ڈھانے میں کم نہیں بلکہ دس ہاتھ ان سے زیادہ ہیں ہمیں ایمان پر پختہ رہنے کی ضرورت ہے، یہ تھی ایمان کی حلاوت وبرکت جس طرح کھجور کے پھل میں حلاوت ولذت ہے اور برکت فی البدن اور قوت ہے اسی طرح ایمان کے اندر حلاوت وبرکت اور طاقت وقوت ہے اسی لئے حضرت مریمؑ کو ولادت عیسیٰؑ کے وقت میں کھجور کا درخت ہلانے کا حکم ہوا تاکہ اس سے عمدہ تروتازہ کھجوریں گریں اور وہ طاقت وقوت حاصل کریں جس کو اللہ پاک نے فرمایا:

وَهُـزِّىٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّـخْـلَةِ تُسَـاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّاO (سورۂ مریم آیت:۲۵)۔

اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر خرما تروتازہ جھڑیں گی۔

معلوم ہوا کہ اس میں بہت لذت وحلاوت ہے اور طاقت وقوت کا خزانہ ہے، اسی طرح ایمان میں بھی حلاوت ولذت ہے اور قوت وطاقت ہے، اسی لئے رسول اللہ

ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وعن أنس قال: قالَ رسولُ اللّٰهِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حلاوةَ الايْمَانِ من كانَ اللّٰهُ ورسُولُه أحب اِليهِ مِمَّاسِواهُمَاوَمَنْ أحبَّ عبداً لايُحبُّه الااللّٰهِ ومن يَكْرَهُ أن يعودُفي الكفرِ بعدَأن أنقذه اللّٰهُ منه كمايكرَهُ أن يلقى في النارِ (مشکوۃ ص۱۲، ج۱)۔

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص میں یہ تین چیزیں ہونگی وہ انکی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا اول یہ ہیکہ اسکو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو دوسرے یہ کہ کسی بندہ سے اسکی محبت محض اللہ کی خوشنودی کیلئے ہو تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نوازدیا تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو۔

تشریح: کمالِ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ مؤمن کے دل میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اسکے سامنے ہیچ ہو، اسی طرح یہ شان بھی مؤمن کامل ہی کی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اسکی رضا حاصل کرنے کیلئے اور اگر کسی سے بغض اور عداوت رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ کے لئے ہے، غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کیلئے ہو اور اسکے حکم کی تعمیل میں ہو ایسے ہی ایمان کی پختگی کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا اور اسلام کی پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور

کفر وشرک سے اس درجہ بیزاری ونفرت رکھنا کہ اس کے تصور وخیال کی گندگی سے بھی دل پاک وصاف رہے ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے اسی لئے اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان کی حقیقی دولت کا مالک اوراس پر جزاء وانعام کا مستحق تو وہی شخص ہے جو ان تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف ہواور ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی شخص چکھ سکتا ہے جس کا دل ان چیزوں کی روشنی سے منور ہو، جب ایمان کی حلاوت ولذت حاصل ہوجاتی ہے تو اعمال شرعیہ کی مشقت ختم ہوجاتی ہے اوراس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنی ہر چیز اللہ پاک کی رضاء کیلئے قربان کرنے کوسعادت تصور کرتا ہے۔

نیز جس طرح کھجور کے درخت کی شاخیں بلند اور خوبصورت لگتی ہیں اسی طرح ایمان کے درخت کی شاخیں بھی بہت بلند اور خوبصورت ہیں جس کا تذکرہ احادیث شریفہ میں آیا ہے:

عن أبی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الإيمان بضع وسبعون شعبة افضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان ۔

ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل شاخ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اورسب سے ادنیٰ شاخ راستہ سے تکلیف دینے والی چیزوں کا ہٹا دینا ہے اورحیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

اور جس طرح کھجور کا درخت ہلانے سے پھل گرتے ہیں اسی طرح ایمان کا درخت لا الٰہ الا اللہ ہلانے سے یعنی ذکر اللہ کرنے سے انوار الٰہیہ برکات روحانیہ کے پھل

علوم ومعارف کی شکل میں گرتے ہیں لہذا جس کو یہ پھل درکار ہوں وہ خوب توحید وایمان کا درخت لا الٰہ الا اللہ دل سے ہلائے اور زبان سے پڑھے تب یہ پھل اس کو ملیں گے، دیکھئے کس قدر عجیب اور بہترین مناسبت اور مشابہت ہے اسی وجہ سے ایک اور حدیث شریف میں ایمان والے کی تلاوت کو کھجور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے وہ حدیث یہ ہے:

عن أبی موسیٰ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مثل الذی یقرأ القراٰن کالأترجة طعمها طیب وریحها طیب والذی لا یقرأ القراٰن کالتمرة طعمها طیب ولا ریح لها ومثل الفاجر الذی یقرأ القراٰن کمثل الریحانة ریحها طیب وطعمها مرّ ومثل الفاجر الذی لا یقرأ القراٰن کمثل الحنظلة طعمها مرّ ولا ریح لها (بخاری شریف ص:۷۵۱،ج:۲) (باب فضل القراٰن علیٰ سائر الکلام)۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن قرآن کا قاری ہے اس کی مثال ترنج (میٹھے لیموں بتی) کی سی ہے خوشبو بھی اچھی اور مزہ بھی اچھا اور جو مومن قرآن کا قاری نہیں ہے اس کی مثال اس کھجور کی سی ہے جس کا مزہ عمدہ لیکن اس میں خوشبو نہیں ہے اور جو شخص بدکار ہے لیکن قرآن شریف کا قاری ہے اس کی مثال ریحان (خوشبودار سبزہ) کی سی ہے بوتو اچھی مگر مزہ کڑوا اور جو شخص بدکار ہے اور قرآن شریف کا قاری بھی نہیں ہے اس کی مثال تو اندرائن کے پھل کی سی ہے (کم بخت) مزہ بھی کڑوا اور خوشبو بھی ندارد (نہیں رکھتا)۔

ساحروں کا ایمان

انا لللہ و انا الیہ راجعون یہ ہمارے ایمان کی حالت ہے کہ کفار و مشرکین کے ساتھ رہنے سہنے کی لعنت میں کس قدر گرفتار ہیں کہ ایک دوسرے مسلمان کی شکایت اور اس پر دوسو پانچ سو روپے لیکر خوش ہیں اور اپنے دین ایمان اپنی آخرت کا بیڑا غرق کر رہے ہیں اور احساس بھی نہیں ہے، ایک طرف لوگ لاک ڈاؤن کی مصیبت میں گرفتار ہیں دوسری طرف غربت کا عالم بھوک سے پریشان ہیں اور ایسے میں کچھ لوگ عہدہ داروں کے قریب ہو کر مسلمانوں کی عزت و آبرو سے کھلواڑ کر رہے ہیں خدا کی پناہ پھر کیسے فلاح ہوگی، دیکھئے کہاں ساحران فرعون زندگی بھر فرعون کی خدائی کا نعرہ اور اس کا قرب اور حضرت موسیٰؑ پر غالب آنے پر خاص تقرب عندالسلطان کا وعدہ اور دنیا کے مزے اور وعدے ٹھاٹ باٹ چھوڑ کر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہو گئے صبح کو کفار تھے فاسق تھے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے دشمن تھے شام کو ابرار، شہداء اولیاء، اتقیا بن گئے ،مثنوی شریف میں حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

ساحران درعہد فرعون لعین — چوں مرے کردند باموسی زکیں
لیک موسی را مقدم داشتند — ساحران اورا مکرم داشتند
زانکہ گفتندش کہ فرماں آنِ تست — گر تو می خواہی عصا بفگن نخست
گفت نے اول شما اے ساحراں — افگنید آں مکر را اندر میاں
ایں قدر تعظیم دیں شاں را خرید — وز مرے آں دست و پا ہاشاں برید
ساحراں چوں قدر اوبشناختند — دست و پا در جرم آں در باختند

(ص:۱۸۵/دفتر اول)

ترجمہ: ملعون فرعون کے زمانہ میں جادوگروں نے۔ کینہ وری کی وجہ سے جب حضرت موسیٰؑ سے جھگڑا کیا۔ لیکن حضرت موسیٰؑ کو آگے کیا۔ جادوگروں نے ان کو معزز مانا۔ اس لئے کہ انہوں نے ان سے کہا کہ آپ صاحبِ فرمان ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو پہلے آپ عصا ڈالیں۔ انہوں نے فرمایا اے جادوگرو نہیں پہلے تم۔ وہ شعبدہ دکھاؤ۔ دین کی اس قدر تعظیم نے ہی انہیں خرید لیا۔ اور مقابلہ بازی میں ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دئے۔ جادوگروں نے جب ان کا مرتبہ پہچان لیا۔ اس جرم میں ہاتھ اور پیر ہار بیٹھے۔

فرعون ظالم نے ان کو سولی دی یا نہیں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سولی دی گئی کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ دن کے شروع میں وہ جادوگر تھے اور شام کو شہدا تھے اخبار سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس نے ان کو سولی دی اس لئے فرعون کو اول سولی دینے والا کہا جاتا ہے۔

تزکیۂ نفس کی اہمیت

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہر عاقل مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس چیز کو اختیار کرے جو اللہ پاک کے پاس ہے اور وہ خیر ہے اور باقی رہنے والا بھی یعنی بہترین ثواب اور جنت، اور اپنے کو برے اخلاق سے پاک وصاف کرے اسی کا نام تزکیہ ہے کہ اخلاق ذمیمہ نفسانیہ کو چھوڑے اور اوصاف شنیعہ شیطانیہ سے بچے اور اخلاق روحانیہ اوصاف ربانیہ سے متصف ہو جائے اور اپنا مال ودولت اپنی جان وروح کو اللہ پاک کی خاطر قربان کرے خرچ کرے تاکہ جنت کے بلند مقامات کو حاصل کر سکے جو ایمان اور عمل صالح اور تزکیہ نفس پر موعود ہیں اللہ پاک ہمیں اپنا دوست بنائے اور جملہ بلاؤں کو دور کر دے یا آسان بنا دے آمین یارب العالمین (روح البیان/ص:۴۰۸/ج:۵)۔

ومثل کلمة خبیثة

اورخبیث کلمۂ کفروشرک بدعت وخرافات معاصی حق کی تکذیب اوراس کی طرف دعوت اوراس کی اشاعت باطل کی تبلیغ اور برے کام کی مثال خبیث درخت جیسی ہے اور اندرائن اوران جیسے درخت ہیں جن کے اندرکوئی استحکام اور مضبوطی نہیں ہوتی ان کی جڑ اوپر اوپر ہوتی ہے جب اس کوا کھاڑا جاتا ہے تو آسانی سے اکھڑ جاتا ہے ایسے ہی کفروشرک کی کوئی جڑ اور مضبوط بات نہیں ہے جب کوئی صحیح بات کرنے والا حق کولیکر باطل کے سامنے آتا ہے تو وہ زائل ہوجاتا ہے اورجلد ہی ختم ہوجاتا ہے آج کل کفروشرک بدعت وخرافات زور پکڑ رہی ہے وہ صرف اس لئے کہ اس کے لزوم کی قوی اور مؤثر تدابیر علاج نہیں کئے جارہے ہیں ارباب حق بھی اپنا فریضہ ادا کرنے سے ڈر رہے ہیں اور پیچھے ہٹ رہے ہیں اس لئے ہمیں لگتا ہے کہ یہ بہت زیادہ ہیں اور بہت مضبوط ہیں یہ صرف ہماری کمزوری ہے حق کی کمزوری نہیں ، حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے عقل وایمان کو اچھے درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور باطل اور خواہشات کو شجر خبیثہ کے ساتھ اور یہ فرمایا الـــم تــر کیف واقعی نفس خبیثہ شجرہ خبیثہ کے مانند ہے یہ نفس امارہ ہے جس سے برائیاں ہی وجود میں آتی ہیں کلمات خبیثہ اور اعمال خبیثہ ہی وجود میں آتے ہیں جن کو سیئات اور معاصی کہا جاتا ہے جس کی بنیاد اللہ پاک سے بد اعتقادی اور نافرمانی ہے اور ایمان ایک مضبوط ومستحکم درخت کے مانند ہے، تصدیق قلبی ، اقرار لسانی اور عمل بالجوارح والاعتقاد کا نام ہے۔

فقیہہ ابواللیث نے فرمایا کہ معرفت قلب مومن کی گہرائی ہوتی ہے اور یہ اس درخت سے مضبوط ہے جو زمین میں ہو کیونکہ بہر حال کتنا بھی مضبوط ہو وہ کاٹا جاسکتا ہے

اور معرفت ربانی کو عارف کے قلب سے نکال نہیں سکتا ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَآءُ (سورۂ ابراہیم آیت: ۲۷)۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے اور ظالموں کو بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ اللہ پاک ایمان والے بندوں کو قول ثابت یعنی کلمہ توحید کی برکت سے دنیا کی زندگی میں راسخ قدم ثابت القلب رکھتے ہیں چاہے ان کو کتنی تکلیفیں پہنچائی جائیں اور قسمہا قسم کے عذاب دئے جائیں جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا انبیاء وصالحین صحابہ کرامؓ مومنین کے واقعات، جیسے حضرت زکریا، حضرت یحییٰؑ، حضرت جرجیس، حضرت شمعون اور اصحاب اخدود کے واقعات سے سمجھا جاسکتا ہے لوہے کی کنگھیوں سے ان کے بدن چھلنی کردئے گئے پھر بھی دین سے بیزار نہیں ہوئے۔

حضرت جرجیسؒ کا واقعہ

کہتے ہیں کہ حضرت جرجیسؑ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں سے ایک نہایت ہی نیک انسان تھے اللہ پاک نے ان کو اسم اعظم سکھایا تھا جس سے وہ مردوں کو زندہ کردیا کرتے تھے ادھر موصل کے علاقہ میں ایک جبار بادشاہ بت کی عبادت کرتا تھا حضرت جرجیسؑ نے اس کو سمجھایا اور صرف اللہ پاک کی عبادت کیلئے اس کو دعوت دی اور شرک سے منع کیا اس ظالم نے ماننے کے بجائے ان کے دونوں ہاتھ پاؤں بندھوادئے اور ایک لوہے کی کنگھی منگوائی اور ان کے سینہ اور ہاتھوں پر پھروائی اوپر سے گرم پانی نمک کا ان پر ڈلوایا پھر لوہے کی سلائی

منگوا کران کی آنکھوں میں پھروائی اور کانوں پرچلوائی اللہ پاک نے ان کوصبر کرنے کی توفیق دی پھراس ظالم نے ایک تیل کی حوض بنوائی اوراس کے نیچے آگ جلوائی اس میں ان کوڈالا اللہ پاک نے اس کوان کیلئے گلزار بنادیا یعنی سلامتی والی ٹھنڈک بنادیا جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کیلئے ہوا تھا پھراس ظالم نے ان کے اعضا کٹوادئے اللہ پاک نے ان کودوبارہ حیات بخشی اوراس کواللہ پاک کی عبادت کیلئے دعوت دی مگروہ ظالم ایمان نہ لایا اللہ پاک نے اس کو ہلاک وبرباد کردیا اس کی تمام قوم کے ساتھ پوراشہراس پر پلٹ دیا گیااوراوپر کا حصہ نیچے کردیا گیا۔

حضرت شمعونؑ کا صبر

اسی طرح حضرت شمعونؑ نصاریٰ کے زاہدوں میں سے شمار ہوتے تھے اور بڑے بہادر انسان تھے بت پرستوں کے خلاف جنگ کرتے تھے اوران کودین حق کی طرف بلاتے تھے اورتن تنہا بہت سے لشکروں سے خودبخود مقابلہ کرلیا کرتے تھے، ملک روم نے ان پرمختلف قسم کے حیلے آزمائے مگروہ ان پرقادر نہ ہوا یہاں تک کہ ان کی بیوی کو تیار کرلیا مختلف وعدے کرے کہ جب وہ خلوت میں ہو بتادینا کہ کیسے ہم ان پرغالب آسکیں اس نے ان سے پوچھا فرمایا اگر میں اپنے بالوں کوغیر طہارت کی حالت میں باندھ لوں تو کھول نہ سکوں گا پس لوگوں نے یہ سنا تو سوتے ہوئے ان کا گھراؤ کرلیا اوران کو باندھ دیا اورمحل سے گرا کر ہلاک کردیا (روح البیان رص:۴۱۶رج:)۔

قتل اصحاب الاخدود کےتحت مفسرینؒ نے کئی واقعات نقل کئے ہیں مگر ترمذی رص:۱۷۱رکتاب التفسیر اورمسلم شریف میں جوواقعہ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا اس کے یہاں ایک جادوگر تھا بڑاماہرفن اس کا بڑامعتمد

اور قریب جب ساحر کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ مجھے ایک ہوشیار عقلمند لڑکا دیا جائے جس کو میں اپنا علم سکھادوں تا کہ میرے بعد یہ علم مٹ نہ جائے، چنانچہ ایک لڑکا تجویز ہوا جو روزانہ ساحر کے پاس جا کر اس کا علم سیکھتا تھا راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اس وقت کے اعتبار سے دیندار انسان تھا اور صحیح دین پر تھا وہ لڑکا اس کے پاس بھی آنے جانے لگا اور خفیہ طور پر راہب کے ہاتھ پر اسلام لایا اور دین دار آدمی بن گیا اور اس کے فیض صحبت سے ولایت وکرامت کے درجہ تک پہنچ گیا، ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور شیر وغیرہ نے راستہ روک رکھا ہے جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لیکر دعا کی اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اس جانور کا کام تمام ہوگیا، لوگوں میں اس کا شور ہوا کہ اس لڑکے کو عجیب علم آتا ہے کسی اندھے نے سنا تو اس نے درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی کردو لڑکے نے کہا اچھی کرنے والا میں نہیں ہوں وہ تو اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اگر تو اس پر ایمان لائے تو میں دعا کروں امید ہے کہ وہ تجھ کو بینا کردے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوگیا شدہ شدہ یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں اس نے برہم ہوکر لڑکے کو مع راہب اور اندھے کے طلب کرلیا اور کچھ پوچھ تاچھ کے بعد ناراض ہوکر راہب اور اس اندھے کو تو قتل کرادیا اور لڑکے کے بارے میں حکم دیا کہ اونچے پہاڑ سے گرادیا جائے اور اس کو ہلاک وتباہ کردیا جائے مگر خدا تعالیٰ کی قدرت جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ ہی سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہوگئے اور لڑکا صحیح وسالم چلا آیا پھر بادشاہ نے دریا میں غرق کرنے کا حکم دیا وہاں بھی یہ ہی صورت پیش آئی

جولوگ لیکر گئے تھے وہی غرق ہو گئے اور لڑکا صاف بچ کر نکل آیا آخر لڑکے نے بادشاہ کو کہا میں خود اپنے مرنے کی ترکیب بتلاتا ہوں، آپ لوگوں کو میدان میں جمع کریں ان کے سامنے مجھ کو سولی پر لٹکائیں اور یہ لفظ کہہ کر میرے تیر ماریں بسم اللہ رب الغلام اس اللہ کے نام پر جو غلام کا رب ہے بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور وہ لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا یہ عجیب واقعہ دیکھ کر لوگوں کی زبان پر ایک نعرہ بلند ہوا کہ آمنا برب الغلام ہم سب اس لڑکے کے خدا پر ایمان لائے لوگوں نے بادشاہ سے کہا لیجئے جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے وہی بات پیش آئی پہلے تو اکّا دکّا مسلمان ہوتا تھا اب خلق کثیر نے اسلام قبول کر لیا اور بادشاہ نے غصہ میں آکر بڑی بڑی خندقیں کھدوائی اور ان کو خوب آگ سے بھروایا اور اعلان کیا جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا ان کو اس خندق میں جھونک دیا جائے گا آخر لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے اور دشمن اس آگ کے آس پاس بیٹھے تھے اور جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کرتے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے مگر مسلمان حضرات اپنے دین سے نہ ہٹتے تھے ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کے پاس دودھ پیتا بچہ تھا شاید بچہ کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبراتی تھی مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز لگائی اماں جان صبر کر تو حق پر ہے (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

میری والدہ ماجدہؒ بڑی تفصیل سے یہ واقعہ سنایا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ بچہ نے کہا ماں یہ تو گلزار ہے فکر نہ کر یہ سن کر ماں نے ہمت کی اور اس میں کود گئی۔

قرآن کریم اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے:

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ o النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ o اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ o وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ o (سورۂ بروج آیت: ۴ تا ۷)۔

خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ جلانے والے دشمنان اسلام ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ظلم وستم کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے۔

ایمان والوں پر ظلم اور ان کا صبر واستقلال

صاحب روح البیان رص: ۳۸۹ رج: ۱۰ ر میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا جب ان ظالموں نے مومنین کو آگ میں ڈالا اور وہ خود اس کے آس پاس بیٹھے تماشہ دیکھ رہے تھے آگ نے خود ان کو ہی پکڑ لیا کیونکہ وہ آگ چالیس ہاتھ بلند ہوگئی تھی کیونکہ اس میں ایندھن بہت زبردست طریقے سے ڈالا گیا تھا اس وجہ سے وہ آگ خود ان پر بھی جا پہنچی اور ان کو جلا ڈالا اور اللہ پاک نے اہل ایمان کو اس طرح نجات دی کہ ان کی ارواح کو آگ کے جلا دینے سے قبل قبض کر لیا جیسا کہ حضرت آسیہ کے ساتھ ہوا تھا ایسا ہی یہاں بھی ہوا یہ واقعہ حضرات صحابہ کرامؓ کو اسوجہ سے سنایا گیا ہے کیونکہ ان کو کفار مکہ کی طرف سے بہت تکلیفیں پہنچائی جا رہی تھیں تا کہ ان حضرات کو تسلی وسکون حاصل ہو کہ جس طرح اخدود والے دشمن اسلام لوگ ملعون ہلاک ہوئے یہ بھی مقہور وملعون ہلاک وتباہ ہو جائیں گے (روح البیان رص: ۳۸۶ رج: ۱۰)۔

اس طرح خندقیں کھود کر ظلم وزیادتی کرنے والے تاریخ میں کئی بادشاہ ہوئے ہیں

(۱)انطیانوس روم مقام میں، بخت نصر فارس میں، یوسف ذونواس نجران میں۔

قبر کے معاملات برحق ہیں

اوراس طرح کے بہت سے ظالموں نے مسلمانوں کو شدید تکالیف دیں مگر ایمان والوں نے نہایت صبر وہمت سے کام لیا یہ ایمان کی برکت ہے کہ اللہ پاک نے ان کو جمائے رکھا جسکواللہ پاک نے فرمایا:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ	اس پکی بات سے دنیا اور آخرت
الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ	میں مضبوط رکھتا ہےاور ظالموں کو بچلا
الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ	دیتا ہے اوراللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے
مَايَشَآءُ (سورۂ ابراہیم آیت:۲۷)۔	کرتا ہے۔

یعنی قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں اور دوسرے مقامات میں حشر ونشر قیامت کے دنوں میں جب لوگ سخت پریشان ہوں گے تب اللہ پاک ایمان والوں کوایمان وعمل صالح کی برکت سے جمائیں گے اور ظالموں کو گمراہ کردیں گے یعنی کفار ومشرکین اعداءاسلام کوئی صحیح جواب نہ دے سکیں گے نہ ان کو صحیح راہ معلوم ہوگی جیسا کہ وہ لوگ دنیا کے اندر گمراہ تھے آخرت میں بھی گمراہ رہیں گے اوراللہ پاک جو چاہتے ہیں کرتے ہیں جس کو چاہے ہدایت دیں اور جس کو چاہے گمراہ کردیں ان پر کوئی اعتراض نہیں ہےوَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَآءُکا یہی مطلب ہے۔

اس آیت میں قبر کے سوال وجواب اوراس پر دلیل ہے کہ اللہ پاک ایمان

والوں کو قبر میں بھی نعمتیں دیں گے اور راحت سے رکھیں گے اس لئے بندہ کو ثابت قدم رکھنا بھی اللہ پاک کی بڑی نعمت ہے اور بڑی نعمتوں میں سے ہے اس کے برعکس کفار ومشرکین پر عذاب قبر ہے اس کا تذکرہ بھی قرآن پاک میں کیا گیا ہے **اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا** میں اس کا ذکر آیا ہے، پھر بعض علماء نے فرمایا کہ روح کو بدن میں ڈالا جاتا ہے جیسا کہ دنیا میں تھا پھر فرشتے آتے ہیں اور میت سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے تیرا نبی کون ہے ایمان والا کہتا ہے **اللہ ربی، والاسلام دینی، ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی** کہ اللہ میرا رب، اسلام میرا دین اور حضرت محمد ﷺ میرے نبی ہیں۔

اور کافر و منافق کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا ان سب کے بارے میں فرشتہ اس کو گرز سے مارتا ہے وہ چیختا چلاتا ہے اس کے آوازوں کو سب سنتے ہیں سوائے انسان وجنات کے اگر وہ سن لیں تو اپنے مردوں کو دفنانا ہی چھوڑ دیں، بعض حضرات نے فرمایا کہ روح اس کے بدن اور کفن کے درمیان ہوتی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ روح بدن میں سینہ تک ہوتی ہے صحیح یہ ہے کہ عذاب قبر کے سلسلہ میں روایات صریحہ موجود ہیں ان پر یقین کرنا چاہئے اور اس کی کیفیت میں مشغول نہ ہونا چاہئے اور ایمان والوں کیلئے قبر میں بھی راحت وسلامتی ہے ان کیلئے قبر روضۃ من ریاض الجنۃ ہے۔

بشر حافی بعد انتقال

حضرت بشر حافیؒ کو کسی نے انتقال کے بعد دیکھا اور پوچھا کہ اللہ پاک نے

تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، فرمایا اللہ پاک نے معاف کردیا اور آدھی جنت کو میرے لئے مباح کردیا یعنی روح کو جنت کی نعمتیں عطا فرمادیں جب حشر ہوگا اور جنت میں داخل ہوں گے بدن کے ساتھ تو جنت کی نعمتوں کی تکمیل ہوجائے گی (روح البیان رص:۴۱۶ رج:۴)۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کا ذکر سے خاص تعلق ہے قول ثابت لا الٰہ الا اللہ ہے جو کلمہ توحید ہے یہ ایمان کیلئے لازم ہے اور اسکی برکت سے وحدانیت کی کشتی میں بیٹھ کر ایمان ومعرفت کے دریا کی سیر کی جاتی ہے جب تک اہل اللہ دنیا میں رہتے ہیں اس کے حقائق میں ان کا سفر ہوتا ہے اور ان کا روحانی سفر سیر الی اللہ تعالیٰ اس وقت بھی جاری رہتا ہے جب ان کی روح بدن سے جدا ہوجاتی ہے جبکہ بہت سے لوگوں کے اعمال ان کے انتقال کے بعد ختم ہوجاتے ہیں یہ اصحاب الاعمال لوگ ہیں اور اصحاب الاحوال حضرات کا روحانی سفر نفی واثبات کے بازوؤں کے ذریعہ جاری رہتا ہے اللہ پاک نے ان کی ارواح کو ایک خاص تشت انوار ذکر کی برکت سے عطا فرمائی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی سیر عالم ملکوت سموات والارض میں ہوتی رہتی ہے اور ان کی روح نفی واثبات کرتی پھرتی ہے اور یہ سیر الی اللہ کبھی منقطع نہیں ہوتی ہے (روح البیان رص:۴۱۶ رج:۴)۔

وہ لوگ جنہوں نے ذکر اللہ میں اپنے آپ کو فنا کردیا اور اعمال صالحہ تلاوت تہجد وغیرہ ان کا شیوہ حیات رہا اور تقویٰ وپرہیز گاری ان کا حال رہا اور خوف خدا سے ہمیشہ لرزاں وترساں رہے ایسے بندے اولیاء اللہ ہیں ایسے ہی حضرات کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَـآءَ اللّٰـهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰ خِـرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُـوَ الْـفَوْزُ الْعَظِیْم ○ (سورۃ یونس آیت:۶۲)۔

یادرکھواللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں وہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز رکھتے ہیں ان کیلئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے اللہ کی باتوں میں کچھ فرق ہوانہیں کرتا یہ بڑی کامیابی ہے۔

ولایت کی وضاحت

یعنی اللہ پاک کے محبوب بندے اپنے نفس کے دشمن ہوتے ہیں کیونکہ ولایت کی یہ وضاحت معروف ہے یعنی اللہ پاک کی محبت اور اپنے نفس سے عداوت رکھنا کیونکہ عارف باللہ اس بات کوخوب جان لیتا ہے کہ اللہ سے محبت بغیر نفس سے عداوت کے مکمل نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ راہ خدا میں نفس ہی انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے اور وہی رکاوٹ بنتا ہے، لہذا وہ اس کا علاج کرتا ہے اسی لئے وہ مجاہدات شاقہ برداشت کرتا ہے اور اپنے مشائخ سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی ہدایت پر چلتا ہے کہ بغیر ان دونوں چیزوں کے یہ راستہ طے نہیں ہوتا ہے، شیخ ابولسعودؒ نے فرمایا مراد اللہ کے خاص بندے ہیں جن کو روحانی قرب حاصل ہوتا ہے اللہ پاک کا اور طاعت الٰہی کے ذریعہ اللہ پاک کا قرب حاصل کرتے ہیں اور ان کی معرفت میں فنا رہتے ہیں ان کی قدرت کے دلائل میں غور وفکر سے کام لیتے ہیں ان کی آیات کو اطاعت کے جذبہ سے سنتے ہیں اللہ پاک

کی حمد وثنا میں مصروف رہتے ہیں ان کی خدمت کیلئے تیار رہتے ہیں اور عبادت میں مجاہدہ کرتے ہیں (روح البیان/ص:۵۸/ج:۴)۔

ایسے نیک لوگوں پر دونوں جہاں میں کوئی خوف نہ ہوگا کسی مکروہ و ناگوار چیز کے لاحق ہونے کا اور نہ مستقبل میں کوئی غم وحزن ہوگا کسی پسندیدہ شے کے چھوٹنے کا بلکہ ہمیشہ ان کو نشاط روحانی اور سرور جاودانی حاصل ہوگا اور کیوں نہ ان کی یہ کیفیت ہو کیونکہ دنیا میں اللہ پاک کی عظمت وجلال کے سامنے وہ ہمیشہ خائف رہتے تھے۔

ولایت کی وجہ

اور حقوق الٰہیہ کی ادائیگی میں سعی اور کوشش میں مصروف تھے اور یہی خواص اور مقربین کی شان ہے ان کا مقصد زندگی سوائے طاعت الٰہی اور مولی جلیل کی رضا مندی کے اور کچھ نہ تھا اور ایمان کی کیفیات اور تقویٰ کی صفات سے متصف ہونا ان کی شان تھی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ یہ وجہ بتائی گئی ان کی اس مرتبہ پر فائز ہونے کی کہ وہ لوگ ایمان وتقویٰ کے جامع تھے بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ لوگ شریعت کے معاملہ میں اس بات سے ڈرتے تھے کہ کوئی بات ان سے اس کے خلاف صادر نہ ہو جائے اور طریقت کے معاملہ میں ان کا یہی حال ہوتا ہے کہ کوئی بات ان سے اس کے خلاف نہ ہو جائے غفلت والی، وہ لوگ اپنی طبیعتوں کی اصلاح شریعت سے کرتے تھے اور اپنے نفوس کی اصلاح طریقت کے اصول سے کرتے تھے اور اپنے قلوب کو معرفت رب سے بھرتے تھے اور اپنی ارواح واسرار کو حقیقت سے مزین رکھتے ہیں اسی لئے جملہ غیر اللہ سے بچتے ہیں اور تقویٰ کا مرتبہ عالیہ اپنے سے نیچے کے مراتب پر مشتمل

ہے یعنی کفر وشرک بدعت وخرافات اور جملہ معاصی وسیئات سے بچنا، ظاہر ہے کہ اس مرتبہ کا انسان جو اپنے آپ کو جملہ غیر اللہ سے بچائے گا وہ کہاں ان چیزوں کے قریب جائے گا پھر اولیاء میں بھی مراتب ہیں اور یہ مراتب ان کے اس حال کی وجہ سے ہیں کہ ان کی استعداد میں غیر اللہ سے انقطاع کے سلسلہ میں مختلف ہیں اس میں سب سے اونچا مرتبہ انبیاءؑ کا ہے جنہوں نے نبوت اور رسالت کے ساتھ ساتھ ولایت کے اعلیٰ مراتب کو بھی جمع کرلیا تھا اور اللہ پاک سے اس درجہ تعلق پیدا کرلیا کہ دنیا سے تعلق مانع نہیں ہوا اس تعلق میں جو ان کو اپنے مولیٰ جلیل کے ساتھ تھا، یہاں سے رسول اللہ ﷺ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، حضرت عیسیٰؑ پر کیونکہ ان کا عروج الی اللہ رسول اللہ ﷺ کے عروج الی اللہ جو عرش الٰہی اور اس کے اوپر تک ہوا ہے کم تھا، یعنی یہ رسول اللہ ﷺ کی استعداد عالی اور کمال قلبی روح کی وجہ سے تھا (روح البیان ص:۵۹رج:۴)۔

اولیاء اللہ کی صفات

پس جب تم نے جان لیا کہ اولیاء اللہ وہ مومن حضرات ہیں جو تقویٰ کے ساتھ متصف ہوتے ہیں اسی طرح ان کے دوسرے اور بھی اوصاف وکمالات ہیں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ان کے چہرے راتوں کو جاگنے کی وجہ سے پیلے پڑ جاتے ہیں آنکھیں اندر چلی جاتی ہیں پیٹ بھوک کی وجہ سے وہیں لگ جاتا ہے اور ان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی یاد آتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اولیاء کون ہیں فرمایا جن کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی یاد آجائے، یعنی ان کے حالات، ملاقات سے یہ کیفیت ظاہر ہو، بعض حضرات نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی

علامت یہ ہے کہ ان کا غم اللہ کیلئے ہو ان کی قرار اللہ پاک کی ہی طرف ہو۔

محبتِ الٰہی کا مقام

وہ اپنے احوال میں فناء ہو کر مشاہدہ رب میں بقاء حاصل کر چکے ہوں اور ان پر انوار ولایت کی بارش ہو ان کو اپنا اور کسی کا ہوش نہ ہو سوائے اللہ پاک کے کسی سے ان کو قرار نہ ہو اور وہ اس میں اللہ کیلئے محبت کرنے والے ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں نہ وہ نبی ہیں اور نہ شہید مگر ان پر انبیاء اور شہدا بھی قیامت میں رشک کریں گے ان کے قرب الٰہی کو دیکھ کر عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں اور ان کے اعمال کیا ہیں فرمایا وہ حضرات جو خالص اللہ کیلئے محبت کرتے تھے چونکہ ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری نہ تھی اور نہ مالی رشتہ تھا کہ ایک دوسرے کو مال لیتے دیتے ہوں اللہ کی قسم ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے کسی کا کوئی خوف نہ کریں گے جب لوگ خوف میں ہوں گے اور نہ ان پر کوئی غم وحزن ہوگا جب کہ دوسرے لوگ غم زدہ ہوں گے یہ فرمانا کہ انبیاء وشہدا ان پر غبطہ یعنی رشک کریں گے مبالغہ کے طور پر ہے اور ان کے حسن احوال کی تصویر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قوم ایسی فرض کی جائے تو یہ لوگ ہوں گے کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء ورسل کے مقام تک کسی کی رسائی نہیں ہے اور یہ مطلب ہوسکتا ہے کیونکہ انبیاء ورسل اپنی امتوں کے غم میں مبتلا ہوں گے اور امتیں اپنے اوپر غم میں ہوں گی کہ کس طرح آج ان کی نجات ہو اور یہ لوگ چونکہ بے خوف ہوں گے تو اس وجہ سے انبیاء ورسل ان پر رشک کریں گے اس سلسلہ میں کہ ہماری یہ حالت ہے اور یہ لوگ

بے فکر ہیں جب کہ کوئی ذمہ دار اپنے ماتحت پر رشک کرے کہ میں ہر وقت فکر وغم میں مبتلا ہوں اور یہ بے فکر ہوتے ہیں۔

اور محبت الٰہی کا ایک خاص مرتبہ اونچا مقام ہے جو اللہ پاک کسی بندہ کو عنایت فرمائیں گے بعض دفعہ چھوٹوں کو کوئی چیز ایسی بھی مل جاتی ہے جو بڑوں کو نہیں ملتی اور وہ اس پر رشک کرتے ہیں حالانکہ یہ سب بھی ان کی برکت وطفیل ہی ہوتا ہے کیونکہ تابع کا کمال اس کے متبوع ہی کا کمال ہے، جیسا کہ بعض مقامات پر رسول اللہ ﷺ کو خوف وفکر ہوا اور صدیق اکبرؓ پُر امن اور بے فکر رہے جیسے بدر کے موقع پر یہاں تک کہ اللہ پاک نے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (سورۂ قمر آیت:۴۵)۔(عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی)۔

آیت نازل فرمائی اور بعض مرتبہ اس کا الٹا ہوا جب کہ غار ثور میں رسول اللہ پُر امن قلبی طور پر اللہ پاک کے وعدہ پر مکمل بھروسہ تھا اور صدیق اکبرؓ کو فکر تھا جس پر آیت کریمہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کا نزول ہوا یہ موقع موقع کی بات ہے اور ہر جگہ جو ہوا وہ اسی موقع کے مناسب تھا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ اولیاء عرائس ہیں دلہنوں کی طرح ہیں اور دلہنوں کو صرف ان کا راز دار ہی دیکھ سکتا ہے دوسرے ان کے پاس جانے سے روک دئے گئے ہوتے ہیں ان کو دنیا اور آخرت میں دیکھنا اور پہچاننا آسان کام نہیں ہے حجابات پڑے ہوتے ہیں، حضرت کہلؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی صرف ظاہری شکل پہچانی جاتی ہے اور جو ان سے نفع اٹھانا چاہے وہ ان کو پہچانتا ہے تا کہ جان لیں اور

فائدہ اٹھائیں جو شخص ان کو پہچاننے کے بعد بھی ان کی مخالفت کرے گا تو بڑا محروم ہوگا

(روح البیان رص:۶۰رج:۴)۔

بشریٰ کیا ہے

بلکہ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ولی کی معرفت اللہ کی معرفت سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اللہ پاک تو اپنے کمالات جلال وجمال قدرت کی وجہ سے معروف ہیں اور مخلوق ایک دوسرے شخص کو کھاتا پیتا چلتا آرام کرتا دیکھ کر دھوکہ کھاجاتے ہیں ان کا ظاہر احکام شریعت سے مزین ہوتا ہے اور باطن توجہ الی اللہ کے انوار سے مشغول ہوتا ہے **لهم البشرى في الحياة الدنيا وفي الأخرة** ان کیلئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی یہ اس بات کا بیان ہے جو اللہ پاک نے ان حضرات کو عنایت فرمائی ہے اپنی خاص نعمت ورحمت کرامت واعزاز بشری کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ نقد دنیا میں ان کو یہ انعام ملا کہ لوگوں کے اندر ان کی تعریف وتوصیف اور ذکر جمیل جاری ہوگیا اور ان کی محبت ان کو حاصل ہوئی جس کو ایک دوسری آیت میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ	اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ
الرَّحْمٰنُ وُدًّا (سورۂ مریم آیت:۹۶)۔	ان کیلئے محبت پیدا کردے گا۔

یہ تفسیر شیخ ابوالسعود نے کی ہے۔

اور کہا گیا کہ بشارت سے مراد وہ ہے جو اللہ پاک نے قرآن کریم میں ان کیلئے

فرمائی جگہ جگہ اپنی کتاب مقدس میں اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ سچے خواب جو ایک مومن دیکھتا ہے یا اس کو دکھائے جاتے ہیں دوسرے مسلمان کے بارے میں وہ بشارت ہیں ان اچھے خوابوں کو نبوت کا چھیالیس واں حصہ فرمایا گیا ہے جس سے دیکھنے والے یا جس کے بارے میں دیکھا جا رہا ہے بڑی بشارت ہوتے ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے۔

سچے خوابات

الرویاء الصالحة اور کہیں ہے **الرویاء الصادقة من الرجل الصالح جزء من ستة واربعین جزأ من النبوة** اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے مکہ معظّمہ میں بعد النبوۃ ۱۳؍سال قیام فرمایا اور مدینہ پاک میں دس اور پوری مدت وحی ہوئی ہے ۲۳؍سال اور شروعات میں وحی سے قبل ۶؍سال سچے خوابوں کا سلسلہ رہا تا کہ آپ کو عالم ملائکہ سے انسیت پیدا ہو جائے اور قوی بشریہ اچانک فرشتوں کے آنے سے گھبرا نہ جائے تو یہ سچے خوابات بشری ہوئے اور بعض نے فرمایا بشری سے وہ بشارت ہے جو بوقت موت فرشتے رحمت الٰہی لیکر مومن کے پاس آتے ہیں اور آخرت میں فرشتے ایمان والوں کا فوز بالجنۃ اور متعدد کرامتوں اور نعمتوں کے ساتھ استقبال کریں گے اور ان کے چہرے سفید ہوں گے ان کو ان کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ملے گا اور ہر جگہ پر ان کو بشارت ملے گی اور خوشیاں حاصل ہوں گی۔

سب سے بڑی بشارت دوام رضاء باری ہے

اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ بشارت دینا اللہ پاک کی ملاقات کا وعدہ ہے جس کیلئے عشاق بے قرار ہیں اور مجاہدات وعبادات کرتے ہیں اور مژدہ آخرت اس

وعدہ کا تحقق ہونا ہے (روح البیان ص:۶۱ ج:۴) اور بعض علماء نے فرمایا دنیا میں سرور مجاہدہ اور عقبیٰ میں نور مشاہدہ دنیا میں قلب کی صفائی آخرت میں رضاء الٰہی وملاقات سبحان اللہ۔

فوز عظیم کیا ہے

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آخرت میں بشارت یہ ملے گی کہ محبوب حق جل شانہ عم نوالہ کے چہرہ اقدس سے پردہ اٹھے گا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے اور یہ لقاء وزیارت سب سے بڑی بشارت ہوگی جس کو اللہ پاک نے فرمایا:

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (سورہ توبہ آیت:۲۱،۲۲)۔	ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغوں کی کہ ان کیلئے ان میں دائمی نعمت ہوگی ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔
عن أبي سعيد الخدري ؓ قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله يقول لأهل الجنة يا أهل الجنة يقولون لبيك ربنا وسعديك	اور حدیث شریف میں ہے کہ جب اہل جنت جنت میں مزے کرتے ہوں گے اللہ پاک تجلی فرمائیں گے اور یہ خاص لطف وکرم عنایت ورحمت کی تجلی ہوگی اور ارشاد فرمائیں گے اے میرے بندوں کیا کچھ باقی ہے ان سب کے بعد جو دیا گیا ہے عرض کریں گے اے ہمارے رب اور کیا باقی رہ گیا ہے

فیقول هل رضیتم	آپ نے ہمیں جہنم سے نجات دی اور اپنی
فیقولون ومالنا	رضوان کی جگہ داخل فرمادیا اور اپنے جوار خاص
لانرضی وقد	میں اتار دیا اور اپنے کرم کا لباس ہمیں پہنا دیا
اعطیتنا مالم تعط	اور اپنی ذات پاک کا ہمیں دیدار کرادیا جو سب
احدا من خلقک	سے بڑھ کر ہے، حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے
فیقول فانا أعطیکم	ہاں ایک چیز باقی رہ گئی ہے بندے عرض کریں
أفضل من ذلک	گے ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اب کیا باقی
قالوا یارب وأی شیء	رہا ہے فرمائیں گے حق تعالیٰ شانہ میری ہمیشہ کیلئے
أفضل من ذلک	رضامندی باقی ہے داخل ہو ضرور ہو گئے اب میں تم
فیقول أحل علیکم	سے ہمیشہ ہمیش کیلئے راضی ہوں کبھی تم پر ناراض نہ
رضوانی فلا أسخط	ہوں گا اس سے زیادہ حلاوت والا کلام کوئی نہ ہوگا
علیکم بعده أبدا (رواہ	اور اس سے بڑی لذیذ بشارت بھی کوئی نہ ہوگی
البخاری رص:۹۶۹رج:۲)۔	سبحان اللہ العظیم۔

یہ بشارت فوز عظیم ہے جس کو فرمایا: **ذلک هو الفوز العظیم** اللہ پاک ہمیں اس کا مستحق بنادے اپنے لطف خاص سے۔

جاننا چاہئے کہ ولایت دو قسم پر ہے عام اور یہ مشترک ہے تمام اہل ایمان کے درمیان کہ سب ایک درجہ میں اللہ کے ولی ہیں جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا:

اَللّٰـهُ وَلِـيُّ الَّـذِيْنَ	اللہ پاک سب ایمان والوں
اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ	کے دوست ہیں ان کوظلمت کفر وشرک
اِلَى النُّوْرِ ؕ (سورۂ بقرہ آیت:۲۵۷)۔	سے نور ایمان وتوحید میں نکالتے ہیں۔

ولایت دوقسم پر ہے

اور ایک ولایت کا خاص مقام ومرتبہ ہے اوران لوگوں کو عطا ہوتا ہے جو واصل الی اللہ ہیں ارباب سلوک میں سے اور ولایت نام ہے بندہ کا حق تعالیٰ کی مرضیات میں فنا ہونے کا اوراس کی مرضی کے ساتھ بقاء کا اور ولایت کیلئے کرامات شرط نہیں ہیں کیونکہ کرامات تو ان لوگوں کو بھی مل جاتی ہیں جو دوسری ملت کے لوگ ہیں ہاں کرامات قلبیہ جیسے علوم الٰہیہ اور معارف ربانیہ ہیں یہ صرف خاص اہل اللہ کو عطا ہوتی ہیں، یہ کرامتیں جس بندہ کو مل جائیں وہ اللہ پاک کا خاص ولی بندہ ہے جیسا کہ حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ ابو مدین مغربیؒ اوران جیسے دوسرے اکابر اعلام ہیں اللہ پاک نے ان حضرات کو خاص علوم ومعارف حقائق وغوامض الٰہیہ سے نوازا تھا حضرت اقدس مجدد الف ثانیؒ کا بھی یہی حال تھا اور رہی کرامات تکوینیہ جیسے پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، مسافت بعیدہ کو قلیل مدت میں پورا کر لینا وغیرہ یہ تو غیر مسلم لوگوں جیسے راہبوں اور جوگیوں سے بھی ثابت ہیں یہ مدار ولایت نہیں ہیں بلکہ استدراج کے طور پر ان لوگوں سے صادر ہوتی ہیں جن سے اللہ پاک ان کو گمراہ کر دیتے ہیں۔

نبوت سلطنت کے مانند ہے ولایت وزارت کے مانند ہے

نبوت ورسالت ایک عظیم الشان سلطنت کے مانند ہے جو اختصاص الٰہی سے تعلق رکھتی ہے اس میں بندہ کے کسب واختیار کو دخل نہیں ہے، اور ولایت ایک وزارت الٰہی ہے اس میں بندہ کی محنت وکسب مجاہدہ کو دخل ہے جیسا کہ وزارت کے حصول کیلئے محنت کی جاتی ہے اسی طرح ولایت کے حصول کیلئے کوشش کی جاتی ہے اور حقیقت میں تو دونوں ہی اختصاص الٰہی سے تعلق رکھنے والی اشیاء ہیں جو خاص فیضان الٰہی اور لطف ربانی سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کا ظہور بتدریج ہوتا ہے جبکہ اس کے شرائط واسباب پائے جائیں اسی وجہ سے ایک محجوب العقل انسان اس کو کسبی سمجھ لیتا ہے ولایت کا ابتدائی مرحلہ وہ سفر من الحق الی الحق عزوجل ہے یعنی مخلوق سے خالق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور باطنی فرار اختیار کرے اور ظاہری اشیاء سے اغیار رب سے اپنا تعلق وعشق ختم کرے اور قیود دنیویہ سے خلاصی حاصل کرے اور دنیا کے پردوں سے باہر نکلے اور منازل قرب الٰہی مقامات روحانی کی محنت میں لگ جائے تاکہ مراتب اخرویہ اور درجات عالیہ تک پہنچے اور یہ کیفیت محض علم رسمی ظاہری سے کسی شخص کو حاصل نہیں ہوتی اور نہ اس کو ارباب مقامات میں شامل کرنی ہے بلکہ تجلی حق اس پر متجلی ہوتا ہے جو اپنا نام ونشان مٹاتا ہے اور چونکہ اس میں مراتب الگ الگ ہیں اور یہ سب یقین پر مدار رکھتے ہیں اور یقین کا معاملہ علم الیقین ،عین الیقین اور حق الیقین پر تقسیم ہے اس لئے اولیاء اللہ کے درجات بھی الگ الگ ہیں۔

اولیاء اللہ میں فرق مراتب کیوں ہوتا ہے

علم الیقین معاملہ کو اس حقیقت کے ساتھ جاننا اور ماننا ہے، عین الیقین اس کا مشاہدہ کرنا ہے اور حق الیقین میں فناء ہو کر بقاباللہ حاصل کرنا ہے حالی اور شہودی طور پر نہ صرف علمی طور پر یہ اولیاء اللہ کی شان ہے اور ولایت کے کمالات کی کوئی انتہاء نہیں ہے اسی لئے اولیاء اللہ کے مراتب بھی غیر متناہی ہیں اور اس کا صحیح طریقہ توحید باری اور تزکیۂ نفس ہے، اخلاق ذمیمہ سے اور اغراض دنیویہ سے نفس کو پاک کرنا ہے اور اس راستہ میں مجاہدہ کرنا ہے جو شخص طریق حق میں مجاہدہ کرتا ہے وہ اپنے کو زمرۂ اولیاء میں داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جو شخص خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے تو اپنے آپ کو اعداء اللہ میں شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کیلئے شیخ کامل سے وابستہ ہونا ضروری ہے اور اس کی مرضی میں فنا ہونا کیونکہ مرید اسی کا نام ہے جو اپنا ارادہ و مرضی اپنے شیخ کی مرضی میں فنا کر دے اور جو اپنے ارادہ اور اپنی مرضی پر چلتا ہے وہ مرید نہیں ہے، پس مؤمن کیلئے مناسب ہے کہ اولیاء اللہ کی سیرت و احوال کے حصول میں سعی بلیغ کرے کہ ان کا طریق بہترین طریق ہے ان کے احوال عمدہ احوال ہیں اور ان کے اعمال اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق ہیں اور کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ان سے محبت کرے اس لئے آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی، لہذا جو شخص ان کے ساتھ حشر چاہتا ہو تو ان سے محبت کرے اس جہت سے ان کے زمرہ میں داخل ہوسکتا ہے (روح البیان رص:۱۳ رج:۴)۔

اس مضمون کی تائید ان احادیث شریفہ سے بھی ہوتی ہے۔

(۱)عـن أنـــس بـن مـالکؓ قـال: قـال رسول الله صـلـى الـله عليه وسلم المرء مـع مـن أحـب ولـه مااكتسب

(ترمذی شریف،ص:۶۴، ج:۲)۔

(۲) عـن أنسؓ انه قال جاء رجل إلى رسول الله صلى الـلـه عليه وسلم فقال يا رسول الـله متىٰ قيام الساعة فقام النبى صـلـى الـلـه عـلـيـه وسلم إلى الصلوة فلما قضى صلاته قال أيـن السـائـل عـن قيام الساعة فـقـال الـرجل أنا يا رسول الله قال مأأعددت لها قال يا رسول الـله ما أعددت لها كبير صلوة ولا صـوم ألاإنـي أحـب الـلـه ورسوله فقال رسول الله صلى

حضرت انس ابن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جسے وہ پسند کرے گا اور اسے اپنے کئے ہوئے عمل کا ہی اجر ملے گا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی، آپ ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوگئے اور جب فارغ ہوئے تو پوچھا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا میں ہوں یا رسول اللہ، فرمایا تم نے قیامت کیلئے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا میں نے اس کی تیاری میں لمبی لمبی نمازیں اور بہت زیادہ روزے تو نہیں رکھے ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا قیامت

الـلـه عـليه وسلم المرء مع من أحب وأنت مع من أحببت فما رايت فـرح الـمسـلـمون بعد الإسـلام فـرحهـم بهـا هـذا حـديـث صـحيـح (ترمذی شریف رص:۶۴رج:۲)۔

کے دن ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور تم بھی اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو، راوی کہتے ہیں میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد اس بات سے زیادہ کسی چیز سے خوش ہوتے نہیں دیکھا۔

(۳)عـن صـفـوان بـن عسّالؓ قال: جاء أعرابی جهوری الـصـوت فـقـال يامحمد الرجل يـحب القوم ولمايلحق بهم فقال رسول الـله صلى الله عليه وسلم المرء مع من أحب هذا حديث صحيح (ترمذی شریف رص:۶۴رج:۲)۔

حضرت صفوان ابن عسالؓ کہتے ہیں کہ ایک بلند آواز والا دیہاتی آیا اور عرض کیا اے محمد! اگر کوئی آدمی کسی قوم سے محبت کرتا ہو لیکن عمل میں ان کے برابر نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

أحـب الصالحين ولـسـت مـنهـم لـعل الـلـه يرزقني صلٰحا۔

میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اور میں ان میں سے نہیں ہوں، ہو سکتا ہے اللہ مجھے بھی نیک بنادے۔

حضرت امام زین العابدینؒ سے مروی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تین چیزیں تین چیزوں میں چھپارکھی ہیں (۱) اپنی رضامندی اپنی اطاعت میں چھپارکھی

ہے لہذا کسی خیر و بھلائی اطاعت الٰہی کی بات کو حقیر نہ سمجھو ممکن ہے کہ رضا الٰہی اس میں چھپی ہو (۲) اپنی ناراضگی معصیت و ناراضگی میں چھپا رکھی ہے لہذا کوئی معصیت نہ کرو معمولی سمجھ کر شاید اللہ کی ناراضگی اس میں چھپی ہو (۳) اپنی ربوبیت مخلوق میں چھپا رکھی ہے لہذا کسی کو حقیر نہ سمجھو شاید وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو (تفسیر امدادی رص: ۱۲۵)۔

صحابہ کرامؓ جیسا ایمان مطلوب ہے

اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے:

وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○ (بقرہ)۔

ترجمہ: اور جب ان سے (منافقین سے) کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ مخلص لوگ (صحابہؓ) ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے ہیں کیا ہم بھی ایمان لائیں جیسا کہ یہ بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ خبردار یہی بے وقوف لوگ ہیں لیکن ان کو معلوم نہیں ہے۔

تشریح: تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں ''الناس'' سے حضرات صحابہ کرام مہاجرین وانصارؓ مراد ہیں (کذا فی الوسیط ج ا رص ۸۹)۔

معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ جیسا ایمان مطلوب ہے اور وہ حضرات معیار کامل ہیں تب ہی تو ان کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اور ان جیسے ایمان کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ صحابہ کرامؓ کو بے وقوف کہنے والا خود بے وقوف اور جاہل ہے، قرآن پاک

کی نظر میں یعنی اللہ پاک کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے۔

فائدہ نمبر:۱) مراد قدیم الاسلام صحابہ کرامؓ ہیں مہاجرین وانصار میں سے جنہوں نے اسلام میں سبقت فرمائی دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی کعبۃ اللہ کی طرف بھی جب وہ قبلہ تھا اور بیت المقدس کی طرف بھی جب وہ قبلہ بنایا گیا سولہ سترہ ماہ کیلئے، پھر ہمیشہ کیلئے کعبۃ اللہ ہی قبلہ قرار دیا گیا ہے، غزوہ بدر میں شرکت کی اور وہ انصار میں سے وہ حضرات جو بیعت عقبہ میں شریک ہوئے جو سات افراد تھے اور دوسری بار عقبہ میں شرکت کی اور یہ ۷۰/افراد تھے اور وہ جو ان کے بعد اسلام میں داخل ہوئے **والذین اتبعوھم باحسان** اور جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی اس میں سارے ہی صحابہ کرام اور جو بھی ان کے متبعین ہوں گے بعد کے مسلمانوں میں سے قیامت تک وہ سب شامل ہیں اس اعتبار سے تمام صحابہ کرامؓ مہاجرین وانصار السابقون الاولون کا مصداق ہیں **بالنسبة الی سائر المسلمین** ،دوسرے تمام مسلمانوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے اللہ پاک نے ان سب کیلئے بشارت دی ہے یہ فرما کر **رضی اللہ عنھم ورضوا عنه**۔

کہ اللہ پاک ان سے خوش ہوا اور وہ اللہ پاک سے خوش ہوئے اور ان کے بہشتی باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ ہمیش اس میں رہا کریں گے اور یہ بڑی بھاری کامیابی ہے اس سے زیادہ کوئی کامیابی نہیں ہوسکتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے چالیس سال نبوت ورسالت سے قبل مکہ شریف میں گذارے پھر وحی کا سلسلہ شروع ہوا چالیس سال کی عمر میں ایک جماعت نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور اسلام لائے کفار مکہ عداوت پر تل گئے اور مظالم توڑنے

لگے مسلمانوں پر ان کو سابق دین میں واپس کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ایسی مجبوری میں صحابہ کرام کو حبشہ ہجرت کرنے کا مشورہ دیا اس وقت وہاں کا بادشاہ نجاشی تھا تقریبا ۸۰؍صحابہ نے وہاں ہجرت فرمائی ۵ ؁ نبوی میں یہ پہلی ہجرت تھی پھر بیعت عقبیٰ اول ثانیہ میں ایک جماعت انصاری حضرات نے بیعت فرمائی عقبہ اولی ۱۱ ؁ نبوی اور عقبہ ثانیہ ۱۲ ؁ نبوی منعقد ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کو مدینہ پاک آنے کیلئے درخواست کی اور ہر طرح تعاون ونصرت کا مضبوط قول وقرار کیا اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے باذن اللہ حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ مدینہ پاک ہجرت فرمائی اس درمیان میں رسول اللہ ﷺ نے انصار کی تعلیم وتبلیغ کیلئے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا تھا تا کہ ان کو قرآن کریم اور دیگر اسلام کی باتوں کی تعلیم وتبلیغ کریں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور بہت سے حضرات پہلے ہی جا چکے تھے، حضرات انصار نے اپنا کیا ہوا وعدہ بڑی مضبوطی کے ساتھ نبھایا اور اس پر قائم ودائم رہے اور کسی وقت کوئی کمی نہ چھوڑی سبحان اللہ، اور اسی وجہ سے اللہ پاک نے ان کی جگہ جگہ تعریف فرمائی اور رحمت عالم ﷺ نے بھی ان کی مدح وتعریف فرمائی اور ان حضرات کی محبت ایمان کا اہم جز قرار پایا۔

عن أنسؓ قال عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اٰیة الإیمان حب الأنصار واٰیة النفاق بغض الأنصار (بخاری شریف ص: ۷؍ باب علامۃ الایمان حب الانصار)۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انصار کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

سبحان اللہ اس قدر اونچا مقام ومرتبہ ان حضرات کو حاصل ہوا ان کے صدق وخلوص اور انتہائی درجہ وفا داری کی وجہ سے ان کی وفا داری کی داستانوں سے واقعات لبریز ہیں جن سے ایمان تازہ ہوتا ہے پھر تحویل قبلہ کا واقعہ پیش آیا ہجرت کے ۱۸ر سال گزر جانے پر اور اسی ۲ھ میں واقعہ عظیم بدر پیش آیا جو ایمان سے لبریز اسلام کے عظیم الشان معرکوں میں سے ایک معرکہ ہے اور وہ بھی رمضان المبارک میں پھر ۳ھ میں واقعہ احد پیش آیا ۴ھ میں غزوہ قینقاع وغیرہ ۵ھ میں واقعہ خندق ہوا جس کو واقعہ احزاب بھی کہا جاتا ہے ۶ھ میں واقعہ حدیبیہ ہوا ۷ھ میں واقعہ بیعت الرضوان پیش آیا ۸ھ میں فتح مکہ کا عظیم معرکہ ہوا، واقعہ حنین وغیرہ بھی ۹ھ میں آخری معرکہ تبوک پیش آیا ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کا عظیم الشان سفر روحانی مع عشاق الٰہی حج فرمایا اور امت کو الوداع فرمایا ۱۱ھ میں اپنے رب محبوب کے دیدار کے لئے تشریف لے گئے اور امت کو قرآن وحدیث کے عظیم المرتبہ تحفوں کے ساتھ حضرات صحابہ کرام خلفاء راشدین جیسے رفقا مرحمت فرما گئے اور ایک بہترین مجمع راستہ پر جو بہت صاف وروشن ہے جس میں تاریکی نام کی چیز نہیں ہے چھوڑ گئے اور فرمایا **ترکتکم علی الملة البیضاء لیلها کنها رها سواء** میں نے تم کو ایک روشن ملت پر چھوڑا ہے جس کے رات دن برابر ہیں کوئی الجھن اور پریشانی نہیں ہے قرآن وحدیث کو مضبوطی سے پکڑے رہنا کوئی تمہیں گمراہ نہ کرسکے گا۔

تـركـت فيـكـم أمـريـن لن تضلوا هما أن تـمسـكـتم بها كتاب الله وسنتي (ترمذی شریف)۔	میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان پر جمے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوسکو گے وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

یہ فضیلت اس امت کے ساتھ خاص ہے رسول اللہ ﷺ کی برکت سے اسی لئے روایت میں ہے **نحن الآخرون السابقون** ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے آخری ہیں مگر جنت میں جانے کے اعتبار سے سابقون اولون ہیں دوسری امتوں سے پہلے یہ امت اپنے محبوب نبی ﷺ کی جلوہ گری اور رفاقت باسعادت میں داخل ہوگی سبحان اللہ العظیم۔

مسابقت کرنے والا کون ہے

حکایت: شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں جلدی جامع مسجد میں نماز کیلئے جایا کرتا تھا پھر بھی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی کہہ رہا ہے اے جنید تم بعد میں آئے ہو اگلی مرتبہ جمعہ کے دن میں اس وقت سے بھی پہلے گیا پھر یہی آواز آئی اے جنید تم بعد میں آئے ہو یہاں تک کہ اس سے اگلے جمعہ کو میں فجر میں جا پہنچا اور یہ نیت کی کہ جمعہ پڑھ کر نکلوں گا پھر میں نے یہی آواز سنی اللہ اکبر میں نے کہا یہ کیا قصہ ہے میں نے اللہ پاک سے پوچھا کون ہے جو مجھ سے آگے رہتا ہے اس قدر جلدی کرنے کے باوجود ایسا محسوس ہوا کوئی کہہ رہا ہے وہ ہے تجھ سے سبقت کرنے والا جو مسجد کے کنارہ سے سب سے اخیر میں نکلتا ہے میں جمعہ پڑھ کر بیٹھ گیا یہاں تک کہ عصر بھی پڑھ لی جماعت کے ساتھ پھر وہاں بیٹھ گیا یہ دیکھنے کیلئے کون ہے آخر جو سب

سے بعد میں نکلتا ہے معلوم ہوا کہ ایک بوڑھا شخص ہے میں نے اس سے ملاقات کی اور لپٹ گیا اس سے پوچھا اے شیخ تم جماعت میں کب آتے ہو کہا زوال کے وقت میں نے کہا تم مجھ سے سبقت لے جانے والے آدمی کس طرح سے ہو کہنے لگا اے جنید میں جب مسجد سے نکلتا ہوں تو فوراً نیت کر لیتا ہوں کہ سب سے پہلے مسجد آؤں گا اگر زندہ رہا تو، میں نے کہا ٹھیک ہے میں نے جان لیا کہ مسابقت ہمتوں سے ارادوں سے نیتوں سے بھی ہوسکتی ہے کچھ عمل ہی پر موقوف نہیں ہے (روح البیان/ص:۴۹۳/ج:۳)۔

ایمان والوں کے ساتھ اللہ پاک کا معاہدہ کیا ہے

اِنَّ اللّٰـهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ o يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْـلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْـدًا عَـلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْـجِيْـلِ وَالْـقُـرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰـى بِـعَهْـدِهٖ مِـنَ اللّٰـهِ فَـاسْتَبْشِـرُوا بِبَيْـعِكُمُ الَّذِيْ بَـايَـعْتُـمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o (سورہ توبہ آیت:۱۱۱)۔

بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

فائدہ: امام محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں جب حضرات انصارؓ نے لیلۃ عقبہ

میں مکہ مکرمہ میں بیعت کی رسول اللہ ﷺ کے دست حق پرست پر اللہ اوران کے رسول کی اطاعت پراس وقت ۷۰ یا ۷۴ر افراد تھے سب کے سب مدنی حضرات تھے ان میں سے حضرت عبداللہ بن رباحہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اپنے رب کیلئے اورخود اپنے لئے کوئی شرط لگائیے جس کو ہم پورا کریں فرمایا کہ رب کیلئے یہ بات شرط کرتا ہوں کہ صرف ان کی ہی عبادت کرنا ان کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ کرنا اور اپنے لئے یہ شرط کرتا ہوں کہ جس طرح تم اپنی جانوں کی اوراپنے مالوں کی پوری طرح حفاظت کرتے ہومیری بھی اسی طرح حفاظت کرنا ،عرض کیا اس کے کرنے پر ہمیں کیا ملے گا فرمایا کہ تمہارے لئے جنت ملے گی عرض کیا یہ تو بہت اچھی بیع ہے یہ سودا تو بہت اچھا ہے ہم اسی پر قائم ودائم رہیں گے کبھی اس کے خلاف نہ کریں گے اوراس معاہدہ کو نہ چھوڑیں گے نہ اس کو فسخ کریں گے نہ اس کے خلاف کریں گے۔

آں بیع را کہ روز اول باتو کردہ ایم اصلا دراں حدیث اقالہ نمیرود

اس بات پر آیت بالا نازل ہوئی (بغوی رص:۳۲۹رج:۲رروح البیان رص:۵۱۲رج:۳)۔

کہ اللہ پاک نے ایمان والوں سے نہ کافروں اورمنافقوں سے ان کی جانوں اور مالوں کوخرید لیا اس بات کے عوض خرید لیا کہ ان کو جنت ملے گی اور خدا تعالیٰ جان ومال بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جانوں اور مالوں کو مرضیات الٰہیہ پر خرچ کریں گے جوبھی وقت کا تقاضہ ہوگا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ غور سے سنو کہ یہ بہترین نفع بخش اللہ کا سودا ہے ایک معاہدہ رب ہے اس پر مومن کے ساتھ جو روئے زمین پر ہے وہ اس

معاہدہ میں اور سودے میں داخل ہے اور اس بیعت کو ایک معاہدہ مالیہ کے ساتھ تشبیہ دیکر سمجھایا گیا ہے، حضور پاک ﷺ کی جانب سے ثواب کا وعدہ اور امت کی طرف سے اطاعت کا وعدہ ہے، اگر کوئی کہے کہ مال و جان بندہ کی خود اللہ پاک کی ملکیت ہے اور کوئی اپنی ایک مملوک کو اپنی دوسری مملوک شے سے کیسے خرید سکتا ہے، علی سبیل التحریض علی الجہاد ہے جب بندہ کی جان اور مال خود اس کی نہیں ہے اللہ کی امانت ہے تب تو بدرجہ اولی رحمٰن تعالیٰ کی مرضی پر قربان ہونا چاہئے، اس تعبیر میں ایک قسم کا تلطف ہے اللہ پاک کی مہربانی ولطف کا اظہار ہے اور اس کو بڑے پیار ومحبت کے ساتھ اطاعت بدنیہ مالیہ کی دعوت پر بلایا گیا ہے، جیسا کہ باری عزاسمہ نے ایک جگہ فرمایا: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یہاں صدقہ کو قرض سے تعبیر کرنا برائے تحریض ہے اور صدقہ زکوٰۃ پر ابھارنے کے لئے ہے، کیونکہ قرض کا لوٹانا واجب سمجھا جاتا ہے بعینہ گویا اللہ پاک بھی عبادت کرنے والے کا ثواب لوٹا کر رہیں گے یہی اس کے اعمال کا بدلہ ہوگا۔

اسی طرح اشتراء قبول کرنے سے کنایہ ہے کہ اللہ پاک ایمان والوں کی جان کا نذرانہ شہادت فی سبیل اللہ اور مال کا نذرانہ زکوٰۃ وصدقات اور دوسرے مصارف مالیہ جوانہوں نے اللہ کیلئے خرچ کئے ہیں قبول فرما کر ان کا عوض جنت میں ضرور دیں گے گویا اللہ پاک بمنزلہ مشتری ہیں اور مومنین بمنزلہ بائع ہیں اور ان کا بدن اور مال بمنزلہ مبیع ہے جس کو خریدا اور بیچا جارہا ہے یہ بہترین عقد ومعاہدہ ہے اور جنت اس کا ثمن ہے اللہ پاک نے اس کا عکس نہیں فرمایا کہ اللہ پاک جنت کو بیچ رہے ہیں جانوں اور مالوں کے

عوض تا کہ پتہ چل جائے مقصد اس عقد اور معاملہ میں جنت ہے اور جانیں اور مال وسیلہ ہیں جنت کے اللہ پاک سے حصول کا۔

حضرت جعفر صادقؓ نے کیا خوب فرمایا کہ ابن آدم اپنی قدر پہچان کہ اللہ پاک نے تیری قدر پہچانی اور سوائے جنت کے اور کسی عوض کو تیرے لئے پسند نہ کیا بعض اسلاف نے فرمایا کہ نفس سرمایہ شرور اور مال سبب طغیان وغرور ہے ان دو ناقص اور معیوب چیزوں کو خدا کی راہ میں صرف کرنے سے بہشت جاودانی جو ہمیشہ باقی رہنے والی شئے ہے حاصل ہو جاتی ہے جو انتہائی مرغوب شئے ہے۔

مثنوی شریف میں حضرت رومیؒ فرماتے ہیں:

خویشتن نشناخت مسکین آدمی — از فزونی آمد و شد در کمی
خویشتن را آدمی ارزاں فروخت — بود اطلس خویش را بردلق دوخت

تفسیر کبیر میں ہے کہ بعض حضرات نے حکایت نقل کی ہے کہ شیطان لعین نے اس آیت کو لیکر رب العزت والجلال سے جھگڑا کیا کہ آپ نے بندوں کے نفوس اور اموال لیکر جو جنت کا وعدہ کر لیا ہے حالانکہ لوگوں کے نفوس اور اموال بہت گھٹیا اور معیوب ہیں اور مسئلہ ہے کہ جب کوئی مشتری گھٹیا چیز خرید لیتا ہے تو معیوب شئے کو واپس کر دیا کرتا ہے یہ آپ کی شریعت کا مسئلہ ہے اور آپ سے عدل کا تقاضہ ہے، حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا لعین تو میری شریعت سے جاہل ہے اور میرے عدل وفضل سے بھی ناواقف ہے جب کوئی مشتری عیب دار چیز خریدتا ہے اس کے عیب کو جانتے ہوئے

بیچنے والے نے بتادیا تھا کہ یہ عیب دار ہے تب بھی اس نے خریدا تو اب اس کیلئے اس کی واپسی جائز نہیں ہے کسی کے بھی مذہب میں، یہ سن کر شیطان مردود دور ہٹ گیا اور نہایت شرمندہ ورسوا ہوا، بس حق تعالیٰ شانہ نے جب ہم جیسے معیوب لوگوں کے نفوس اوراموال کو خریدلیا تو امید ہے کہ ان کے کرم ولطف سے کہ وہ اس کو رد نہ کریں گے اور اپنی رحمت وعنایت کا معاملہ فرمائیں گے (روح البیان/ص:۵۱۴/ج:۳)۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

تو بعلم ازل مرا دیدی   دیدی آنکہ بعیب بخریدی

تو بعلم آں ومن بعیب ہماں   رد مکن آنچہ خود پسندیدی

یقاتلون فی سبیل اللہ الخ یہ فرمان اس عقد کی تشریح ہے کہ کیسے ایمان والوں نے اپنے نفوس اوراموال کو بیچا ہے، جواب یہ ہے کہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں قتال کرتے ہیں اللہ کے دشمنوں سے اللہ کے دین کے معاملہ میں ہر طرح سے مقابلہ کرتے ہیں اوران کو قتل کرتے ہیں ایسے غزوہ کرنے والے حضرات غازی فی سبیل اللہ جنت میں ہوں گے اور خود بھی شہید ہو جاتے ہیں ایسے شہداء بھی جنت میں ہوں گے یہ اس قرأت پر ہے کہ معروف کا صیغہ مفعول پر مقدم ہے اوراگر مفعول مقدم ہو جیسا کہ بعض حضرات نے فرمایا ہے تو اب یہ معنیٰ ہوں گے کہ ان کو راہِ خدا میں شہید ہونا اپنے صحیح سالم رہنے سے زیادہ محبوب ومرغوب ہے اس قرأت کو حضرت حسن نے اختیار فرمایا ہے۔

امام لغت حضرت اصمعیؒ نے جعفر کے سامنے یہ شعر پڑھا:

اثا من بالنفس النفیسه ربها　　ولیس لها فی الخلق کلهم ثمن

بها تشتریٰ الجنات ان انابعتها　　بشیء سوا ها ان ذلکمو غبن

اذ ذهبت نفسی بشیء ا صیبه　　فقد ذهب الدنیا وقد ذهب الثمن

اور ابوعلی کوفیؒ نے یہ شعر پڑھا:

من یشتری قبة فی عدن عالیة　　فی ظل طوبی رفیعات مبانیها

دلا لها المصطفی والله بائعها　　ممن اراد وجبرئیل منادیها

جاننا چاہئے کہ جو اپنے نفس اور مال کو جنت کی طلب میں خرچ کر دے گا تو اس کو جنت ملے گی اور یہ جہاد اصغر ہوگا اور جو اپنے قلب و روح کو اللہ کی طلب میں فنا کر دے گا تو یہ جہاد اکبر ہوگا اس لئے تصفیہ قلب کا طریقہ اور اخلاق ذمیمہ کو بدل دینا اخلاق حسنہ سے یہ زیادہ مشکل ہے ظاہری دشمن سے مقابلہ کرنے سے، ایک دشمن ہے ظاہر کا اور ایک دشمن ہے باطن کا اور وہ نفس و شیطان ہے اور اس کی خواہشات باطلہ ہیں۔

وعدا علیه حقاً الخ وعدہ جنت کا برحق ہے ثابت ہے اور باقی ہے کہ اس میں کوئی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی ہے اور تاکیدی وعدہ توریت، انجیل، اور قرآن مجید میں مذکور ہوا ہے یعنی جس طرح اس امت کیلئے یہ وعدہ قرآن پاک میں مذکور ہوا ہے اسی طرح یہ وعدہ امت محمدیہ کے بارے میں توریت وانجیل میں بھی مذکور ہوا ہے یا مطلب یہ ہے کہ اس امت کے مجاہدین کیلئے جو وعدہ کیا گیا ہے دوسری امتوں کے مجاہدین فی سبیل اللہ کیلئے بھی یہ وعدے کئے گئے تھے کیونکہ جہاد کا قصہ دوسرے انبیاءؑ کے یہاں

بھی رہا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے واقعات جہاد، داؤدؑ کے واقعات طالوت وجالوت کے قصہ میں حضرت سلیمانؑ کا جہاد کا تذکرہ قرآن میں کیا گیا ہے اس آیت میں اس پر دلیل موجود ہے کہ دوسری امتوں کے مسلمان بھی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مامور تھے۔

قال الإمام البغوی / ص: ۳۲۹/ ج: ۳/ فیه دلیل علی أن أهل الملل کلهم أمروا بالجهاد علی ثواب الجنة (وکذا قال فی روح البیان/ ص: ۲۹۵/ ج: ۱)۔

اور اللہ پاک سے زیادہ اپنے وعدہ کو کون پورا کرنے والا ہے لہذا تم اس معاملہ پر جو اللہ پاک سے کیا گیا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے اللہ پاک اپنے وعدہ کو پورا کرنے پر پورے قادر ہیں بہ نسبت دوسرے کے وہ تو عاجز ہیں اللہ پاک کی توفیق ہی سے کرسکتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ موت کا معاملہ اللہ پاک کے یہاں طے شدہ ہے اس کا ایک حتمی فیصلہ ہر شخص کیلئے ہو چکا ہے نہ اس میں تقدیم ہوسکتی ہے نہ تاخیر جس کا جتنا وقت ہے اسی کو وہ پورا کرتا ہے۔

راہِ خدا کے فضائل

ایسا ہی رزق کا معاملہ ہے کہ وہ مقوم ہے جو مقدر میں ہے وہ مل کر رہے گا کوئی بھی ذریعہ بن جائے اور موت ہر ایک کو آنی ہے اللہ پاک نے فرمایا **کل نفس ذائقة الموت** ہر نفس کو ہر جاندار کو انسان ہو یا غیر انسان موت کا مزہ چکھنا ہے، قتل جہاد فی سبیل اللہ سے موت نہیں آتی موت تو انسان کو اس کے گھر پر بھی آنی ہے ایسا نہیں ہے کہ جہاد میں جا کر مر جائے اور گھر پر رہ کر بچ جائے جس کے بارے میں جس طرح طے ہو گیا

وہی ہوگا اللہ پاک ہمارے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے۔

عن ابی موسی اشعری ؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف (ترمذی شریف ص:۲۹۵ ج:۱)۔	ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے نیچے ہیں۔
عن یزید بن أبی مریم قال: لحقنی عبایة بن رفاعة بن رافع وأنا ماش إلی الجمعة فقال ابشر فإن خطاک هذه فی سبیل الله سمعت أبا عبس یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اغبرت قدماه فی سبیل الله فهما حرام علی النار (ترمذی شریف ص:۲۹۲ ج:۱)۔	یزید ابن ابو مریم کہتے ہیں کہ عبایہ ابن رفاعہ ابن رافع مجھے جمعہ کی نماز کیلئے جاتے ہوئے ملے تو فرمایا خوشخبری سن لو! تمہارے اللہ کی راہ میں اٹھنے والے یہ قدم میں نے ابوعبس سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوتے ہیں وہ آگ پر حرام ہوجاتے ہیں۔
عن خریم بن فاتک قال : قال رسول الله ﷺ من أنفق نفقة فی سبیل الله کتبت له سبعمائة ضعف (ترمذی شریف ص:۲۹٦ ج:۱)۔	حضرت خریم ابن فاتکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص جہاد میں خرچ کرتا ہے تو ایک کے بدلہ سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں سات لاکھ کا تذکرہ ہے اور شہدا اللہ پاک کے پاس زندہ ہیں اسی لئے ان شہیدوں کو مردہ کہنے کی صاف ممانعت ہے، فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ O (سورۂ بقرہ آیت: ۱۵۴)۔

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔

عن كعب بن مالكؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن أرواح الشهداء في طير خضر تعلق من ثمر الجنة أو شجر الجنة (ترمذی شریف/ص:۲۹۲/ج:۱)۔

حضرت کعب ابن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہداء کی روحیں سبز پرندوں میں جنت کے پھلوں میں سے کھاتی پھرتی ہیں۔

عن المقدام بن معديكرب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للشهيد عندالله ست خصال يغفرله في أول دفعة ويرى مقعده

حضرت مقدام ابن معدیکربؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس چھ انعامات ہیں: (۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے (۲) اسے اس کا جنت کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے (۳) عذاب قبر سے محفوظ اور قیامت کے دن کی

مـن الـجـنـة ويـجـار من عذاب الـقبر ويامن من الفزع الأكبر ويـوضـع عـلـى رأسـه تـاج الـوقـار اليـا قـوتـة منها خير من الـدنيـا ومافيها ويزوج اثنتين وسبـعيـن زوجة مـن الـحـور الـعيـن ويشـفع فى سبعين من اقاربه (ترمذی شریف رص:۲۹۵ رج:۱)۔

بھیانک وحشت سے مامون کردیا جاتا ہے (۴) اس کے سر پر ایسے یاقوت سے جڑا ہوا وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (۵) اور اس کی بہتر حوروں کے ساتھ شادی کردی جاتی ہے (۶) اورستر رشتہ داروں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

عـن أبى هريرةؓ قال: قال رسـول الـله صلى الله عليه وسلم مـايجد الشهيد من مس القتل الا كمايجد أحدكم من مس القرصة (ترمذی شریف رص:۲۹۶ رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید قتل کی صرف اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

عـن سهـل بـن سـعد أن رسـول الـله صلى الله عليه وسلم قـال: ربـاط يـوم فـى سبيل الـلـه خير من الدنيا وما عليها والروحة يـروحها العبد فى سبيل أوالغدوة خيـر من الدنيا وما عليها وموضع

حضرت سہل ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حدود کی ایک رات چوکی داری کرنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے پھر ایک صبح یا ایک شام اللہ کی راہ میں چلنا بھی دنیا ومافیہا سے

سوط أحدكم في الجنة خير من الدنيا وما عليها (ترمذی شریف ص:۲۹۶ رج:۱)۔

بہتر ہے اور جنت میں کوڑا رکھنے کی جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

حدثنا محمد بن المنكدر قال مر سلمان فارسي بشرحبيل بن السمط وهو في مرابط له وقد شق عليه وعلى أصحابه فقال ألا أحدثك يا ابن السمط بحديث سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بلٰى قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول رباط يوم في سبيل الله أفضل وربما قال خير من صيام شهر وقيامه ومن مات فيه وقي فتنة القبر ونمى له عمله إلى يوم القيامة (ترمذی شریف ص:۲۹۶ رج:۱)۔

محمد ابن منکدر کہتے ہیں کہ سلمان فارسی شرحبیل کے پاس سے گذرے وہ اپنے مرابط میں تھے جن میں رہنا ان کیلئے شاق گذر رہا تھا سلمان نے فرمایا اے شرحبیل کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہ سناؤں کہنے لگے کیوں نہیں فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ ایک دن اللہ کی راہ میں پہریداری کے فرائض انجام دینا ایک ماہ کے روزے رکھنے اور رات کو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے اور جو اسی دوران مر جائے اسے فتنۂ قبر سے نجات دیدی جائے گی اور اس کے نیک اعمال قیامت تک بڑھتے رہیں گے۔

عن بن عباسؓ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول عينان لاتمسهما النار عين بكت من خشية الله وعين باتت تحرس فى سبيل الله (ترمذی شریف رص:۲۹۳رج:۱)۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آنکھیں ایسی ہیں کہ انہیں آگ نہیں چھوسکتی ایک وہ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گذاردی۔

عن أنس بن مالكؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن أحد من أهل الجنة يسره أن يرجع إلى الدنيا غير الشهيد فإنه يحب أن يرجع إلى الدنيا يقول حتى أقتل عشر مرات فى سبيل الله مما يرى مما أعطاه الله من الكرامة (ترمذی شریف رص:۲۹۶رج:۱)۔

حضرت انس ابن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بھی دنیامیں واپس آنے کی خواہش نہیں کرے گا ہاں البتہ شہید ضرور اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ وہ دنیامیں واپس جائے، چنانچہ وہ کہے گا کہ میں اللہ کی راہ میں دس مرتبہ قتل کردیا جاؤں اوراس کی وجہ وہ انعام واکرام ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اس کوعطافرمائیں گے۔

عن أبى أمامة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ليس شیء أحب إلى الله من قطرتين وأثرين قطرة دموع من خشية الله و قطرة دم تهراق فى سبيل الله وأما الأثرأن فأثر فى سبيل الله وأثر فى فريضة من فرائض الله(ترمذی شریف رص:۲۹۶رج:۱)۔

حضرت ابوامامہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک دو قطروں اور دو اثروں سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ایک وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے آنسو بن کر نکلے اور دوسرا وہ خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہے جہاں تک اثروں کا تعلق ہے تو ایک وہ اثر جو جہاد میں چوٹ وغیرہ لگنے سے ہو اور دوسرا وہ جو اللہ کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرتے ہوئے ہو۔

عن أبى هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لقى الله بغير اثر من جهاد لقى الله وفيه ثلمة (ترمذی شریف رص:۲۹۶رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ سے جہاد کے اثر کے بغیر ملاقات کرے گا گویا کہ وہ اپنے دین میں کمی کے ساتھ اللہ رب العزت سے ملاقات کرے گا۔

عــن أبــی ســعیــد الخدریؓ قال : سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم أی الناس أفضـل قـال رجـل یـجاهد فی سبیـل الـلـه قالوا ثم من قال ثم مـؤمـن فـی شعب من الشعاب یتـقی ربه ویدع الناس من شره (ترمذی شریف رص:۲۹۵رج:۱)۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا شخص افضل ہے؟ فرمایا اللہ کی راہ کا مجاہد، عرض کیا گیا پھر؟ فرمایا وہ مومن جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو، اپنے رب سے ڈرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے دور رکھتا ہو۔

عـن أبـی هـریـرةؓ قال: سئل رسول الله صلی الله علیه وسـلم أی الأعمال أفضل وأی الأعـمـال خیـر قال إیمان بالله ورسـولـه قیـل ثم أی شیء قال الـجهاد سنام العمل قیل ثم أی شـیء یـارسول الله قال ثم حج مبرور (ترمذی شریف رص:۲۹۵رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل اور بہتر ہے؟ فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، عرض کیا گیا پھر؟ فرمایا: جہاد افضل ترین عمل ہے، عرض کیا گیا اس کے بعد؟ فرمایا: حج مقبول۔

عن سهل بن حنيف عن النبی صلی الله عليه وسلم قال من سال الله الشهادة من قلبه صادقا بلغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه (ترمذی شریف رص:۲۹۵رج:۱)۔

حضرت سہل ابن حنیفؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرے گا اللہ تعالیٰ اسکو شہید کے مراتب پر فائز فرمائیں گے خواہ وہ بستر پر ہی فوت ہو۔

عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ثلثة حق على الله عونهم المجاهد فی سبيل الله والمكاتب الذی يريد الأداء والناكح الذی يريد العفاف (ترمذی شریف رص:۲۹۵رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں کی معاونت اپنے ذمہ لی ہے ایک مجاہد فی سبیل اللہ، دوسرا مکاتب جو ادائیگی قیمت کا ارادہ رکھتا ہو، تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو پرہیز گاری کی نیت سے نکاح کرے۔

عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لايكلم أحد فی سبيل الله والله أعلم بمن

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے راستہ میں جہاد کرنے والوں میں سے زخمی ہونے والوں کو اچھی

یکلم فی سبیله إلا جاء یوم القیامة اللون لون الدم والریح ریح المسک (ترمذی شریف،ص:۲۹۵،ج:۱)۔

طرح جانتے ہیں اور کوئی زخمی مجاہد ایسا نہیں کہ قیامت کے دن خون کے رنگ اور مشک کی سی خوشبو کے ساتھ حاضر نہ ہو۔

عن أبی موسیٰؓ قال : سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الرجل یقاتل شجاعة ویقاتل حمیة ویقاتل ریاء فأی ذلک فی سبیل الله ؟ قال من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا فهو فی سبیل الله (ترمذی شریف،ص:۲۹۴،ج:۱)۔

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو ریا کاری، غیرت یا اظہار شجاعت کیلئے جہاد کرتا ہے کہ ان میں سے کون اللہ کی راہ میں ہے؟ فرمایا جو شخص اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرے وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

عن أبی هریرةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: انتدب الله عزوجل لمن خرج فی سبیله

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کیلئے جو اس کی راہ میں جہاد کرنے کو نکلے اور اس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے اور اس کے پیغمبروں کی تصدیق ہی نے جہاد پر آمادہ

لایخرجه إلا إیمان بی أوتصدیق برسلی أن أرجعه بما نال من أجر أوغنیمة أوأدخله الجنة ولو لا أن أشق علی أمتی ما قعدت خلف سریة ولوددت أنی أقتل فی سبیل الله ثم أحییٰ ثم أقتل ثم أحییٰ ثم أقتل (بخاری شریف رص:۱۰رج:۱)۔

کر کے گھر سے نکالا ہواس امر کا ذمہ دار ہوگیا ہے کہ یا تو میں اسے اس ثواب یا مالِ غنیمت کے ساتھ واپس کروں گا جو اس جہاد میں پایا ہے یا اسے شہید بنا کر جنت میں داخل کردوں گا اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو کبھی چھوٹے لشکر کے ہمراہ جانے سے بھی دریغ نہ کرتا کیونکہ میں یقیناً اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں۔

عن أنسؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم القتل فی سبیل الله یکفر کل خطیئة فقال جبرئیل إلا الدَّین فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم إلا الدَّین (ترمذی شریف رص:۲۹۳رج:۱)۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں قتل ہوجانا ہر گناہ کا کفارہ ہے، جبرئیلؑ نے فرمایا قرض کے علاوہ ، چنانچہ آپ ﷺ نے بھی فرمایا قرض کے علاوہ۔

عن أنسؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: مامن عبد يموت له عندالله خير يحب أن يرجع إلى الدنيا وأن له الدنيا وما فيها إلا الشهيد لما يرى من فضل الشهادة فإنه يحب أن يرجع إلى الدنيا فيقتل مرة أخرى (ترمذی شریف رص:۲۹۳رج:۱)۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی موت کے بعد اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ فرمائیں اور وہ دنیا میں واپس جانا پسند کرے اگرچہ اسے اس بھلائی (جنت کے عوض) دنیا ومافیہا عطا کردی جائے، ہاں البتہ شہید شہادت کی فضیلت اور مرتبہ کی وجہ سے ضرور یہ خواہش کرے گا کہ دنیا میں جائے اور دوبارہ قتل کردیا جائے۔

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عرض على أول ثلثة يدخلون الجنةشهيد وعفيف متعفف وعبداحسن عبادة الله ونصح لمواليه (ترمذی شریف رص:۲۹۳رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے وہ تین شخص پیش کئے گئے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، ایک شہید، دوسرا حرام سے بچنے اور شبہات سے پرہیز کرنے والا، اور تیسرا وہ بندہ جو اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے مالک کی بھی اچھی طرح خدمت کرے۔

ان باتوں کا ہر ایمان والے کے دل میں داعیہ اور جذبہ ہونا چاہئے جب اللہ پاک یہ موقع لائے تو اس کو غنیمت سمجھے اور پیچھے نہ ہٹے مرنا تو ویسے بھی ہے ایک نہ ایک دن تو پھر کیوں نہ اپنے رب کا سودا خرید اجائے اور اس معاہدہ پیغمبر کو جو جنہوں نے اللہ پاک کی جانب سے امت کیلئے کرلیا پورا کیا جائے۔

جنت کی عیناء مرضیہ کس کیلئے

حکایت لذیذہ: حضرت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ سے مروی ہے کہ اس درمیان میں کہ ہم ایک روز اپنی مجلس میں تھے اور اس کی تیاری کر رہے تھے کہ کب جہاد کے لئے نکلنا پڑ جائے میں نے اپنے ایک ساتھی کو کہا کہ یہ آیات: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ کی تلاوت کریں چنانچہ اس نے یہ دونوں آیتیں پڑھیں جس سے لوگوں کے دلوں میں جہاد وقتال کا شوق ابھرا اس درمیان میں ایک نوجوان لڑکا ۱۵/سال کی عمر کا تقریبا کھڑا ہوا جس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور اس نے میراث میں بہت مال و دولت چھوڑی تھی کہنے لگا کہ اے عبدالواحد بن زید کیا واقعی اللہ پاک نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور مال و دولت جنت کے عوض خرید لئے ہیں میں نے کہا بیشک میرے دوست ایسا ہی ہے، کہنے لگا کہ میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا نفس، اپنی جان، اپنا مال سب اللہ پاک کو بیچ دیا اور جنت خرید لی، میں نے کہا پیارے فرزند تلوار کی دھار بہت تکلیف دہ ہے تم ابھی چھوٹے بچے ہو برداشت نہ کرسکو گے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم صبر نہ کرپاؤ اور اس کام سے عاجز رہ جاؤ، کہنے لگا

اے عبدالواحد میں نے اللہ پاک سے یہ سودا کرلیا ہے پھراس کو پورا نہ کروں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، میں اللہ پاک کوبھی اس پر گواہ بنا تا ہوں۔

شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں میں نے جب اس کی یہ ایمان افروز باتیں سنیں تو ہم اپنے کو کمتر محسوس کرنے لگے اور ہم نے کہا یہ بچہ تو بہت زیادہ عقلمند ہے ہم تو اس کے سامنے بے عقل ہیں پھر وہ اپنا تمام مال ہمیں دے گیا اور سب چھوڑ گیا سب اس نے خیرات کر دیا، صرف ایک گھوڑا اور ہتھیار اور کچھ سامان و مال خرچ کیلئے ساتھ لیا جب نکلنے لگا مجاہدین کی جماعتوں کا پہلوان ہوا سب سے پہلے وہ ظاہر ہوا اور میدان میں تیار ہوکر آیا اور اس نے کہا السلام علیکم شیخ عبدالواحد بن زیدؒ نے جواب دیا وعلیکم السلام کہنے لگا کہ بیع اور یہ مجاہدہ انشاء اللہ کامیاب ہوگا پھر ہم دشمن کی طرف چلدئے اور وہ نوجوان ہمارے ساتھ تھا اور اس روز وہ روزہ سے تھا راتوں کو اللہ پاک کی عبادت کیا کرتا تھا اور ہماری سب کی خدمت بھی کرتا تھا اور اپنے جانوروں کی دیکھ بھال بھی کرتا تھا اور ان کی حفاظت بھی کرتا تھا جب ہم سوجاتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ رومیوں کے علاقہ تک جا پہنچے اس درمیان ہم لوگ اس طرح جہاد کی تیاری میں تھے وہ اچانک سامنے سے چلا تا ہوا آیا اور کہہ رہا تھا واہ واہ عیناء مرضیہ کا شوق واشتیاق وہ کس قدر خوبصورت ہے کیسی عمدہ اور کیسی حسین وجمیل ہے۔

میرے بعض دوستوں نے کہا کہ اس لڑکے کو مالیخولیا تو نہیں ہوگیا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عقل چلی گئی ہے اس کا دماغ چل گیا ہے یہ ایسی باتیں کر رہا ہے میں نے

کہا دوست عیناء مرضیہ کا کیا قصہ ہے؟ کہنے لگا آج جب میں سویا اور اونگھ آئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور کہہ رہا ہے چلو تمہیں جنت کی ایک حور عیناء مرضیہ دکھاؤں مجھے وہ شخص اپنے ساتھ لے گیا اور ایک باغ میں لے آیا وہاں بہترین پانی کی نہریں چل رہی تھیں اور نہر کے کنارے کچھ لڑکیاں بہترین کپڑے زیب تن کئے ہوئے بیٹھی تھیں ان کے لباس کا حسن و جمال میں بیان نہیں کرسکتا ہوں جب انہوں نے مجھ کو دیکھا تو کہا کہ خوشخبری حاصل کرو اور آپس میں کہنے لگی کہ یہ عیناء مرضیہ کا شوہر ہے میں نے کہا کہ تم پر سلام ہو کیا تم میں عیناء مرضیہ ہے کہنے لگیں کہ ہم تو اس کی خادمات ہیں تم یہاں کہاں آگئے جاؤ، میں آگے چل دیا پھر ایک نہر لبن آئی جو بہت ہی خوش رنگ اور عمدہ ذائقہ لذیذ ترین تھا ایک عمدہ حسین باغ میں وہاں ہر طرح کی زیب وزینت کی چیزیں تھیں وہاں کچھ حوریں تھیں جب میں نے ان کو دیکھا تو ان کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگیا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو بشارت سنائی اور کہا یہ عیناء مرضیہ کا شوہر ہے میں نے ان کو سلام کیا اور پوچھا کہ تم میں سے کون ہے عیناء مرضیہ؟ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ یہاں کہاں عیناء مرضیہ ہم تو اس کی خادمات اور باندیاں ہیں آگے جاؤ، یہ سن کر اور آگے چلدیا اور ایک نہر آئی جو عمدہ شراب کی نہر ہے اور اس کے کنارے بھی کچھ حوریں بیٹھی ہیں ان کو دیکھ کر میں پہلی دیکھی ہوئی تمام حوروں کو بھول گیا میں نے ان کو سلام کیا اور پوچھا کہ تمہارے درمیان عیناء مرضیہ ہے؟ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا

یہاں تو عیناء مرضیہ نہیں ہے ہم تو اس کی خادمات اور باندیاں ہیں آگے جاؤ میں پھر آگے گیا ایک باغ آیا وہاں عمدہ صاف شفاف شہد کی نہر ہے اور وہاں ایک خیمہ ہے سفید موتی کا اور اس خیمہ کے دروازہ پر ایک بہت خوبصورت لڑکی بیٹھی ہے اس قدر عمدہ خوبصورت زیورات اور جوڑے پہنے ہوئے کہ بیان سے باہر ہے، جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھے بشارت اور خوشخبری دی اور اس نے خیمہ کے دروازہ سے پکارا اے عیناء مرضیہ یہ تیرا شوہر آ گیا میں اس خیمہ کے اندر داخل ہو گیا تو دیکھا کہ وہ ایک عمدہ تخت پر جو سونے کا ہے اور ہیرے سے جڑا ہوا ہے اور یاقوت سے سجا ہوا ہے جب میں نے اس کو دیکھا تو میں اس پر فریفتہ ہو گیا اس نے مجھے مرحبا کہا اے اللہ کے ولی تو یہاں آ گیا ہے ہمارے پاس پہنچ گیا ہے میں نے اس سے معانقہ وملاقات کرنی چاہی تو اسنے کہا ابھی ٹھہر و ابھی معانقہ کا وقت نہیں آیا تمہارے اندر روح وحیات باقی ہے اور تم شام کو ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے انشاء اللہ العزیز۔

یہ سب مناظر دیکھے پھر میری آنکھ کھل گئی ، اے عبدالواحد اس سے اب صبر ممکن نہیں ہے، شیخ عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں ابھی میرے پاس اس کا کلام پورا بھی نہیں ہو پایا تھا کہ آواز بلند ہوئی چلو لشکر تیار ہے وہ بچہ بھی نکلا اور جہاد شروع ہو گیا اور دونوں طرف کے لوگ قتل ہوئے ہمارے شہیدوں میں دیکھا گیا کہ دس آدمی شہید ہوئے ہیں اس کو ملا کر دس افراد تھے جو شہید ہوئے تھے میں گذرا تو دیکھا کہ وہ اپنے خون میں لت پت تھا اور مسکرا رہا تھا یہاں تک کہ دنیا سے اس حال میں جدا ہو گیا، کسی

کہنے والے نے سچ کہا:

یامن یعانق دنیا لا بقاء لها یمسی ویصبح مغرور وغرارا

هلّا ترکت من الدنیا ومعانقة حتی تعانق فی الفردوس ابکارا

ان کنت تبغی جنان الخلد تسکنها فینبغی لک ان لا تأمن النار

اور اپنا وعدہ الٰہی پورا کر گیا آج ہم اللہ کے وعدوں کو بھول چکے ہیں اور دنیا کے پیچھے پڑ گئے اور حلال وحرام کی کوئی تمیز نہیں کر رہے ہیں (روح البیان رص:۵۱۷رج:۳)۔

آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ توبہ آیت:۱۱۲)۔

وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے، اور بری باتوں سے باز رکھنے والے، اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے اور ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

فائدہ: التائبون الخ علامہ زجاجؒ فرماتے ہیں کہ مبتدا ہے اور اس کی خبر مضمر ہے اور معنیٰ یہ ہیں التائبون سے آخر آیت مذکور افراد بھی جنت والوں میں ہیں جیسا کہ مجاہدین حضرات جنت والوں میں سے ہیں لہذا جنت کا یہ وعدہ جو مجاہدین سے فرمایا گیا

ہے، دوسرے اور مومنین کو بھی حاصل ہوگا جبکہ وہ جہاد کے مخالف نہ ہوں اور بلا عذر شرعی جہاد کو ترک کرنے والے نہ ہوں۔

التائبون سے مراد کفر وشرک بدعت وخرافات نفاق ومعاصی سے کبیرہ وصغیرہ سب اس میں شامل ہیں توبہ کرنے والے ہیں اور توبہ کے معنیٰ ہیں رجوع کرنا جب بندہ کو توبہ کے ساتھ موصوف کیا جائے تو اس سے مراد عقوبت وسزا کے کاموں سے مغفرت ورحمت کے اسباب کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اپنے سابق گناہ کو جاننا اور اس کو چھوڑنا اور دوبارہ نہ کرنے کا عہد کرنا ہوتا ہے اور اس توبہ کی قبولیت کی چار علامتیں ہوتی ہیں (۱) کفار، فساق، فجار ومشرکین سے اپنا تعلق ختم کرلے اور صالحین کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کرلے ان کی مجالس میں برابر حاضر رہے وہ جہاں بھی ہو (۲) جملہ طاعات الٰہیہ پر متوجہ اور گامزن ہوجائے کیونکہ جب قلب سے صحیح طور پر رجوع ہوگا تو اعضاء وجوارح اس کی اطاعت وفرمانبرداری کریں گے، کیونکہ قلب بمنزلہ درخت کی جڑ کے ہے اور اس انسان سے صادر ہونے والے اعمال صالحہ بمنزلہ پھل کے ہیں اچھے درخت پر اچھے پھل لگتے ہیں (۳) اس سے دنیا کی خوشی جاتی رہے کیونکہ اللہ پاک پر متوجہ ہونے والا انسان اس کے علاوہ سے خوش نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ مسلسل غم زدہ اور ہمیشہ متفکر رہتے تھے جیسا کہ شمائل کی روایات میں آیا ہے **متواصل الأحزان دائم الفکر** (۴) اور اپنے آپ کو اس چیز سے فارغ کرلے جس کا وعدہ خود اللہ پاک نے کیا ہے توکل کرتے ہوئے

ذات باری تعالیٰ شانہ پر یعنی رزق سے اور مشغول ہو اس چیز کے ساتھ کہ اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے، باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم میں نے تجھ کو پہلے مٹی سے بنایا یعنی تیرے ابا آدمؑ کو پھر تجھ کو نطفہ سے بنایا اور عدم سے وجود بخشا کیا ایک روٹی تجھ تک پہنچانا میرے لئے مشکل ہے، تیرے وجود اور بقاء کی خاطر جیسا کہ فرمایا: **وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها** میں جو بھی ہے اس کا رزق اللہ پاک کے ذمہ ہے پس جب یہ علامات کسی شخص کے اندر پائی جائیں تو لوگوں پر ضروری ہے کہ اس سے محبت کریں کیونکہ اللہ پاک بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کیلئے دعا کریں کہ وہ شخص ثابت قدم رہے اپنی توبہ پر اور اس کو سابقہ گناہوں پر عار نہ دلائیں اور اس کے پاس بیٹھیں اور اس کا اکرام کریں اور اس توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ اللہ پاک سے ڈرے کہ نقض عہد نہ ہو جائے اور معصیت کی طرف دوبارہ نہ لوٹ جائے، حضرت یحیٰؒ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ ایک گناہ توبہ کے بعد قبیح تر ہے ان ستر گناہوں سے جو توبہ سے پہلے کرتا تھا۔

توبہ کی بعض اقسام

امام قشیریؒ نے فرمایا کہ توبہ کرنے والوں کی متعدد اقسام ہیں، بعض وہ ہیں جو جوانی میں غلطی سے طاعت الٰہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور بعضے اللہ پاک کے لطف وکرم کی طرف رجوع ہوتے ہیں جلال وغضب سے اور بعضے رب تعالیٰ کے بالکل قریب چلے جاتے ہیں ان پر حقائق الٰہیہ کا انکشاف ہوتا ہے (روح البیان/ص:۵۱۸)۔

توبہ کی اقسام

حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم/ص:۲۳۴/ج:۴/کتاب التوبہ میں فرماتے ہیں کہ توبہ سے ہی سالکین کی شروعات وابتدا ہوتی ہے یہ اول قدم ہے اور فائز المرام انسانوں کا راس مال ہے اہل سرمایہ کا حیات دارین ہے اور مریدین کا پہلا قدم ہے اور استقامت کی مفتاح ہے اور مقربین اخیار کی جائے اصطفاء اور اجتباء ہے۔

ہمارے ابا آدمؑ اور جملہ انبیاءؑ اولیاء کا طریق ہے جب ابا آدم نے اس کو اپنایا تو ان کی اولاد اور بیٹوں پر لازم ہے کہ اپنے باپ کے طریقہ پر چلیں اور اس کو اپنائیں، آدمؑ نے ندامت وحیاء توبہ واستغفار انابت الی اللہ کا راستہ اپنایا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ مقرب الٰہی بنے پس جو شخص ان کو گناہ کرنے میں نمونہ بنائے گا نہ کہ توبہ واستغفار اور دوسری صفات حمیدہ میں تو اس کا قدم طریق حق سے پھسل جائے گا اور وہ گمراہی میں جا پڑے گا۔

توبہ کی توفیق کب ہوتی ہے

محض خیر کو اپنانا ملائکہ کا طریقہ ہے خالص شر کو اپنانا شیطان لعین کی عادت ہے، شر وخطا ہو جانے کے بعد رجوع وانابت توجہ الی اللہ آدمؑ کا طریقہ ہے، پس توبہ کرنے والا صحیح اپنے ابا آدمؑ کے نقش قدم پر ہے اور صرف شر وطغیانی نافرمانی اور عصیان پر جمنے والا شیطان سے اپنی نسبت رکھنے والا ہے، پھر توبہ کی توفیق اس شخص کو ہوتی ہے جس کو گناہوں کے نقصان وضرر اور اس پر مرتب ہونے والے عذاب کا یقین ہوتا ہے اسی شخص کو اپنے محبوبِ حقیقی کے ناراض ہونے کا احساس ہوتا ہے اور اس کے دل پر ایک

حجاب معصیت کا پڑ جاتا ہے جس کو رین بھی کہتے ہیں، اس آیت میں اس کا بیان آیا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورۃ تطفیف آیت:۱۴)۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔

اور اپنے رب سے اپنا تعلق کمزور محسوس کرتا ہے اس لئے نہ نور ایمان اس کو شرمندگی پر مجبور کرتا ہے اور اس کے دل کو معصیت کی تکلیف محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

توبہ بقدر ایمان ہوتی ہے

جس قدر نور ایمان ہوگا اسی قدر اس کو اپنی معصیت کی ظلمت اور اس سے واقع ہونے والے حجاب کا احساس ہوگا اور اس کو بے چینی ہوگی جیسا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی حالت ہوتی تھی کہ گناہ کے بعد ان کو ایسا لگتا تھا اگر بشری تقاضے سے صادر ہو جاتا تو جیسا کہ وہ پہاڑ کے نیچے ہوں جس کے گرنے کا خوف ان پر طاری ہو اور اسی واسطہ وہ حضرات اندر سے اس قدر بے چین ہو جاتے کہ خود اپنے آپ کو پاک ہونے کیلئے دربار نبوی ﷺ میں پیش کر دیتے تھے آج کے حالات میں اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

صحابہ کرامؓ کی توبہ کا حال ومقام

اس کی مثالیں حضرت ماعز اسلمیؓ کے قصہ میں موجود ہیں کہ انہوں نے اپنے کو پیش کر دیا جب ان سے زنا کا صدور ہو گیا تھا اور جب بعض لوگوں نے ان کو بُرا کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے ایسی توبہ کی ہے اگر تم پر تقسیم کر دی جائے تو

سب کی مغفرت ہو جائے ان کی توبہ کس قدر اونچی ہوگی جو یہ بات فرمائی اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ نے اس سے ان کا بلند ترین مقام سمجھ میں آتا ہے کہ وہ توبہ کے کس قدر اونچے مقام پر تھے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کو میں نے جنت کی نہروں میں غوطہ لگاتے ہوئے نہاتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ تم ان کو برا نہ کہو وہ تو اللہ پاک کے نزدیک مشک وعنبر کی خوشبوؤں سے زیادہ عمدہ حال میں ہیں: فتح الباری رص:۱۳۰رج:۱۲رحافظ ابن حجرؒ حدیث ماعز پر کلام کرتے ہوئے **فقال له النبی صلی الله علیه وسلم خیرا** کے تحت لکھا ہے **فی حدیث بریدةؓ لقد تاب توبة لو قسمت علی امة لو سعتهم** کہ انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک امت پر تقسیم کردی جائے تو سب کو کافی ہو جائے، اسی طرح قبیلہ جہینہ کی ایک صحابیہ نے جب حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے قصور کا اعتراف کیا کہ اس سے زناء کا صدور ہو گیا ہے اور وہ حاملہ بھی ہے تو آپ ﷺ نے اس کے ولی کو بلا کر فرمایا اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا وضع حمل کے بعد لانا پھر جب اس پر کاروائی شرعی قانون سے کی گئی اور پھر اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ پہلے آپ نے کاروائی کرائی اس کے اوپر پھر نماز پڑھ رہے ہیں تو رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا اس اللہ کی نیک خاتون نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ کے ۷۰رافراد پر تقسیم کردی جائے تو ان سب کو کافی ہو جائے اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی جان ہی کو اللہ پاک کی رضامندی کے لئے قربان کردیا ہے (ترمذی شریف رص:۲۶۵رج:۱)۔

ایسے ہی ایک اور صحابی سے کچھ غلطی سرزد ہوگئی انہوں نے اس غلطی کو موجب سزا سمجھا حالانکہ وہ اس درجہ کی غلطی نہ تھی جیسا کہ وہ سمجھ رہے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اپنے حد لگائے جانے کی فرمائش کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھ لو جب نماز پڑھ لی پھر وہی فرمائش لیکر کھڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟ جاؤ تم کو اللہ پاک نے بخش دیا، یہ اعتراف انتہائی خشیت خداوندی کی وجہ سے تھا، اس اعتراف نے توبہ کا کام کردیا (فتح الباری رص:۱۳۵ رج:۱۲)۔

اسی طرح ایک بار رسول پاک ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی نے آ کر عرض کیا کہ مجھ سے ذنب عظیم بڑا بھاری گناہ ہوگیا کیا میری کوئی توبہ ہے؟ یہاں بھی یہی قصہ تھا کہ چھوٹے گناہ کو ذنب عظیم سمجھا کیونکہ اللہ پاک کی نافرمانی بہرحال فرمانبرداری ہونے سے بڑی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ واقعی وہ گناہ بڑا ہو جس کا انہوں نے شدت کے ساتھ احساس فرمایا اور دربار رسالت میں حاضر ہوکر یہ عرض کیا رسول اللہ ﷺ نے معلوم فرمایا کہ کیا تمہاری والدہ حیات ہیں؟ عرض کیا نہیں پھر معلوم فرمایا خالہ حیات ہیں؟ فرمایا جاؤ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، کیونکہ خالہ ماں کے درجہ میں ہوتی ہے۔

امام عالی مقام ترمذیؒ نے باب ماجاء فی برالخالہ کے تحت یہ احادیث ذکر کی ہیں، معلوم ہوا کہ خالہ کے ساتھ حسن سلوک بڑا اونچا عمل ہے جس سے بہت سے گناہ ہوجاتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے یہ حدیث ان صحابی کے ساتھ مخصوص ہو، آپ ﷺ کو

وحی کے ذریعہ سے ان کیلئے یہ بات معلوم ہوئی ہو۔

بہر حال اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں، واقعہ تبوک میں جن حضرات کی بلا عذر شرکت نہ ہوسکی تھی ان میں سچائی کے ساتھ گناہ قبول کرنے والے تین حضرات صحابہ کرامؓ حضرت مرارہ، حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہؓ ایک مدت کے بعد توبہ کی قبولیت کا تفصیلی واقعہ قرآن میں آیا ہے یہ سچائی اور توبہ اختیار کرنے والوں کیلئے سبق ہے۔

توبہ باعث فرحت رسول اللہ ﷺ ہے

وہاں اس واقعہ میں ہے کہ توبہ کے نزول کے بعد جب میں اور حضرت کعب بن مالکؓ نبی پاک ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ کا چہرہ اقدس خوشی کے مارے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور جب آپ ﷺ خوش ہوتے تھے تو چہرہ اقدس چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا یہ خوشی کس چیز کی تھی اپنے امتیوں کی توبہ کی قبولیت کی خوشی تھی اور اس بشارت کی جو ان کیلئے نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے، میں (کعب بن مالک) قریب جا بیٹھا ارشاد فرمایا کہ اے کعب بن مالک بشارت وخوش خبری قبول کرو کہ ایسا دن تم پر اس وقت سے کہ تمہاری والدہ نے تمہیں جنا کبھی نہ آیا ہوگا، میں نے عرض کیا کہ یہ بشارت آپ کی جانب سے ہے یا من عند الله ہے، فرمایا من عند الله ہے، پھر یہ آیت مقدسہ پڑھ کر سنائی:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی	اللہ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی
النَّبِیِّ وَالْمُھَاجِرِیْنَ	اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں
وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ	نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا
سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ مِنْ م بَعْدِ	بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے
مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ	دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان
مِّنْھُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ اِنَّہٗ بِھِمْ	کے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب
رَؤُفٌ رَّحِیْمٌO (سورۂ توبہ آیت:۱۱۷)۔	پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔

اس آیت میں بڑی صاف وضاحت کے ساتھ جملہ مہاجرین وانصار کو جو ساتھ ہیں اس معرکہ میں اور ان کو جو پیچھے اور سچے عذر کئے اور اپنے گناہ پر تائب ہوئے بڑی عظیم بشارت دی گئی اور پھر ان حضرات ہی کے سلسلہ میں آیتِ مبارکہ کا نزول ہوا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو اللہ تعالیٰ
اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ	سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

(سورۂ توبہ آیت:۱۱۹)۔

جس سے ان حضرات کا مقام رفیع ان کی سچائی اور توبہ نصوح کا حال بھی سمجھ میں آیا اور اللہ پاک اور ان کے پیارے رسول ﷺ کے یہاں کیسی قدر ومنزلت تھی یہ بھی معلوم ہوئی اور سچائی اور توبہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی، اس قصہ کو حضرت امام ترمذیؒ نے کتاب التفسیر رص:۱۴۱رج:۲رحضرت امام بخاری قدس سرہ نے رص:۶۷۵رج:۲ر پر

تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

فضائلِ توبہ

توبہ کے وجوب اور افضلیت پر مندرجہ ذیل نصوص کتاب وسنت کی دلالت کرتی ہیں:

اللہ پاک نے فرمایا: وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (سورۂ نور آیت:۳۱)۔

اور توبہ کرو اللہ سے سب ایمان والو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

معلوم ہوا کہ ان چیزوں پر فلاح موقوف ہے اخروی اور جب اخروی اس پر موقوف ہے تو دنیوی فلاح کیوں نہ موقوف ہوگی کہ لفظ فلاح عام ہے جو ہر قسم کی فلاح کو شامل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم تمام ایمان والوں کو ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی شخص توبہ سے کسی بھی حال میں مستثنیٰ نہیں ہے۔

توبہ علی الدوام ضروری ہے

جبکہ خود سرور عالم ﷺ نے اس عمل کو بکثرت اختیار فرمایا ہو اور جملہ انبیاءؑ نے، تو کون اپنے کو اس سے مستغنی سمجھ سکتا ہے، حضرت آدمؑ نے کہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ O (سورۂ اعراف آیت:۲۳)۔

اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جاوے گا۔

فرما کر اپنی اولاد کو اس سے آگاہ کر دیا کہ مجھے اس کی ضرورت پڑی پھر تم کیسے اس سے مستغنی ہو سکتے ہو اور اس وجہ سے کہ انسان ہر دم غلطیاں کرتا ہے تو ہر دم توبہ بھی ضروری ہوئی (احیاء رص:۲۴۳ رج:۴)۔

اس پر یہ آیت بھی دلیل ہے:

(۱۳) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اے ایمان والو! تم اللہ کے
آمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً	آگے سچی توبہ کرو امید ہے کہ تمہارا رب
نَّصُوْحاً عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ	تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو
یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّئَاتِكُمْ	ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے
وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ	نیچے نہریں جاری ہوں گی جس دن کہ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یَوْمَ لَا	اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مسلمان ان کے
یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ	ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا ان کا نور
اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی	ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا
بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ	ہوگا یوں دعا کرتے ہوں اے ہمارے
یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا	رب ہمارے لئے ہمارے اس نور کو آخر تک
وَاغْفِرْلَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ	رکھئے اور ہماری مغفرت فرما دیجئے آپ ہر
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ (سورۂ تحریم آیت:۸)۔	شئی پر قادر ہیں۔

معارف مثنوی رص:۲۲۹ تا ۲۳۴ ر پر حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ نے جو اپنے وقت کے ایک عارف باللہ شخص تھے یہ قصہ لکھا ہے۔

حکایت توبۂ صادق حضرت نصوح

ایک شخص تھے جن کا نام نصوح تھا، تھے مرد مگر شکل اور آواز بالکل عورتوں کی سی تھی اور شاہی محلات میں بیگمات اور دختران خسرواں کو نہلانے اور میل نکالنے کی خدمت پر مامور تھا اور عورت کے لباس میں یہ شخص ملازمہ اور خادمہ بنا ہوا تھا، چونکہ یہ مرد شہوتِ کاملہ رکھتا تھا اس لئے مالش زنان خسروان سے نفسانی لذت بھی خوب پاتا اور جب بھی یہ توبہ کرتا اس کا نفس ظالم اس کی توبہ کو توڑ دیتا، ایک دن اس عاجز نے سنا کہ کوئی بڑے عارف بزرگ تشریف لائے ہیں یہ بھی حاضر ہوا اور کہا

رفت پیش عارفے آں زشت کار　　گفت مارا در دُعائے یاددار

یہ گنہگار عارف کے سامنے گیا اور کہا کہ ہم کو دعا میں یادرکھئے۔

آں دعا از ہفت گردوں درگذشت　　کارآں مسکیں بآخر خوب گشت

اُن بزرگ کی دعا سات آسمانوں سے اوپر گذر گئی یعنی اس عاجز مسکین کا کام بن گیا۔

یک سبب انگیخت صنع ذوالجلال　　کہ رہانیدش زنفرین ووبال

اس خدائے ذوالجلال نے اپنی قدرتِ خاصہ سے ایک سبب اس کی خلاصی کا پیدا فرمایا، وہ سبب یہ غیب سے ظاہر ہوا کہ نصوح اور اس کے ہمراہ جملہ خادمات کی تلاشی کی ضرورت واقع ہوئی کیونکہ زنان خانہ میں ایک بیش بہا موتی گم ہوگیا، حمام خانے کے دروازہ کو بند کر کے تلاشی شروع ہوئی جب کسی سامان میں وہ موتی نہ ملا۔

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید　　ہر کہ ہستید از عجوز واز نوید

آواز دی گئی کہ سب خادمات عُریاں ہوجائیں خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھی

ہوں۔اس آواز سے نصوح پر لرزہ طاری ہوگیا کیونکہ یہ دراصل مرد تھا مگر عورت کے بھیس میں عرصے سے خادمہ بنا ہوا تھا اس نے سوچا کہ آج میں رُسوا ہوجاؤں گا اور شاہ غیرت کے سبب اپنی عزت وناموس کا مجھ سے انتقام لے گا اور مجھے قتل سے کم سزا نہیں ہوسکتی کہ جرم نہایت سنگین ہے۔

آں نصوح از ترس شد درخلوتے روئے زرد ولب کبود از خشیتے

یہ نصوح خوف سے خلوت میں گیا، چہرہ زرد، ہونٹ نیلے ہورہے تھے ہیبت سے۔

پیش چشم خویش اومی دیدمرگ سخت می لرزید او مانند برگ

نصوح موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور مثل برگ لرزہ براندام ہورہا تھا اسی حالت میں یہ سجدہ میں گر گیا اور رو رو کر کہنے لگا۔

گفت یارب بارہا برگشتہ ام توبہا وعہدہا بشکستہ ام

کہا نصوح نے اے رب بارہا میں نے راستہ غلط کر دیا اور توبہ اور عہد کو بارہا توڑ دیا۔

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد کہ زہر سوراخ مارم می گزد

اے خدا اب وہ معاملہ کیجئے جو آپ کے لائق ہے کیونکہ میرے ہر سوراخ سے میرا سانپ مجھے ڈس رہا ہے۔

نوبت جُستن اگر در من رسد وہ کہ جان من چہ سختیہا کشد

اگر موتی کی تلاشی کی نوبت خادمات سے گذر کر مجھ تک پہنچی تو اُف میری جان کس قدر سختی اور بلا کا عذاب چکھے گی۔

گر مرا ایں بارستاری کنی توبہ کردم من زہر ناکردنی

اگر آپ اس مرتبہ میری پردہ پوشی فرما دیں تو میں نے توبہ کی ہر نالائق فعل سے

نصوح یہ مناجات کرتے کرتے کہنے لگا کہ:

در جگر افتادہ ہستم صد شرر در مناجاتم ببیں خونِ جگر

اے رب میرے جگر میں سکڑوں شعلۂ غم کے بھڑک رہے ہیں اور آپ میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیں کہ میں کس طرح حالتِ بیکسی اور درد سے فریاد کر رہا ہوں۔

نصوح اپنے رب سے گریہ وزاری کر ہی رہا تھا کہ آواز آئی:

جملہ را جستیم پیش آ اے نصوح گشت بیہوش آں زماں پرید روح

یہ آواز آئی کہ سب کی تلاشی ہوچکی اب اے نصوح! تو سامنے آ اور عریاں ہوجا، یہ سننا تھا کہ نصوح اس خوف سے کہ ننگے ہونے سے میرا پردہ فاش ہوگا بے ہوش ہوگیا اور اس کی روح عالمِ بالا کی سیر میں مشغول ہوئی۔

جاں بحق پیوست چو بیہوش شد بحر رحمت آں زماں در جوش شد

اس کی روح بیہوشی کے وقت حق سے قریب ہوئی اور بحرِ رحمت کو اس وقت جوش آیا اور حق تعالیٰ کی قدرت سے نصوح کی پردہ پوشی کے لئے بلا تاخیر فوراً موتی مل گیا۔

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم شد پدید آں گم شدہ دُرِّ یتیم

اچانک آواز آئی کہ خوف ختم ہوا اور وہ موتی گُم شدہ مل گیا۔

آں نصوح رفتہ باز آمد بخویش دیدۂ چشمش تابش صد روزہ بیش

وہ بے ہوش نصوح پھر ہوش میں آ گیا اور اس کی آنکھیں سیکڑوں دن سے زیادہ روشن تھیں یعنی عالم بیہوشی میں نصوح کی روح کو حق تعالیٰ کی رحمت نے تجلیاتِ قرب کا

مشاہدہ کرادیا تھا جس کے انوار اس کی آنکھوں میں بعد ہوش کے بھی تاباں تھے۔

شاہی خاندان کی عورتوں نے نصوح سے معذرت کی اور شفقت سے کہا کہ ہماری بدگمانی کو معاف کردو ہم نے تم کو بہت تکلیف دی۔

بدگماں بودیم مارا کن حلال　　　لحمِ تو خوردیم اندر قیل وقال

ہم بدگمان تھے ہم کو معاف کر ہم نے قیل وقال سے تیرا گوشت کھایا یعنی غیبت یا تلاشی کے خوف سے۔

گفت بفضل خدا اے دادگر　　　ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر

نصوح نے کہا کہ یہ خدا کا فضل ہوگیا مجھ پر اے مہربانو ورنہ جو کچھ میرے بارے میں کہا گیا ہے ہم اس سے بھی برے اور خراب ہیں۔

اس کے بعد سلطان کی ایک دختر نے اس کو مالش اور نہلانے کو کہا مگر نصوح اللہ والا ہو چکا تھا اور بے ہوشی میں اس کی روح قرب کے خاص مقام پر فائز ہو چکی تھی اتنے قوی تعلق مع اللہ اور یقین کی نعمت کے بعد گناہ کی ظلمت کی طرف کس طرح رخ کرتا کہ روشنی کے بعد ظلمت سے کراہت محسوس ہونا فطری امر ہے، نصوح نے دخترِ شاہ سے کہا:

گفت زوردست من بیکار شد　　　ویں نصوح تو کنوں بیمار شد

نصوح نے کہا کہ اے دختر! میرے ہاتھ کی طاقت اب بیکار ہو چکی ہے اور تمہارا نصوح اب بیمار ہو گیا ہے، یعنی اس حیلہ سے اس نے اپنے کو گناہ سے بچایا۔

بادلِ خود گفت کز حد رفت جُرم　　　از دلِ من کے رود آں ترس وکُرم

کرم (کاف پر پیش) بمعنی غم (غیاث)۔

ترجمہ: نصوح نے اپنے دل میں کہا کہ میرا جُرم حد سے گذر گیا اب میرے دل سے وہ خوف اور غم کیسے نکل سکتا ہے۔

توبہ کردم حقیقت با خدا نشکنم تا جاں شود از تَن جُدا

نصوح نے کہا میں نے حقیقی توبہ اپنے مولیٰ سے کی ہے میں اب اس توبہ کو ہرگز نہ توڑوں گا خواہ جان ہی میرے تن سے جدا ہو جاوے۔

فائدہ: اس واقعہ سے حسبِ ذیل نصائح ملتے ہیں۔

(الف) اپنی گندی حالت سے کبھی ناامیدی نہ ہونی چاہئے حق تعالیٰ کی رحمت ہر حالت کی اصلاح پر قادر ہے۔

(ب) اللہ والوں سے دُعا کی درخواست بھی اپنی اصلاح کے لئے کرنی چاہئے جیسا کہ نصوح نے کیا اور بامراد ہوا۔

(ج) حالتِ اضطرار میں اللہ تعالیٰ سے جس طرح نصوح رجوع ہوئے ان کے اُس دردناک مضمون سے تضرع اور گریہ وزاری کا سلیقہ اور عنوان کا عمدہ سبق ملتا ہے۔

(۵) نصوح کی عمرِ طویل گناہوں میں گذری تھی اور کس قدر خطرناک حالت تھی مگر حق تعالیٰ نے ان کی ہدایت کی غیب سے راہ پیدا کی اور توبۂ صادقہ کی توفیق بخشی اور ان کی توبہ کا مقام جو آخری شعر میں درج ہے دراصل تائبین کے لئے بڑا سبق آموز ہے، یعنی ؎

نشکنم تا جاں شود از تن جدا

سبحان اللہ، اللہ کے سچے بندوں کا یہ کیا ہی پیارا عہد ہے جو ان کے عظیم المرتبت اور عظیم الحوصلہ اور عظیم الہمت ہونے پر بڑی دلیل ہے کہ خواہ جان جسم سے جدا

ہو جائے مگر میں اپنی توبہ اور عہد کو نہ توڑوں گا، خدا ہم سب کو ایسی ہی توبۂ نصوح عطا فرمادیں آمین۔ **اللهم وفقنا لما تحب وترضى**[1] (معارف مثنوی رص:۲۲۹ تا ۲۳۴)۔

اللہ پاک نے فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ**o (سورۂ بقرہ آیت:۲۲۲)۔	یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے۔
رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: **التائب من الذنب كمن لا ذنب له** (اقوال)۔	گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس پر کوئی گناہ نہ ہو۔

توبہ سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں

ایک حدیث شریف میں ہے:

عن عبدالله بن مسعودؓ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لَلّٰهُ افرح بتوبة عبده المؤمن من رجل نزل في أرض دوية مهلكة معه راحلته عليها طعامه وشرابه فوضع راسه فنام	حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے پیغمبر ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ پر توبہ کرنے کی وجہ سے بہت خوش ہوتا ہے بہ نسبت اس شخص کے کہ وہ ایک ایسے میدان میں اترا جو درخت اور گھاس سے خالی ہے اور وہ ہلاکت کی جگہ ہے اور اس کے پاس

نومة فاستقيظ وقد ذهبت راحلته فطلبها حتى إذا اشتد عليه الحر والعطش أوماشاء الله قال ارجع إلى مكاني الذى كنت فيه فأنام حتى أموت فوضع راسه على ساعده ليموت فاستيقظ فإذا راحلته عنده عليها زاده وشرابه فالله أشد فرحا بتوبة العبدالمومن من هذا براحلته وزاده (مشکوٰۃ شریف رص:۲۰۶رج:۱)۔

سواری اوراس پر اس کا کھانا پینا تھا پھر اس نے اپنا سر استراحت کیلئے زمین پر رکھا اور سو گیا پھر جاگا اس حال میں کہ اس کی سواری جا چکی تھی وہ اس کی تلاش میں لگ گیا یہاں تک کہ جب سخت گرمی ہوگئی اور پیاس بھی شدید لگی اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس نے کہا کہ میں لوٹ جاؤں اپنے مکان کی طرف اور سو جاؤں یہاں تک کہ مر جاؤں پھر اس نے اپنا سر اپنے بازو پر رکھا تا کہ مر جائے پھر وہ جاگا کہ اچانک سواری اس کے پاس حاضر ہے اس پر اس کو توشہ اور پانی ہے پس اللہ تعالیٰ مومن بندہ کے توبہ کرنے کی وجہ سے بڑا خوش ہوتا ہے یعنی جس طرح بندہ اپنی سواری اور توشہ ملنے سے خوش ہوتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے ان آیات سے علی الفور توبہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ توبہ علی الفور واجب ہے اس لئے کہ معاصی کا مہلکات میں سے ہونا اس کو اور جاننا ایمان کا حصہ ہے اور وہ علی الفور واجب ہے (احیاء رص:۲۴۰رج:۴)۔

معاصی سے ایمان میں یقینی طور پر کمی اور قصور آتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب چور چوری کرتا ہے تو اس کے ایمان میں کمی آجاتی ہے ایسے ہی جب کوئی شخص زنا کرتا ہے وہ کامل مومن نہیں رہ جاتا ایسے ہی جب وہ کسی کو قتل کرتا ہے مومن نہیں رہ جاتا، اسی طرح جب وہ کسی کا مال ناحق لوٹتا ہے مومن نہیں رہ جاتا بلکہ اس کا ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور سایہ بان کی طرح ہوجاتا ہے جب وہ ان محرمات وممنوعات سے باز آجاتا ہے تو ایمان لوٹ آتا ہے، ان روایات سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ معاصی ایمان کیلئے سخت نقصان دینے والی چیزیں ہیں جیسا کہ طاعات سے ایمان میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے اور ایمان میں نقصان آنا مومن کیلئے ہلاکت وتباہی کا سامان ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے ایسے ہی ان اعمال میں بھی جو اس کا ذریعہ وسبب بنیں۔

اور بعض حضرات نے ھن قریب کی تفسیر میں فرمایا کہ ماقبل الموت کا سارا زمانہ ہی اسی کا مصداق ہے یہ رحمت باری تعالیٰ ایمان والوں کیلئے نہ کہ کفار ومشرکین کیلئے۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا و اتبع السيئة الحسنة کہ تم برائی کے بعد فوراً اچھا کام کرلو تاکہ وہ ختم ہوجائے کیونکہ حسنہ برائی کو مٹادیتی ہے، اور حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹا توبہ کرنے میں دیر مت کرنا کیونکہ موت اچانک آتی ہے جو شخص توبہ جلدی نہیں کرتا اور یہ سوچتا رہتا ہے کہ اب توبہ کرلوں گا اب توبہ کرلوں گا تو وہ دو بڑے خطروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تو یہ معاصی کی پے درپے ظلمات اس کے دل پر جمتی رہتی ہیں اور وہ ابتدا میں ایک چھوٹا سا نکتہ ہوتا ہے اور ہوتے ہوتے رین اور طبیعت بن جاتا ہے پھر جلدی سے نہیں مٹتا اور دوسرے بیماری اور موت کا

کچھ بھی بھروسہ نہیں ہے کہ وہ کب آجائے اور موقع نہ دے (احیاء العلوم/ص:۲۴۷/ج:۴)۔

جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اور حضرت عکرمہؒ نے فرمایا کہ دنیا ساری قریب ہی ہے پھر جب عاصی توبہ کو شرائط کے ساتھ کرتا ہے تو توبہ ضرور قبول ہوتی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے (روح المعانی/ص:۱۳۷/ج:۳)۔

علامہ آلوسی مفتی بغدادؒ نے مزید ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا کہ جو شخص اپنی موت سے ایک سال قبل توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول ہوگی پھر فرمایا کہ سال تو بہت ہے جو ایک ماہ پہلے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہوگی پھر فرمایا ایک مہینہ تو بہت ہے جو ایک دن پہلے بھی توبہ کرے گا اس کی بھی توبہ قبول ہوگی، پھر فرمایا کہ دن تو بہت ہے ایک ساعت گھنٹہ پہلے بھی توبہ کرے گا اس کی بھی توبہ قبول ہوگی، پھر فرمایا یہ بھی بہت ہے جو روح حلق تک پہنچنے سے پہلے بھی توبہ کرے گا اس کی بھی توبہ قبول کی جائے گی۔

اللہ پاک نے فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ وَیَعْلَمُ مَاتَفْعَلُوْنَ o

(سورۂ شوریٰ آیت:۲۵)۔

اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے۔

ایسے ہی فرمایا اللہ پاک نے:

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ (سورۂ مؤمن آیت:۳)۔

گناہ کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے، قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس جانا ہے۔

اور فرمایا:

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۲۵)۔

تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے پھر اللہ پاک اس انسان کے ساتھ کرم فرماتے ہیں یہ بھی محبوب تعالیٰ کی ایک شان ہے۔

توبہ کے ساتھ ساتھ اصلاح عمل کس قدر ضروری ہے اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ

لیکن جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھیں اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کیلئے کیا کریں تو یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ ہوں گے اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ تم کو سزا دیکر کیا کریں گے، اگر تم سپاس گذاری کرو

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا o (سورۂ نساء آیت:۱۴۷)۔ اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرنے والے خوب جاننے والے ہیں۔

فائدہ: یہاں اس جگہ بتایا گیا کہ توبہ کے ساتھ اصلاح عمل نہایت ضروری ہے اور اعتصام باللہ اور اخلاص یہ دونوں چیزیں بھی نہایت ضروری ہیں ؎

عمل کی روح ہے اخلاص وہ نہ جب تک حاصل ہو
نہیں آ سکتی ایمان وعمل میں ترے تابانی

(از حضرت شاہ محمد احمد صاحبؒ)

نیز ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o (سورۂ نحل آیت:۱۱۹)۔ پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے جنہوں نے جہالت سے برا کام کرلیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور اپنے اعمال درست کرلئے آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

توبہ واستغفار کس قدر فضیلت والا عمل ہے سنئے اور عمل فرمائیے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ کلمات پڑھے گا اس کی مغفرت ہو جائے گی اگر شام کو پڑھا اور صبح ہونے سے پہلے مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا ایسے ہی صبح کو یہ کلمات پڑھے اور شام ہونے سے پہلے مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا۔

روایت اس طرح ہے:

عـن شـداد بن أوس أن الـنبى صلى الله عليه وسلم قـال لـه ألا أدلک عـلى سيد الاستغفار اللهم أنت ربى لا إلٰه إلاأنـت خـلقتنى وأنا عبدک وأنـا على عهدک ووعدک مااستعطت أعوذبک من شر مــاصـنـعـت وأبـوء لک بـنـعـمتک عـلـى واعتـرف بـذنـوبى فاغفرلى ذنوبى إنه لا يـغـفر الذنوب إلا أنت لايقولها أحدكم حين يمسى فياتى عليه قـدر قبـل أن يصبح إلا وجبت له الجنة ولا يقولها حين يصبح فيـاتـى عليه قدر قبل أن يمسى إلا وجـبــت لــه الـجـنة (ترمذی ص:۱۷۶ ج:۲)۔

حضرت شداد ابن اوس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں استغفار کے سردار کے متعلق نہ بتاؤں وہ یہ دعا ہے: اللھم سے الا انت تک (یعنی اے اللہ! تو ہی میرا پروردگار ہے تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک میری استطاعت ہے تیرے عہد و پیان پر قائم ہوں تجھ سے اپنے کاموں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اپنے اوپر تیرے احسانوں کا اقرار کرتا ہوں نیز اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتے ہوئے تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں) پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص شام کو یہ دعا پڑھے گا اور صبح ہونے سے پہلے مرجائے گا تو جنت اس کے لئے واجب ہوجائے گی اسی طرح صبح کے وقت پڑھنے والے کیلئے شام تک۔

ایک دوسری حدیث ہے:

عن أبی سعید عن النبی صلی الله علیه وسلم قـال من قال حین یاوی إلی فـراشه استغفر الله الذی لا إلٰـه إلا هـو الـحـی الـقوم وأتـوب إلیــه ثـلــث مـراة غـفـر الـلــه لـه ذنوبـه وإن کـانت مثل زبد البحر وإن کـانـت عـدد ورق الشجر وإن کانت عدد رمل عالج وإن کـانت عدد أیام الدنیا (ترمذی ص:۱۷۷ج:۲)۔	حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو سوتے وقت یہ دعا تین مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردیں گے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی ہوں یا درخت کے پتوں کے برابر یا (صحراء) عالج کی ریت کے برابر یا دنیا کے ایام کے برابر ہی ہوں استـغـفر الله سے اتوب الیه تک (یعنی میں اللہ کی مغفرت کا طلب گار ہوں جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو زندہ ہے اور سنبھالنے والا ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں)۔

یہ استغفار بہت جامع ہیں اور استغفار کی جامعیت کے سلسلہ میں شراح حدیث فرماتے ہیں کہ اس میں توبہ کے سلسلہ کی جملہ باتیں جمع ہیں **علی عهدک ووعدک** میں ایمان باللہ تعالیٰ، اخلاص اوامر الٰہیہ پر قائم رہنا، اپنے عاجز ہونے اور قصور وار ہونے کا یقین اور اس کا اعتراف اللہ پاک کی نعمتوں کا اقرار واعتراف وغیرہ وغیرہ اسی وجہ سے اول استغفار کو سید الاستغفار فرمایا گیا ہے۔

امام بخاریؒ نے اس پر باب قائم فرمایا ''افضل الاستغفار''، معلوم ہوا کہ یہ سب سے افضل استغفار ہے اور اس کے تحت یہ بھی ذکر فرمایا ہے (فتح الباری رص:۹۷ رج:۱۱)۔

بلکہ حضرت امام بخاریؒ نے استغفار کی فضیلت پر اس سے استدلال فرمایا کہ اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (سورۂ نوح آیت:۱۰ تا ۱۲)۔

تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال واولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگادے گا اور تمہارے لئے نہریں بہادے گا۔

آیت کریم میں اس طرف واضح اشارہ ہے کہ توبہ کی قبولیت کی یہ شرط ہے کہ پہلے نمبر پر اس فعل قبیح سے اپنے آپ کو بچائے اگر اس گناہ کو جس میں مبتلا ہے نہیں چھوڑتا ہے اور صرف زبان سے استغفار کے کلمات کہتا ہے یہ مذاق اور کھیل ہے (کذا فی فتح الباری رص:۹۹ رج:۱۱)۔

عن أبی بکر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول

حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو کسی گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد طہارت حاصل کر کے دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اللہ تعالیٰ اسے

مامن رجل یذنب ذنبا ثم یقوم فیتطهر ثم یصلی ثم یستغفر الله إلا غفر له ثم قرأ هذه الآیة والذین إذا فعلوا فاحشة الخ (ترمذی رص:۱۳۰)۔	معاف نہ کرے پھر یہ آیت پڑھی: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (اور وہ لوگ جو اگر کبھی کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں یا خود پر ظلم کر لیتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہیں اللہ کے علاوہ کون گناہ بخشتا ہے اور اپنے کئے پر جانتے بوجھتے اصرار نہ کریں)۔

ایک روایت میں ہے کہ ابلیس علیہ اللعنہ نے کہا کہ میں لوگوں کو اس وقت تک گمراہ کروں گا جب تک ان کے بدن میں روحیں باقی رہیں گی اللہ پاک نے ارشاد فرمایا میری عزت کی قسم میں بھی ان کو معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے مغفرت و معافی کو طلب کرتے رہیں گے۔

عن أبی بکرن الصدیق رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما أصر من استغفر وإن عاد فی الیوم سبعین مرة (مشکوۃ شریف رص:۲۰۴رج:۱)۔	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے گناہ پر اصرار نہیں کیا جس نے توبہ واستغفار کی ہو اگر چہ وہ دن میں ستر بار عود کرے یعنی بار بار وہی گناہ کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے اور اللہ پاک سے کہتا ہے یا اللہ مجھ سے یہ گناہ ہوگیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ کے علاوہ اور کوئی مجھے معاف نہیں کرسکتا ہے تو باری تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے علاوہ دوسرا کوئی اس کو معاف کرنے والا نہیں ہے (فتح الباری رص:۹۹رج:۱۱)۔

ایک جگہ پرودگار عالم فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءً اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاO (سورۂ نساء آیت:۱۱۰)۔

اور جو شخص برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا۔

ایک جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍO (سورۂ ہود آیت:۳)۔

اور یہ کہ تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو وقت مقرر تک خوش عیشی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا اور اگر تم لوگ اعراض کرتے رہے تو مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

نیز فرمایا:

وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًاوَّیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَلاَ تَتَوَلَّوْ مُجْرِمِیْنَ (سورۂ ہود آیت:۵۲)۔

اور اے میری قوم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر خوب بارشیں برسادے گا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی کردے گا اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو۔

نیز فرمایا:

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُو اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَافَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْہِ اِنَّ رَبِّی قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌo (سورۂ ہود آیت:۶۱)۔

اور ہم نے ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور تم کو اس میں آباد کیا تو تم اپنے گناہ اس سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو بیشک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔

فائدہ: حضرت سفیان ثوریؒ جو اپنے زمانہ کے ایک امام ہیں جن کی امامت،

عدالت، طہارت وتقدیس پر امت کا اتفاق ہے ایک بار حضرت جعفر صادق کی خدمت میں پہنچے عرض کیا یا ابن رسول اللہ مجھے کچھ سکھائیے فرمایا جب گناہوں کا ہجوم ہوتو استغفار کرواور جب اللہ پاک کی نعمتوں کی بارش ہوتو خوب شکر کرواور جب غم کے پہاڑ ٹوٹیں تو لا حول ولاقوۃ الا باللہ پڑھو، حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ تین باتیں وہ بھی کیسی زبردست (تفسیر امدادی، ص:۸۱۹)۔

ان جملہ آیات سے توبہ واستغفار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت رسول مقبول ﷺ باوجود معصوم ہونے کے پھر بھی استغفار فرماتے ہیں، اور اس اعلان کے جو اللہ پاک نے آپ کے حق میں فرمایا:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًاO (سورۂ فتح آیت:۲)۔

تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلے۔

عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والله إنی لاستغفر الله وأتوب إلیه فی الیوم أكثر من سبعین مرة (مشکوۃ شریف، ص:۲۰۳، ج:۱)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔

عن بن عمرؓ قال: ان کنا لنعد لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی المجلس یقول رب اغفرلی وتب علی إنک أنت التواب الغفور مائة مرة (مشکوۃ شریف رص:۲۰۵رج:۱)۔	حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم شمار کیا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ایک مجلس میں سومرتبہ کہتے تھے رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور کہ اے میرے پروردگار مجھے بخش اور میری توبہ کو قبول کر تو ہی توبہ کو قبول کرنے والا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًاo (سورۂ نصر آیت:۳)۔	تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے وہ بڑا قبول کرنے والا ہے۔
عن الأغر المزنیؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یاأیها الناس توبوا إلی الله فإنی أتوب إلیه فی الیوم مائة مرة (مشکوۃ شریف رص:۲۰۳رج:۱)۔	حضرت اغر مزنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو اپنے رب سے توبہ کرو میں خود ایک دن میں ۱۰۰ر بار توبہ کرتا ہوں۔

لہذا جس روایت میں ۷۰ر بار کا تذکرہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ یہ عمل فرمایا کرتے تھے، لہذا امت کو کس قدر زیادہ اہتمام کی ضرورت ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ بالکل آخر عمر میں بھی رسول اللہ ﷺ کو تسبیح وحمد باری اور استغفار

کا حکم بڑی تاکید سے فرمایا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا○ (سورۂ نصر آیت:۳)۔

تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے وہ بڑا قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بکثرت **سبحا ن الله وبحمده سبحان الله العظيم** اور **استغفر الله الذی لا الٰه الا هو الحی القيوم** پڑھا کرتے تھے اور جب صحابہ عرض کرتے کہ اتنی کثرت سے آپ یہ کلمات پڑھ رہے ہیں تو فرمایا کہ اللہ پاک کا حکم ہے اور وقت رحلت قریب آ پہنچا ہے اس کی تیاری ہے اس ارشاد پر صحابہ کرامؓ پر بھی گریہ طاری ہو جاتا اسی لئے یہ اس سورت سے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس میں وفات نبی ﷺ کی اطلاع ہے۔

حضرات مشائخ فرماتے ہیں اللہ پاک کو یہی راستہ سب کیلئے پسندیدہ ہے کہ وہ توبہ واستغفار کے راستہ سے آئے اس میں عبد کی عبدیت کا اظہار ہے اور مولی جلیل کے حق کی ادائیگی ہے اور شکر ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں **والاستغفار لاظهار العبودية لله والشكر لما اولاه** (فتح الباری ص:۱۰۲ رج:۱۱)۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چونکہ ہر دم ترقی فرمارہے تھے قرب ربانی کے مقامات میں اوپر کے درجہ پر جا کر جب اپنی حالات سابقہ کو دیکھتے تو استغفار فرماتے تھے اس کو امام غزالیؒ نے احیاء میں ذکر فرمایا ہے وذکرہ الحافظ عنہ (فتح الباری ص:۱۰۲ رج:۱۱)۔

بلکہ یہی راز ہے کہ اللہ پاک نے ہر انسان سے کچھ نہ کچھ باتیں ایسی صادر کرادی ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو گناہ گار بندہ سمجھے اور یہی تواضع وانکساری شرمندگی گنہگار ہونے کولیکر دربار الٰہی میں حاضر ہو چاہے وہ اپنی ذات میں کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو رب تو رب ہی ہیں چاہے کتنے ہی نیچے آجائیں جیسا کہ بہت سی مبارک راتوں میں آسمانِ دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور بندہ بندہ ہی ہے چاہے کتنے ہی بلند مقام پر چلا جائے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن کریم میں انبیاءؑ کی توبہ کے واقعات میں جو باتیں ذکر فرمائی ان سے مقصود ان کو عار دلانا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اللہ پاک کے احسان کو یاد کریں اور دوسرے یہ ہے کہ کوئی مایوس نہ ہو اللہ پاک کی رحمت سے اور یہ بھی ایک حکمت ومصلحت ہے کہ یہ سب بندے اپنے مولیٰ کے دربار میں منکسر ومتواضع بن کر حاضر ہوں اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہوئے۔ اور یہ بھی ایک حکمت ہے کہ صرف ذاتِ باری ہی پاک وبے عیب رہے، نہ کوئی دوسرا (بغوی ص:۴۱۹)۔

العابدون

ایمان والے حضرات کی ایک خاص شان اپنے مولیٰ محبوب کی عبادت کرنا ہے جس میں محبت الٰہی، عظمت باری تعالیٰ کے ساتھ تذلل وانکسار کا پہلو ہوتا ہے اور اخلاص کے ساتھ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں

عبادت باخلاص نیت نکوست وگرنہ چہ آید زبے مغز پوست

اللہ پاک نے فرمایا:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِO (سورۂ بینہ آیت:۵)۔

حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھیں یکسو ہوکر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ قول بلا عمل قبول نہیں ہوتا اور عمل بلا اخلاص اور سنت شریفہ کی موافقت کے قبول نہیں ہوتا ہے۔

جب انسان فارغ ہو اور دو وقت کا کھانا اس کے پاس ہو اور وہ تندرست بھی ہو اور صحت مند بھی تو اس موقع کو اللہ کی عبادت کیلئے غنیمت سمجھنا چاہئے اللہ پاک کا اعلان ہے کہ اے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور ایسے انداز سے تمہیں رزق دوں گا کہ تمہیں خیال وگمان بھی نہ ہوگا اسی کو آیت پاک میں فرمایا ہے:

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًاO (سورۂ طلاق آیت:۳)۔

اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچتا ہے جہاں اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہیں اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا ایک انداز مقرر کر رکھا ہے۔

ظاہری نعمتوں کی قدر دانی

عن ابن عباسؓ قال:	حضرت عبداللہ ابن عباسؓ
قال رسول الله صلى الله عليه	سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ
وسلم نعمتان مغبون فيهما	نے فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے
كثير من الناس الصحة والفراغ	بارے میں اکثر لوگ دھوکہ میں پڑے
(بخاری شریف رص:۹۴۹رج:۲رکتاب الرقاق)۔	ہوئے ہیں صحت اور خالی وقت۔

اللہ پاک نے انسانوں کو دو نعمتیں ایسی دی ہیں کہ ان میں رہ کر بہت سے لوگ دھوکہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں صحت اور فراغت جب صحت اور فراغت ہوتی ہے اللہ پاک کی عبادت کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی ہے جب پریشان ہو جاتے ہیں تب سوچتے ہیں کہ کچھ اللہ کی عبادت کر لیں جب قوتیں بھی کمزور اور ڈھیلی پڑ چکی ہوتی ہیں تب خیال عبادت آتا ہے ایسا شخص جو صحت اور فرصت کے دور میں اللہ پاک کی عبادت نہ کرے اللہ پاک کو سخت ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ اللہ پاک کی نعمتوں کا ناشکرا ہے، حالانکہ جناب انسان کو اللہ پاک نے خالص اپنی عبادت کیلئے ہی پیدا فرمایا ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ	کہ میں نے (باری تعالیٰ شانہ)
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (سورۂ	نے جنات اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے
ذریٰت آیت)۔	پیدا کیا ہے۔

اور تمام مخلوق کو تمام کائنات کو اللہ پاک نے اپنی عبادت کیلئے ہی پیدا فرمایا یہ بات الگ ہے کہ ہر ایک کی عبادت کا طریقہ اور انداز مختلف ہے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں:

کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ○ ۔	سب کو اپنی اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے۔

اور کہیں فرمایا:

کُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ ○ ۔	سب اسی کے تابع ہیں۔

اور کہیں ارشاد فرمایا:

يُسَبِّحُ لَهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۂ حشر آیت:۲۷)۔	سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

اور کہیں فرمایا:

يٰۤاَيُّهَاالنَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (سورۂ بقرہ آیت:۲۱)۔	اے لوگو! عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں عجب نہیں کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ۔

اور کہیں فرمایا:

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ○ ۔	اسی کی عبادت کرو اسی پر بھروسہ کرو۔

اور کہیں رب العزت والجلال کا ارشاد عالی ہے:

وَاَنِ اعْبُدُوْنِی هٰذَا — اور یہ کہ میری عبادت کرو

صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۔ — یہی سیدھا راستہ ہے۔

اور ایک جگہ ارشاد باری عزاسمہ ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ — آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ

تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا — ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے

وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ — درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا — کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو

يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ — شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی

دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا — دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر

اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (سورۃ ال عمران آیت:۶۴)۔ — پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔

اور کہیں فرمایا:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ — اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ — اور شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں

وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا — جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے

عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ — ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق

شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ — نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے

عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (سورۂ انعام آیت:۵۲)۔	متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکالدیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اور کہیں فرمایا:

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ○ (سورۂ مائدہ آیت:۱۷۲)۔	مسیح ہرگز خدا کے بندے بننے سے عار نہیں کریں گے اور نہ مقرب فرشتے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی بندگی سے عار کرے گا وہ تکبر کرے گا تو خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کریں گے۔

اور کہیں فرمایا:

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ○۔	اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

نیز فرمایا:

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا	آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیالات کا اتباع نہ

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ٥ (سورۃ الانعام آیت:۵۲)۔

کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہوجاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔

نیز فرمایا:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ٥ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ٥ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ٥ (سورۂ حجر آیت:۹۷ تا ۹۹)۔

اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں سو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہئے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

عن عبدالله بن عمروؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعبدوا الرحمن واطعموا الطعام وافشوا السلام تدخلوا الجنة (ترمذی شریف ص:۷، ج:۲)۔

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحمٰن کی عبادت کرو سلام کو رواج دو تا کہ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔

علامہ ابن قیمؒ نے فرمایا کہ عبادت نام ہے غایت تعظیم، غایت محبت کے ساتھ کمال تذلل اور تواضع اختیار کرنے کا۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ عبادت نام ہے انتہائی تعظیم بجالانے کا اور یہ اسی کیلئے مناسب ہے جس کی جانب سے انتہائی انعام کیا جائے اور سب سے بڑا انعام بندہ پر وہ

اللہ کی عطا کردہ حیات ہے جس کی وجہ سے تمام اشیاء سے انتفاع کرتا ہے اور یہی پہلا مرتبہ ہے جس کی طرف اللہ پاک کے ارشاد " وَقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا" میں اشارہ ہے کہ ہم نے تم کو پیدا کیا اور تم خود اس سے قبل کچھ نہ تھے، نیز فرمایا" کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْیَاکُمْ" کہ تم اللہ پاک کے ساتھ کفر وشرک کا معاملہ کیسے کرتے ہو تم تو عدم محض تھے اس نے تم کو وجود بخشا ہے، اور دوسرا مرتبہ باری تعالیٰ کا ان اشیاء کا پیدا کرنا ہے جن سے انتفاع کیا جاتا ہے اور اس کی طرف فرمان باری تعالیٰ: " اَلَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً" میں اشارہ ہے۔ عبادت باری تعالیٰ شانہ کی ذات ہی میں منحصر کیوں ہے؟ (رازی ص:۲۴۲، ج:۱)۔

دلائل: اللہ تعالیٰ نے اپنے پانچ اسماء گرامی بتائے ہیں سورۂ فاتحہ میں (۱) اللہ (۲) رب (۳) الرحمٰن (۴) الرحیم (۵) مالک یوم الدین اور بندہ کے احوال بھی تین ہیں: ماضی، حال، مستقبل، ماضی میں آدمی معدوم محض تھا۔

وَقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًاO (سورۂ مریم آیت:۹)۔	اور تحقیق کہ اس سے پہلے میں نے آپ کو پیدا کیا اور آپ کچھ بھی نہ تھے۔

بلکہ میت تھا جیسے فرمایا:

کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَO (سورۂ بقرہ آیت:۲۸)۔	بھلا کیوں کر ناسپاسی کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالانکہ تھے تم محض بے جان سو تم کو جاندار کیا پھر تم کو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے پھر انہیں کے پاس لے جائے جاؤ گے۔

اور جاہل تھا اس کو تعلیم کی نعمت سے سرفراز فرمایا:

وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّھَاتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۝ (سورۂ نحل آیت: ۷۸)۔

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور اس نے تم کو کان دئے اور آنکھ اور دل تا کہ تم شکر کرو۔

لہذا بندہ عدم محض سے وجود کی طرف موت سے حیات کی طرف اور جہالت سے علم کی طرف اور عجز سے قدرت کی جانب منتقل ہوا ہے اس وجہ سے کہ اللہ پاک قدیم ہیں ازلی ہیں تو ان کی قدرت ازلیہ ہے علم ازلی ہے وجود اصلی اور ازلی ہے۔

پھر بندہ اپنے حال حاضر میں بھی رب العالمین کا شدید محتاج ہے وجود میں قدم رکھتے ہی حاجات اور ضروریات کے ابواب اس پر مفتوح ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ضرورت کے اسباب فراہم کئے گویا اللہ نے فرمایا کہ میں تیرا معبود ہوں چونکہ میں نے تجھ کو عدم سے وجود بخشا ہے اور وجود کے بعد اگر تجھ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو ہمارے پاس آیا کر اس وجہ سے کہ میں رحمٰن ورحیم ہوں، اور آئندہ مرنے کے بعد بھی اگر تو سعادت اور بھلائی چاہتا ہے تو وہاں بھی میرے علاوہ چارہ کار نہیں، عبادت کر لے میں ہی مالک یوم الدین ہوں۔

لہذا یہ پانچوں صفات بندہ کے تینوں احوال سے متعلق ہو گئی ہیں لہذا ظاہر ہو گیا ہے کہ بندہ کے سارے امور اس کی ساری مصالح ماضی حال اور مستقبل میں بدون

باری عزاسمہ کے فضل عمیم واحسان عظیم ممکن نہیں ہوسکتی ہیں اس وجہ سے حصر کے ساتھ **ایاک نعبد و ایاک نستعین** کہنا لازم ہوا۔

(۳) رب العزت والجلال قادر مطلق عالم کل محسن عظیم جواد کریم حلیم ہیں اور غیر کا ایسا ہونا مشکوک ہے، اس اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ کا معبود بالیقین ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جملہ محاسن وکمالات کا وہی مرکز ہے اور یقین پر عمل اولیٰ ہے شک پر عمل کرنے سے لہذا **لامعبود إلاالله** اور یہی ہے **کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ** کا مطلب (رازی رص:۲۴۴ رج:۱)۔

(۴) عبادت ذلت اور اہانت کا مکان ہے اور مولیٰ تعالیٰ اشرف اعلیٰ ہیں لہذا عبودیت بھی اس کے مناسب اور لائق ہے لہذا اس کی عبادت غیر اللہ کی عبادت سے اولیٰ ہے، نیز جبکہ اللہ کی قدرت عظمت کمالات دوسروں کے کمالات عظمت وقدرت سے زائد ہی زائد ہیں، لہذا وہی عبادت کے لائق ہوئے۔

(۵) غیر اللہ ممکن لذاتہ اور باری عزاسمہ واجب لذاتہ ہیں اور ممکن لذاتہ خود دوسرے کا محتاج ہے تو جو خود محتاج ہو وہ اپنی خدمت کا زائد محتاج ہے اور جو اپنے ہی معاملات کی اصلاح میں رہے گا دوسرے کا کیا کام کرے گا، کوئی بھی شیء جب تک خود غنی اور مستغنی نہ ہو دوسرے کے حوائج وضروریات کیسے پورا کرے گی، لہذا جملہ عبادتوں کے اصلی اور صحیح مستحق صرف اللہ عزوجل ہوئے جو غنی ہیں جملہ حوائج وضروریات کے علاج اور دفعیہ پر قادر ہیں۔

(۶) استحقاق عبادت کا تقاضہ ہے کہ وہ ایسا ہو جو آسمان بلاستون کے اور زمین بلا دعامہ تھامے اور شمس وقمر کو چلا سکے ہوا پانی سحاب سب پر اس کو مکمل کنٹرول ہو کبھی وہ

بادلوں سے بجلی نکالدے اور کبھی آگ اور کبھی ہوا اور کبھی پتھر سے پانی نکالدے اور کبھی روشنی نکالدے، الغرض جس کو قدرت کاملہ عاملہ حاصل ہو اور یہ سب اوصاف سوائے خالق ارض وسموات کے کسی اور کے اندر نہیں ہیں، لہذا عبادت کا استحقاق بھی صرف اسی کو ہے اور دوسرے کسی کو نہیں ہوسکتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ عبادت صرف باری عز اسمہ کی ذات والاصفات ہی کے لائق ہے لہذا اگر اب کسی دوسرے سے عبادت کا کسی بھی نوع کا تعلق رکھے گا تو وہ مشرک قرار پائے گا اور یہ نا قابل معافی جرم ہے، پھر جو شخص کسی کو شریک قرار دے گا یا تو وہ جسم ہوگا یا غیر جسم اگر وہ جسم ہے تو پھر وہ جسم اجسام علویہ میں سے ہوگا یا اجسام سفلیہ میں سے، اگر ثانی ہے پھر وہ مرکب ہوگا یا بسیط اگر اولیٰ ہے پھر وہ معادن سے ہے یا نبات میں سے یا حیوانات میں سے یا انسانوں میں سے پھر جن لوگوں نے اجسام معادنیہ کو معبود بنایا یہ وہ لوگ ہیں جو اصنام پرست ہیں ذہب وفضہ وغیرہما کو پوجتے ہیں اور وہ جو اجسام نباتیہ کو پوجتے ہیں یہ وہ ہیں جو کسی معین درخت کو معبود بنالیں اور کچھ ایسے بھی ہوئے جنہوں نے اپنے جیسے انسانوں میں سے کسی کو معبود وشریک قرار دیا جیسے نصاریٰ ہیں کہ انہوں نے عزیر اور مسیح علیہ السلام کو معبود قرار دیا ہے، پھر بہت سے وہ ہیں جنہوں نے اجسام کے علاوہ اشیاء کی عبادت کی ہے مثلا وہ لوگ جنہوں نے کہا ہے کہ مدبر عالم نور وظلمت ہے، ایک طائفہ وہ ہے جنہوں نے فرشتوں کی عبادت کی، ایک طائفہ وہ بھی ہے جنہوں نے عالم کے دو معبود بنائے۔

(۱) ایک خیر کا اور دوسرا شر کا، اول اللہ پاک اور دوسرا شیطان وابلیس، جملہ خیر

اور بھلائیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جملہ برائیاں ابلیس کی طرف سے مگر یہ سب خرافات واباطیل ہیں۔

عبادت کے فوائد وفضائل پر کلام فرماتے ہوئے امام رازیؒ نے رص:۲۴۹رج:ار میں فرمایا ہے **اعلم ان من عرف فوائد العبادة طلب له الاشتغال بها وثقل عليه الاشتغال بغير ها.**

فائدہ (ا) یعنی کہ جو شخص عبادت کے فوائد کو سمجھ لے گا تو اس کو عبادت الٰہی میں لگ جانا آسان ہوجائے گا اور دوسرے کاموں سے انحراف آسان ہوجائے گا اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ کمال محبوب بالذات ہے اور انسان کے حالات میں سب سے اکمل ترین اور قوی ترین حالت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی عبادت کے کاموں میں مشغول اور مصروف رہے اسی سے اس کا قلب نور الٰہی سے مشرف ہو سکے گا اور اس کی زبان ذکر کے شرف سے مشرف ہوگی اور اس کو قرأت قرآن کریم کی توفیق ارزانی ہوگی اور اس کے اعضاء وجوارح اللہ عزوجل کی خدمت کے آداب کے متحمل ہوں گے اور یہ انسان کے احوال میں سب سے اشرف اور اعلیٰ حالات ہیں اور اس کے درجات میں سب سے عالی درجہ ہے جو زمانہ مستقبل میں بھی اس کیلئے سعادت ابدیہ کو لازم کرنے والی شئی ہے جو ان رموز واسرار پر واقف ہوجائے گا تو عبادات کا ثقل اس سے زائل ہوجائے گا اور اس کی عظمت اور حلاوت اس کے قلب کے عمق میں پیدا ہوجائے گی۔

فائدہ (۲) عبادت باری تعالیٰ امانت ہے ارشاد ربانی ہے:

اِنَّـا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ	ہم نے یہ امانت آسمانوں اور
عَلَـى السَّـمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی
والْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا	سوانہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار
وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا	کردیا اوراس سے ڈر گئے اور انسان نے
الْاِنْسَانَ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا	اس کو اپنے ذمہ لے لیا بیشک وہ بڑا ظالم
جَهُوْلًا ٥ (سورۂ احزاب آیت:۷۲)۔	اور بڑا جاہل ہے۔

فائدہ: ایک تو انسان نے اس امانت کو اٹھایا دوسری طرف اس کو اللہ پاک نے ظلوم وجہول فرمایا، جاننا چاہئے کہ یہ محبت کی گالی ہے، آسمان وزمین و پہاڑ وغیرہ گھبرا گئے اور انسان نے اس کی حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اقدام تو کرلیا اب اس پر پورا پورا عمل نہیں کر پا رہا ہے۔

اور امانت کی ادائیگی شرعاً اور عقلا واجب ہے دلیل نص قرآن:

اِنَّ اللّٰـهَ يَاْمُرُكُمْ	بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا
اَنْ تُـؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰـى	حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے
اَهْلِهَـا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ	حقوق پہنچادیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا
الـنَّـاسِ اَنْ تَحْكُمُوا	تصفیہ کیا کروتو عدل سے تصفیہ کیا کرو بیشک
بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ	اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے
بِـهٖ اِنَّ اللّٰـهَ كَانَ سَمِيْعًا	ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بلاشک اللہ
بَـصِيْـرًا ٥ (سورۂ نساء آیت:۵۸)۔	تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں۔

اورامانت کی ادائیگی صفات کمالیہ میں محبوب بالذات ہے اوراس لئے بھی کہ ایک طرف سے امانت کی جب ادائیگی ہوگی تو دوسری طرف سے ضرور ہوگی اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ بعض صحابہ نے بیان کیا کہ ہم نے ایک دیہاتی آدمی کو دیکھا کہ وہ اونٹنی پر سوار ہوکر آیا اور مسجد میں داخل ہوااوراس نے اپنی اونٹنی کھلی چھوڑی اور بڑے اطمینان وقار سے نماز ادا کی ہم کو اس سے تعجب ہواابھی وہ مسجد سے نکلا نہ تھا کہ اونٹنی غائب ہوگئی جب نکلاتو جانور کو نہ پایا تو اللہ سے کہا کہ اللہ میں نے تیری امانت ادا کی میری امانت کہاں ہے راوی نے کہا کہ فوراً ایک شخص اونٹنی پر سوار ہاتھ کٹا ہوا آیا اور اونٹنی اس کے حوالہ کرگیا اس میں راز اور نکتہ واضح ہے کہ اس نے اللہ کی امانت ادا کی اللہ تعالیٰ نے اس کی امانت واپس فرمائی اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا تھا: **یاغلام احفظ اللہ فی الخلوات یحفظک اللہ تعالیٰ فی الجلوات** (رواہ الترمذی،ج:۲) اے لڑکے تم خلوتوں میں اللہ پاک کے احکام کی حفاظت کرو عمل کرکے اللہ پاک جلوتوں میں تمہاری حفاظت کریں گے۔

فائدہ (۳) عبادت الٰہی میں اشتغال سے عالم غرور سے عالم سرور کی طرف انتقال کرنا ہے اور عالم خلق سے عالم حق کی طرف رجوع ہوتا ہے اور یہ کمال لذت بہجت کو واجب کرنے والی شئی ہے، مروی ہے کہ امام اعظمؒ نماز کی حالت میں تھے اوپر سے ان پر سانپ گر گیا تھا سب لوگ متفرق ہوگئے تھے مگر امام صاحبؒ اپنی نماز میں ہی مشغول رہے اور آپ کو مطلقاً اس کا شعور واحساس نہ ہوا، حضرت ابن زبیرؓ کے بعض اعضا میں زخم لگ گیا تھا جس کی وجہ سے اس عضو کے قطع کرنے کی ضرورت تھی لوگوں نے مشورہ کیا جب آپ نماز میں مشغول ہوں گے تب کاٹنا ایسا ہی کیا گیا اور آپ کو پتہ نہ چلا، نبی پاک ﷺ کی

نماز میں یہ حالت ہوتی کہ سینہ مبارک سے ہانڈی کے ابلنے کی سی آواز سنائی دیتی اور جواب ان باتوں کو کچھ لہو ولعب سمجھے تو اس کو یہ پڑھ لینا چاہئے فَلَمَّا رَأَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ جب عورتوں پر جمال یوسف نے غلبہ کیا اور ان کی حالت یہاں تک پہنچادی کہ ان کے ہاتھ کٹ جانے پر بھی ان کو احساس نہ ہوا تو جب انسان کا یہ حال ہے ایک انسان کے کمال و جمال میں اگر کسی پر ذات العزت والجلال کا کمال و جمال واضح ہو جائے تو بھلا اس کا کیا حال ہوگا، اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ عبادت الٰہی کے تین درجات ہیں (رازی رص:۲۵۰رج:۱)۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ ثواب کی امید میں یا عقاب وعذاب سے بچنے کیلئے اللہ کی عبادت کرے اس کا نام عبادت ہے اور سب سے نیچے کا درجہ ہے اس لئے کہ اس کا معبود حقیقت میں وہ ثواب یا عقاب ہے اور یہ حق تعالیٰ کی ذات کو اپنا مطلوب حاصل کرنے کا صرف ایک وسیلہ اور ذریعہ بنا رہا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ پاک کی عبادت اس لئے کرتا ہے کہ اس شرفِ عبادت کو حاصل کرنے یا اس کی طرف منسوب ہو جانے کی خواہش ہو یہ پہلے سے کچھ بہتر درجہ ہے۔

اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ پاک کی محض اس کے معبود و خالق ہونے کے عبادت کرے اور اس وجہ سے کہ یہ اس کا بندہ ہے اور اللہ اور معبود کا حق بندہ پر یہی ہے کہ خشوع اور خضوع اور عاجزی کرے اور یہ سب سے اعلیٰ واشرف مقام وحال ہے اس کو عبودیت کہا جاتا ہے، چنانچہ جب مصلی کہتا ہے یا اللہ میں آپ ہی کی عبادت کرتا ہوں اس میں یہی مقصد ہوتا ہے، اگر وہ کہے کہ میں ثواب کیلئے یا عذاب سے بچنے کے لئے نماز پڑھتا ہوں تو نماز فاسد ہو جائے۔

پھر یہ جاننا چاہئے کہ عبادت اور عبودیت عالی ترین مقام ہے جس پر بہت سی آیات دلیل ہیں:

(۱) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ o فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ o وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ o (سورۂ حجر آیت: ۹۷ تا ۹۹)۔	اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں سو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہئے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

اس آیت سے استدلال مدعی پر دو طریق سے ہے:

(۱) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت پر مواظبت کا امر فرمایا ہے حتی الموت یہ عبادت کے مقام عالی ہونے پر دلیل اعظم ہے۔

(۲) فرمایا **ولقد نعلم الخ** پھر چار اشیاء کا حکم فرمایا ہے (۱) ''**التسبیح**'' **فسبح** میں مراد ہے (۲) ''**التحمید**'' جو **بحمد ک** میں مطلوب ہے (۳) ''**السجود**'' جو **وکن من الساجدین** میں مطلوب ہے (۴) ''**عبادۃ**'' جو **واعبد ربک حتی یاتیک الیقین** میں مذکور ہے۔

آیت کریمہ سے کتنی عمدہ باتیں ثابت ہوتی ہیں کہ عبادت ضیق قلب کیلئے تریاق ہے، انشراح صدر کی عمدہ دوا ہے چونکہ عبادت میں خلق سے حق کی طرف رجوع ہے اور یہ زوال وتنگی کا موجب ہے اور انبساط وانفراح پیدا کرتا ہے۔

(۳) فرمان باری تعالیٰ ہے: **سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا** پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گئے (مسجدِ اقصیٰ سے) (آسمانوں تک)۔

فائدہ: اگر عبادت اور عبودیت سے بڑھ کر دوسرا کوئی اور مقام اشرف واعلیٰ ہوتا تو باری تعالیٰ اس جگہ اسی وصف کا تذکرہ فرماتے، یہاں فرمایا "**عبدہٖ**" اس میں یہ بھی بتانا ہے کہ اتنا عظیم کمال اور مرتبہ معراج میں جانے کا جو حاصل ہوا ہے وہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ عبودیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

اور عبودیت کے مقام کے اعلیٰ وارفع ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے سب سے پہلے اس جملہ کا تلفظ فرمایا **انی عبداللہ** (میں اللہ کا بندہ ہوں) اور یہ جملہ ان کی والدہ ماجدہ علیہا السلام کی طہارت اور براءت کی دلیل بھی بنا اور ہر خیر کی مفتاح وکلید اور جملہ بلیّات وآفات کے دفعیہ کا سبب بھی ہو گیا اور یہی کلمہ ان کے **رفع الی السما** (آسمان میں اٹھائے جانے) کا ذریعہ بھی ہو گیا "**ورفعک الی**" اس میں یہ راز بھی بتانا ہے کہ جو عبودیت اور عبادت الٰہی اختیار کرے گا وہ جنت کی جانب اٹھایا جائے گا۔

عبادت وعبودیت کے اشرف وارفع مقام وحال ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ پاک نے حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی **انی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی** کہ میں ہی اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے میری ہی عبادت کرو۔

(۴) **قال اللہ عزوجل لموسی علیہ السلام اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی** (بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں سو تم میری عبادت کرو)۔

آیت نمبر ۴: جو مضمون پر دلیل ہے حضرت موسیٰؑ کو خطاب کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے: **اننی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی** اس آیت کریمہ میں توحید کے فوراً بعد عبادت الٰہی کا ذکر ہے توحید اصل ہے اور عبادت فرع ہے **التوحید شجرۃ والعبودیۃ ثمرۃ**، ایک کا قوام بغیر دوسرے کے ممکن نہیں ہے یہ آیت عبودیت کی شرافت پر دلیل ہے۔

(۵) عقلی اعتبار سے اگر سوچا جائے تو بھی یہ بات واضح ہے کہ بندہ محدث ہے عدم سے وجود میں آیا ہے اگر اس میں اللہ رب العزت والجلال کی قدرت کارفرما نہ ہوتی تو کمالات تو بہت دور کی بات وجود سے مشرف ومسعود نہ ہوتا مگر جب حق جل مجدہ کی قدرت کا اس کے ساتھ تعلق ہوا اور اس پر آثار وجود کا فیضان ہوا تو اس کو نفس وجود اور کمالات حاصل ہوئے، لہذا جملہ شرافتیں اور کمالات بہجت وفضیلت مسرت ومنقبت بندہ کو منجانب اللہ حاصل ہوئی ہیں، عبودیت کی برکت سے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ عبودیت تمام بھلائیوں کی مفتاح ہے اور جملہ سعادتوں کا عنوان ہے اور جملہ ترقی کے درجات کا مطلع ہے اور کرامات کا سرچشمہ ہے، اسی لئے بندہ نے کہا: **ایاک نعبد وایاک نستعین** کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے لئے فخر کی یہی بات کافی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور یہی شرافت وعزت کیا کم ہے کہ آپ جیسے میرے رب اور معبود ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: **کفی بی فخرا أن اکون عبدا وکفی بی شرفا أن تکون لی ربا**ً بس اے اللہ میں نے آپ کو رب پایا لہذا مجھے اپنا حقیقی عبد بننے کی توفیق نصیب فرمادیجئے۔

بزرگی کی نہی ہم کو تمنا   خدایا غلام اپنا بنالے

(۶) مقامات سب کے سب دو چیزوں میں منحصر ہیں (۱) معرفت ربوبیت (۲) معرفت عبودیت، جب دونوں معرفتیں انسان کو حاصل ہوں گی تب اللہ کا عہد وفا ہوگا جو **اوفوا بعهدی اوف بعهدكم** میں مذکور ہے۔

ربوبیت کی معرفت کا کمال **الحمدلله رب العلمين الرحمن الرحيم مالک يوم الدين** میں مذکور ہے، عبد کا عدم سے وجود کی جانب انتقال کرنا جو محض قدرتِ الٰہی ہے اس بات کی دلیل ہے کہ وہ معبود برحق ہیں اور حصول خیرات وسعادات بندوں کو وجود کی حالت میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ پاک رحمٰن ورحیم ہے اور عبد کا انجام ومعاد کے احوال **مالک يوم الدين** ہونا بتاتے ہیں (رازی رص:۲۵۲رج:۱)۔

بندہ از بندگی شود آزاد   چوں کنی بندگی شوی دلشاد
شیخ عبدالرزاقؒ

عبادت الٰہی تعالیٰ موقوف ہے معرفت پر اس لئے اولاً رب العزت والجلال نے اپنا تعارف کرایا ہے فرمایا: **الحمدلله رب العالمين الرحمن الرحيم مالک يوم الدين الخ** :اور کہیں عبادت کا حکم دیکر فرمایا: **اعبدوا ربكم الذى خلقكم والذين من قبلكم لعلكم تتقون** کہ میری عبادت تم پر اس وجہ سے بھی لازم ہے کہ میں تمہارا اور تم سے قبل تمہارے آباء واجداد سب کا خالق ہوں اپنے صانع اور خالق کی بھی معرفت تم کو نہیں ہے کس قدر افسوس کی بات ہے اور تعجب کا مقام ہے حالانکہ صانع عالم اور خالق انس وجان پر بے شمار دلائل قائم ہیں۔

آفاق میں غور وتفکر سے کام لےلواور خود اپنے اندر ہی خوض وفکر سے کام لےلو تم کواللہ کے وجود کے نشانات مل جائیں گے۔

بعض زنادقہ نے حضرت جعفرصادقؒ کی خدمت میں آکر صانع عالم کا انکار کیا حضرت نے اس سے معلوم فرمایا کہ کیاتم کبھی بحر پر گئے ہواس نے کہا کہ میں نے بحری سفر کیا کئی اور مرتبہ اس کے احوال اور مصائب کو دیکھا ہے ایک دن بڑی خطرناک ہوائیں چلی تھیں جس نے کشتی کوتوڑ پھوڑ دیا اور ملاحیں غرق ہوگئے میں ایک لوح کو مضبوط تھامے رہاحتی کہ تلاطم امواج نے ساحل پر لگادیا حضرت نے فرمایا کہ تمہارا اعتماد اس سے قبل سفینہ اور ملاح پر تھا پھرلوح پر ہوا یہاں تک کہ تم نے نجات پائی بتاؤ ان احوال میں تم کو اصل امید کس سے تھی لوح سے یا کسی اور ذات سے یہاں آکر وہ خاموش ہوگیا فرمایا جس سے تم کو امید تھی وہ ذات ہی اللہ ہے وہ شخص مسلمان ہوگیا اوران کے ہاتھ پرتائب ہوا۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ دلائل بیان فرمائے ہیں: دوانفسی اورتین رفاقی (۱)**خلقکم**(۲) **خلق الأباء و الأمهات و الذین من قبلکم** (۳)**یکون الأرض حرثا** (۴)**کون السماء بناءً** (۵)وہ امور جومجموع سماءوالارض سے حاصل ہوتے ہیں، **و انزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقا لکم** اوراس عمدہ ترتیب کی مثال نہیں مل سکتی،اولا انسان کے سب سے قریب اس کانفس ہے، انسان کا اپنے احوال سے واقف ہوناواضح ہے دوسرے کےاحوال کی معرفت سے جب

غرض علم سے استدلال علی الربوبیۃ ہےتو جوشئی سب سے واضح الدلالۃ تھی وہ سب سے قوی الافادہ ہے اس وجہ سے وہ اولیٰ بالذکر ہے اس وجہ سے اس کو مقدم کیا ہے پھر آباء واجداد کا تذکرہ فرمایا ہے پھر تیسرے نمبر پر زمین کا چونکہ زمین آسمان کے اعتبار سے قریب تر ہے انسان زمین کے جتنے احوال سے واقف ہوسکتا ہے اتنے آسمان کے احوال سے نہیں، پھر آسمان کے فکر کو **نزول ماء من السماء** پر مقدم فرمایا ہے اور ثمرات کا خروج تو وہ اس کی برکت ہے جس کی وجہ تأخیر معقول ہے۔

(۲) مکلفین کو اللہ جل مجدہ نے زندہ بنادیا جو جملہ نعمتوں کی اصل اساس ہے اور زمین و آسمان اور پانی سے منتفع ہونا یہ سب حیات اور قدرت پر موقوف ہے اس لئے اصول کو فروع پر مقدم فرمایا۔

(۳) والثالث أن كل مافی الأرض والسماء من دلائل الصانع وفی كل شئی له آیة تدل علی أنه واحد۔

بندگی اس کو کہتے ہیں کہ احکام الٰہی کی حفاظت کرے اور جو عہد کسی سے کرے اس کو پورا کرے اور جو مل جائے اس پر راضی رہے اور جو نہ ملے اس پر صبر کرے (اقوال سلف رص:۷۵، حضرت عثمانؓ)۔

الحامدون

جنتی وہ بھی ہیں جو ایمان کے ساتھ اللہ پاک کی حمد وثنا میں مشغول رہتے ہیں اللہ پاک کی نعمتوں کا شکر کرنا ان کا شیوہ ومزاج ہے ایسے شدائد اور مصائب میں بھی اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں چاہے وہ پریشانی ان کی ذات میں ہو یا اہل وعیال میں یا مال ودولت

میں ہر حال میں وہ اللہ پاک کی حمد وثنا میں مصروف نظر آتے ہیں یہی اللہ کے نیک بندوں کا حال ہوتا ہے اور یہی ہمارے پیارے رسول ﷺ کی تعلیم ہے ایمان والوں کے پاس سب سے بڑی نعمت توحید کی امانت ہے دین اسلام ہے نعمت قرآن ہے نعمت رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ پاک نے سب سے عمدہ نبی ہم کو مرحمت فرمائے اور ہمیں ان کی امت میں سے پیدا فرمایا ہے پھر ان تمام نعمتوں کے ساتھ ظاہری نعمتیں کس قدر ہیں جو شمار بھی نہیں ہوسکتی بلکہ ایک نعمت کا بھی شکر اور حق ادا نہیں ہوسکتا ہے **وان تعدوا نعمۃاللہ لا تحصوھا** میں یہی بیان فرمایا گیا ہے۔ (روح البیان رص:۵۱۸رج:۳)۔

لہذا ایمان والے کو سب سے پہلے اس بات پر شکر گذار ہونا چاہئے کہ اللہ پاک نے ہمیں اسلام وایمان سے نوازا ہے توحید عطا فرمائی الحمدللہ تعالیٰ، پھر اللہ پاک کی دوسری نعمتوں پر شکر ادا کرے اور تمام اموال میں الحمدللہ کہنے کا عادی بنے۔

حضرت ابراہیمؑ کی شکر گذاری

جیسا کہ حضرات انبیاءؑ کا طریقہ ہے اللہ پاک نے حضرت ابراہیمؑ کے تعلق سے فرمایا کہ انہوں نے کہا: **الحمدللہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحٰق ان ربی لسمیع الدعاء رب اجعلنی الخ** (سورۂ ابراہیم آیت:۳۹)۔

دیکھئے حضرت ابراہیمؑ فرمارہے ہیں اللہ پاک کی تعریف ہے جس نے بڑھاپے کی عمر میں اسماعیل واسحٰق جیسے فرزند عطا فرمائے بیشک میرا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، **علی الکبر**، اس حال میں کہ بوڑھا ہو چکا ہوں اس کا تذکرہ اللہ پاک کی نعمت کو بڑے سمجھنے اور بتانے سے ہے کہ انسان بوڑھاپے میں اولاد ہونے سے مایوس

ہوجاتا ہے اور عام طور پر اس وقت میں اولاد نہیں ہوتی ہے کس قدر احسان باری ہے اور شکر گذاری کا موقع ہے کہ اس حال میں میرے اولاد ہو رہی ہے، معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ پہلے سے نیک اولاد کی دعا کر رہے تھے جو اللہ پاک نے اب قبول فرمائی ہے اور چونکہ یہ کہا کرتے تھے اسمع یا ایل، اسمع یا ایل، سن لے اے خدا سن لے اے خدا، اللہ پاک نے سن لیا اور دعا قبول ہوئی اس وجہ سے ان کا نام اسماعیل رکھا گیا جس کے معنی ہوتے ہیں اللہ کی اطاعت کرنے والا، منقول ہے کہ جب حضرت اسماعیلؑ کی ولادت ہوئی اس وقت ان کی عمر ۹۹ رسال تھی اور جب اسحٰقؑ پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر مبارک ایک سو بارہ سال تھی اور حضرت اسماعیلؑ اس وقت ۲۳ ر کے تھے اسحٰق کے معنی عبرانی زبان میں ضحاک ہسنے والے کے ہیں پھر اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے نمازی ہونے کی دعا فرما رہے ہیں جس میں ایک بہت بڑا سبق ہے کہ نمازی ہونا خود اپنا اور اپنی اولاد کا کس قدر اہمیت رکھتا ہے اور باپ پر لازم ہے کہ وہ خود بھی نمازی بنے اور اولاد کو بھی نمازی بنانے کی محنت کرے اور مسلسل دعا بھی کرے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعائیں فرمائی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اولاد نیک صالح بن جائے تو اللہ کا بے حد شکر گذار ہو کہ اس نے ان کو دین دار بنا دیا اور جب شکر گذار ہوگا تو اللہ پاک کی حمد وثنا بھی اس کی زبان پر جاری ہوگی کہ قلب شاکر بننے سے ہی زبان پر حمد وثنا جاری ہوتی ہے۔

اور حضرت اسماعیلؑ کی تعریف میں اللہ پاک نے خود فرمایا **واذکر فی الکتاب اسماعیل انه کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا** (سورۂ مریم) اللہ پاک کی حمد وثنا کرنا بھی بہت اونچا عمل ہے خود باری تعالیٰ نے اپنی تعریف کا طریقہ سورۂ

فاتحہ میں تعلیم دیا ہے کہ ایسے کہو الحمدللہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین الخ۔

دعائیں کرنا بھی حمد کا ایک طریقہ ہے اور ویسے ہر ہر نعمت کے حصول واستحصال پر کہو الحمدللہ، کھانا کھاؤ تو الحمدللہ کہو، روایت میں ہے کہ جو کھانے کو بسم اللہ سے شروع کرے اور الحمدللہ الذی أطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین پر ختم کرے یعنی کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے اس کی مغفرت کردی جاتی ہے، نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ پاک اس بندہ سے بہت خوش ہوتے ہیں جو ایک لقمہ کھائے اور اللہ کی حمد کرے اور ایک گھونٹ پانی پیئے اور اللہ پاک کی حمد کرے (ترمذی شریف رص:۳رج:۲)۔

نیا لباس پہنے تو اللہ کی تعریف کرے رسول اللہ ﷺ کا یہی طریقہ تھا عن أبی سعید الخدریؓ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا استجد ثوبا جدیداً سماہ باسمہ عمامة أو قمیصا أو رداء ثم یقول اللہم لک الحمد أنت کسوتنیہ أسألک خیرہ وخیر ماصنع لہ وأعوذبک من شرہ وشرما صنع لہ (ترمذی رص:۳۰۶رج:۱)۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے مثلاً عمامہ یا قمیص یا تہبند اور پھر یہ دعا پڑھتے: اللہم لک الحمد أنت کسوتنیہ أسألک خیرہ وخیر ماصنع لہ وأعوذبک من شرہ وشرما صنع لہ۔

ترجمہ: اے اللہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں تو نے ہی مجھے یہ پہنایا ہے لہذا

میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس بھلائی کیلئے یہ بنایا گیا ہے اس کا طلب گار ہوں اور اس کے شر اور جس شر کیلئے یہ بنایا گیا ہے اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

رسول پاک ﷺ نے ہر ہر موقع پر یہ سب دعائیں جو پڑھی ہیں یہ سب مولی تعالیٰ کا شکر تھا اور امت کیلئے تعلیم بھی کہ اس طرح حمد اور شکر گذاری کا طریقہ سیکھو اسی لئے آپ ﷺ سے بڑھ کر اللہ پاک کی حمد وثنا کرنے والا پیدا نہیں ہوا اور نہ ہوگا اور جب اللہ کی تعریف میں آپ سب سے بڑھے ہوئے ہیں اسی لئے آپ کا نام احمد ہے اور پھر اللہ پاک نے بھی سب سے زیادہ آپ کی تعریف اپنے ساتھ مخلوق کی زبان پر جاری فرمائی تو آپ محمد ہیں سب سے زیادہ جس نے اللہ پاک کی تعریف کی اور سب سے زیادہ جس کی تعریف تا قیامت کی جائے گی وہ رحمت عالم ﷺ کی ذات گرامی قدر ومنزلت ہے اور آپ ﷺ کی امت حامدون ہے، اللہ پاک کی تعریف کرنے والے اس امت میں سب سے زیادہ ہوں گے اور لواءِ حمد قیامت کے دن آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔

حضرت آدمؑ اور دوسرے حضرات آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اللہ کی تعریف تو متعدد زبانوں میں متعدد طریقوں سے ہوسکتی ہے مگر لفظ الحمدللہ بہت جامع ہے کیونکہ خود باری عزاسمہ نے اس جملہ کو بکثرت اپنے لئے استعمال فرمایا، مطلب یہی ہے کہ ایمان والے اس جملہ کو زیادہ استعمال کریں، سورۂ فاتحہ میں سورہ فاطر میں بھی سورہ کہف کے شروعات میں اور بہت سی جگہ کتاب اللہ میں یہ لفظ مبارک استعمال ہوا اس سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ میں ۸/حروف ہیں اور جنت کے دروازے بھی ۸/ ہیں جو شخص دل کی گہرائی اور سچائی

سے یہ جملہ کہے گا تو جنت کے آٹھوں ابواب کا مستحق ہوگا (ترمذی شریف ر ص:۲۲۰ر ج:۱)۔

نیز فرمایا کہ الحمدللہ اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ محمود صرف باری تعالیٰ کی ذات ہی ہے اور عقل سے اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ منعم حقیقی وہی ہیں یہ بھی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جب اللہ پاک کسی بندہ پر کوئی نعمت فرماتے ہیں پھر تو الحمداللہ کہتا ہے تو باری تعالیٰ سبحانہ فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے بندہ کو اس کو ایسی ایسی نعمتیں دوں گا جس کی قیمت کوئی نہیں بن سکتا ہے۔

حمد کرنے والے نے اپنے رب کو کیا تحفہ دیا

اس نے میری بیش قیمت حمد وثنا کی ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب اللہ پاک کسی بندہ پر کوئی انعام واحسان فرماتے ہیں ان چیزوں میں سے جس کا وہ عادی ہے مثلاً وہ بھوکا تھا اس کو کھانا کھلایا وہ پیاسا تھا اس کو پانی پلایا وہ ننگا تھا اس کو کپڑا پہنایا اور پھر اس نے الحمدللہ کہا تو مطلب یہ ہوا کہ ہر حمد جو کوئی کرتا ہے حامدین میں سے تعریف باری کرنے والوں میں سے اور جو نہیں کرسکتا ہے اور وہ از روئے عقل ممکن ہے سب اللہ پاک کیلئے ہے اور اس میں عرش وکرسی اور جملہ سماوات کے فرشتوں کی حمد اور وہ حمد جو کسی بھی پیغمبر نے کی آدمؑ سے رسول اللہ ﷺ تک اور تمام اولیاء امت کی حمد اور علماء صلحاء اور تمام مخلوق خدا کی حمد جو کریں گے جنت والوں کی حمد کے ساتھ سب بندہ کے اس قول کے تحت داخل ہے **الحمدلله رب العلمين** ۔

اور جنت میں بھی حمد وثنا کا سلسلہ برابر جاری رہے گا اور جنتیوں کی زبان پر **سبحان الله، الحمدلله ، لا اله الا الله ، الله اکبر** کے پاکیزہ کلمات ہردم جاری رہیں

گے،جس کواللہ پاک نے فرمایا: **دعواھم فیھا سبحانک اللھم وتحیتھم فیھا سلام واٰخر دعواھم ان الحمدللہ رب العلمین** (تفسیر کبیر رص:۲۲۲رج:۱)۔

اورانہیں پاکیزہ کلمات سے جنت کے درخت اور پیڑ پودے تیار ہوتے ہیں جیسا کہ روایت میں مذکور ہوا ہے۔

سب سے عمدہ ایک کلمہ

اس لئے **الحمدللہ رب العلمین** یا**الحمدللہ** بہت زیادہ عمدہ کلمہ ہے جس کا بار بار کہنا بہت اچھا ہے مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس جملہ کا موقع اور محل بھی ہونا چاہئے ورنہ گرفت بھی ہوسکتی ہے حضرت سری سقطیؒ سے پوچھا گیا کہ اللہ پاک کی اطاعت کما حقہ کیسے ہوسکتی ہے؟ فرمایا کہ میں ۳۰رسال سے ایک حرف الحمدللہ کہنے کی وجہ سے استغفار کررہاہوں عرض کیا گیا یہ کیا بات ہے، کیسے؟ فرمایا ایک بار بغداد کے ایک محلّہ میں آگ لگی اور دوکانیں جل گئیں اور مکانات خاکستر ہوگئے ،لوگوں نے مجھے خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ میری دوکان نہیں جلی میں نے کہا الحمدللہ، کہہ تو دیا مگر آج تک اس پر افسوس ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دوسروں کی دوکانوں کے جلنے کا افسوس نہ ہوا بلکہ اپنی دوکان بچنے کی خوشی ہوئی حالانکہ دین ومروت کا تقاضہ یہ تھا کہ میں اس پرخوش نہ ہوتا اس کی وجہ سے میں برابر ۳۰ربرس سے توبہ واستغفار کررہاہوں، اس پرالحمدللہ کہنے کی وجہ سے،بس معلوم ہوا کہ یہ کلمات بہت بڑے ہیں مگر اس کے مقام کی رعایت بھی اسی قدر ضروری ہے (رازی رص: ۲۲۵رج:۱)۔

امام رازیؒ نے رص: ۲۲۵رج:۱ر پر یہ بھی لکھا ہے کہ سب سے پہلا جملہ جو

ہمارے ابا آدمؑ نے بولا وہ بھی الحمدللہ تھا، اور سب سے آخری جملہ جو اہل جنت بولیں گے وہ بھی الحمدللہ ہوگا اور آدمؑ کا قصہ یہ ہوا تھا کہ جب ان کی روح ناف تک پہنچی تو ان کو چھینک آئی اس پر انہوں نے **الحمدلله رب العلمين** کہا اسی لئے مسنون بھی یہی ہے کہ چھینک نے والا الحمدللہ کہے اور جو سنے وہ یرحمک اللہ کہے، اور جنت والوں کا کلام ابھی گذرا، یعنی **و آخر دعواهم ان الحمدلله رب العلمين**۔

امام قشیریؒ نے فرمایا ہے کہ حامدون کا یہ مطلب ہے کہ ان لوگوں کو اللہ پاک کی طرف سے پہنچنے والی چیزوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور ان کی طرف فرمائی گئی باتوں پر اور امر ونواہی الٰہیہ پر بھی کوئی اعتراض وانقباض نہیں ہے (روح البیان رص:۵۱۸ رج:۳)۔

الحمدللہ کا مطلب

چونکہ لفظ الحمدللہ کے ذریعہ کہنے والا یہ ثابت کرتا ہے کہ تمام صفات کمال ہر قسم کی باری تعالیٰ کیلئے خاص ہیں اسی لئے تو وہ ذات عالی تمام تعریفوں کی مستحق ہے چاہے جو بھی تعریف کرے اور جس زبان سے بھی کرے اور جس کسی حال میں کرے اور یہ مضمون بہت اونچا مضمون ہے اور سبحان اللہ کہنے والا یہ مضمون اللہ پاک کیلئے ثابت کرتا ہے کہ وہ تمام نقائص وعیوب سے پاک وصاف ہے اور یہ دونوں مضمون چونکہ ایک ساتھ **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم** میں جمع ہیں اس لئے ان دو کلمات کی فضیلت بہت زیادہ آئی ہے اور یہ دونوں کلمات باری عز اسمہ کو بہت زیادہ محبوب ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی بالکل آخری حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے افضل دعا لا

الٰــہ الا اللـہ ہے اور افضل ذکر الحمدللہ ہے اور بعض نے اس کو اس طرح نقل کیا کہ سب سے افضل ذکر لا الٰـہ الا اللہ ہے اور سب سے افضل دعا الحمدللہ ہے اور یہ ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

حمادون کون ہیں

حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا سب سے پہلے جنت میں داخلہ کیلئے جن کو بلایا جائے گا وہ لوگ ہوں گے جو خوشی اور غمی دونوں موقعوں پر اللہ پاک کی حمد وثنا کرتے تھے ایسے لوگوں کو آیت میں حمادون سے تعبیر فرمایا گیا ہے (بیہقی رص:۱۱۶رج:۴)۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نقل کرتی ہیں کہ جب کوئی خوشی کا موقع آتا تو رسول پاک ﷺ فرمایا کرتے الحـمـدلـلہ بنعمتہ تتم الصالحات اور جب کوئی ناگوار بات سامنے آتی تو فرمایا کرتے الحمدللہ علی کل حال (بیہقی رص:۹۱رج:۴)۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جب اللہ پاک کسی بندہ کو کوئی نعمت دیں اور وہ اس بات کا احساس کرلے جان لے کہ یہ نعمت اللہ پاک کی طرف سے ہے تو اللہ پاک اس کا شکر اس کی تعریف سے پہلے ہی قبول فرمالیتے ہیں (بیہقی رص:۹۲رج:۴)۔

سبحان اللہ کیا شان اللہ پاک کی

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص

بستر پر لیٹنے کیلئے آئے اور یہ کہے الحمدللہ الذی کفانی و آوانی والحمدللہ الذی اطعمنی وسقانی والحمدللہ الذی من علیّ فافضل تو اس نے اللہ پاک کی ساری مخلوق کی تعریفوں کے بقدر تعریف کی (بیہقی ص:۹۳ رج:۴)۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نماز مغرب پڑھا رہے تھے ایک شخص کو چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ حمدا کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضی کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ۳۰ ر سے زائد فرشتے جھگڑ رہے ہیں کہ کون اس کو اللہ پاک کے پاس لے جائے (بیہقی ص:۹۴ رج:۴ رترمذی ج:۱)۔

الحمدللہ کہنے کا ثواب

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اکبر کہنے پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بیس گناہ مٹائے جاتے ہیں یعنی معاف ہوتے ہیں اور سبحان اللہ کہنے سے بھی ایسا ہی ہے اور الحمدللہ کہنے پر ۳۰ ر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ۳۰ ر گناہ معاف کئے جاتے ہیں (بیہقی ص:۹۶ رج:۴)۔

ایک حدیث میں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص نے ۱۰۰ ر بار الحمدللہ کہا یہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے ۱۰۰ ر گھوڑے لگام لئے ہوئے راہ خدا میں دئے اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے سبحان اللہ وبحمدہ ۱۰۰ ر بار کہا ایسا ہے جیسا کہ ۱۰۰ ر اونٹ مکہ معظّمہ میں نحر (ذبح) کرائے (بیہقی ص:۹۷ رج:۴)۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ

پاک نے کوئی نعمت دی ہو اور اس نے الحمدللہ کہا تو اس نعمت کا شکر ادا کیا اور دو بار کہا تو اللہ پاک اس کا ثواب اور زیادہ دیتے ہیں اور تیسری بار کہا تو اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص الحمدللہ کہتا ہے تو اس کا عمل اللہ کی دی ہوئی نعمت سے بڑھ جاتا ہے **وکذا فی حدیث آخر من جابر** کہ الحمدللہ اس نعمت سے افضل ہے (بیہقی ص:۹۸،ج:۴)۔

شکر کرو

اللہ پاک کی حمد وثنا کرنا چونکہ شکر الٰہی کا ایک بہترین طریقہ ہے اور شکر کا حکم قرآن پاک میں بکثرت ہے، ایک جگہ باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں **اعملوا اٰل داؤد شکراً وقلیل من عبادی الشکور** اے داؤد میرا شکر کرو اور میرے شکر گذار بندے کم ہیں، عرض کیا یا الٰہی میں آپ کا شکر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا آپ مجھ پر نعمت پر نعمت احسان پر احسان فرماتے ہیں مسلسل تو کیسے آپ کا شکر کر سکتا ہوں عاجز ہوں، فرمایا اے داؤد تم نے مجھ کو جان لیا جیسا جاننا چاہیئے اور یہی شکر گذاری ہے، ابن شہاب زہریؒ سے مروی ہے کہ داؤدؑ نے کہا **الحمدللہ کما ینبغی لکرم وجھک وعز جلالہ** وحی آئی کہ اے داؤد تم نے لکھنے والے فرشتوں کو تھکا دیا (بیہقی ص:۱۰۱،ج:۴)۔

اسی لئے ایک روایت میں ہے کہ جو شخص یہ کلمات پڑھے **یا رب لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک ولعظیم سلطانک** تو فرشتوں پر اس کا ثواب بھاری پڑ جاتا ہے کیسے لکھیں، اللہ پاک اس وقت فرماتے ہیں کہ جیسا کہا فی الحال تو

ایسا ہی لکھ دو جب وہ مجھ سے ملاقات کرے تو میں خود اس کا بدلہ دوں گا (بیہقی رص:۹۴رج:۴)۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نوحؑ جب کوئی لباس پہنتے، کھانا کھاتے، بیت الخلاء سے نکلتے اللہ کا شکر کرتے الحمدللہ کہتے اسی وجہ سے ان کو عبد شکور، شکر گذار بندہ کہا جاتا ہے (بیہقی رص:۱۱۳رج:۴)۔ ایک اور روایت میں ہے چلتے پھرتے اور ہر نعمت کے استعمال کرنے کے بعد الحمدللہ کہنے کا ان کا معمول تھا۔

اسی طرح حضرت سلیمانؑ نے اللہ پاک سے شکر گذاری کی توفیق کی دعا فرمائی **رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی** چونکہ داؤدؑ و سلیمانؑ پر بے شمار نعمتیں برسائی گئی تو ان دونوں حضرات نے اللہ پاک کی خوب شکر گذاری فرمائی۔

شکر گذاری کا اصل طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کو جس طرح استعمال کرنا چاہئے ویسے استعمال کیا جائے اور گناہ سے بچا جائے۔

شکر کیا ہے

حضرت سفیان بن عیینہؒ سے معلوم کیا گیا کہ شکر کیا ہے، فرمایا تم گناہوں سے بچو یہ شکر ہے (بیہقی رص:۱۰۶رج:۴) حضرت عامر شعبیؒ نے فرمایا کہ شکر نصف ایمان ہے اور صبر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے (بیہقی رص:۱۰۹رج:۴)۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ مؤمن کی شان بھی عجیب ہے اس کیلئے ہر طرف ثواب ہے خیر ہے اگر اچھے حالات آتے ہیں تو شکر کرتا ہے اور اگر تکلیف آتی ہے تو صبر کرتا ہے۔

فائدہ: اور یہ دونوں چیزیں ہی بہتر ہیں باعث رضاء الٰہی ہیں۔

حضرت شقیقؒ نے فرمایا کہ حمد کی تین صورتیں ہیں (۱) جب اللہ پاک تجھ کو کوئی نعمت دیں تو یہ پہچانے کہ یہ نعمت کس نے دی ہے (۲) جو نعمت کچھ تجھ کو ملے اس پر تو راضی رہے (۳) جب تک تیرے بدن میں قوت باقی ہے اللہ پاک کی نافرمانی نہ کرے (بیہقی رص:۱۳۰رج:۴)۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ شکر یہ ہے کہ اللہ پاک کی نعمتوں کے استعمال کے بعد آدمی اللہ پاک کی نافرمانی نہ کرے ورنہ تو یہ نعمتوں سے معصیتوں پر مدد چاہنے جیسا ہوگا یہ شکر کا قرض ہے۔

ناشکری کا وبال

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معروف کرخیؒ سے یہ میں نے سنا کہ جب اللہ پاک کسی بندہ پر کوئی نعمت فرماتے ہیں اور وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے معصیت کرتا ہے جیسا کہ آج عام طور پر ہے تو اللہ پاک اس کی سب سے محبوب چیز چھین لیتے ہیں اور ایسے طریقہ سے اس کی نعمتیں چھین لیتے ہیں کہ اس کو پتہ بھی نہیں چلتا ہے، حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ شکر گذاری کو لازم پکڑو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی قوم سے اللہ پاک نے ان کی ناشکری کی وجہ سے کوئی نعمت چھین لی ہو پھر دوبارہ وہ نعمت اس کو ملی ہو (بیہقی رص:۱۳۱رج:۴)۔

ہماری ناقدری کا عالم

ایک بار رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے یہاں گھر تشریف لائے وہاں ایک

سوکھی روٹی کا ٹکڑا پڑا دیکھا تو اس کو اٹھا کر صاف کیا اور فرمایا اے عائشہ اللہ پاک کی نعمتوں کی قدر کرو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی گھر سے اللہ پاک کی نعمتیں چلی گئی ہوں پھر دوبارہ واپس آئی ہوں، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ صاف کر کے آپ ﷺ نے اس ٹکڑے کو کھالیا (بیہقی ص:۱۳۲ ج:۴)۔ یہ سب امت کو سکھانے کیلئے کافی ہے، کہ آقائے نامدار ﷺ نے نعمتوں کی کس درجہ قدر فرمائی ہے آج ہمارا کیا حال ہے اپنے گھروں میں اور دعوتوں شادیوں کے اندر ناقدری کا عالم نہ پوچھو کیا ہوتا ہے اور کتنے لوگ ہیں کہ ان کو کھانے کو میسر نہیں ہے، ایک بزرگ سے کسی نے شکر کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا فرمایا دل سے یہ جاننا کہ یہ نعمت اللہ پاک کی دی ہوئی ہے اور اللہ پاک سے ڈرنا نافرمانی نہ کرنا شکر کی حقیقت اللہ پاک سے ڈرنا ہے تقویٰ پرہیز گاری شکر گذاری ہے بعض اسلاف نے اس بات پر اللہ پاک کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: **ولقد نصرکم اللہ ببدروانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون** اس آیت کریمہ میں متقی اس کو بتایا گیا ہے جو شاکر ہو، معلوم ہوا کہ شاکر ہی متقی ہے اور جو متقی نہیں وہ شاکر نہیں (بیہقی ص:۱۳۳ ج:۴)۔

فرعون کا فتویٰ

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک بار فرعون کے زمانہ میں دریائے نیل کا پانی سوکھ گیا اور وہ اندر چلی گئی لوگ فرعون کے پاس آئے کہ اے ہمارے خدا دریا کو حکم فرما دیجئے کہ وہ دوبارہ جاری ہو جائے، فرعون نے دھمکا دیا جاؤ کہ میں تم سے ناراض ہوں اس لئے جاری نہیں کرسکتا ہوں لوگ چلے گئے پھر آئے اور یہ

درخواست کی اے ہمارے معبود اس کو حکم فرما دیجئے کہ جاری ہو جائے اس نے پھر ان کو بھگا دیا کہ ابھی میں تم سے ناراض ہوں تم میری مرضی پر نہیں چل رہے ہو لوگ مایوس ہو کر چلے گئے پھر آئے اور کہا اب تو جانور بھی مرنے لگے ہیں انسان تو انسان اگر تو نے دریائے نیل کو جاری نہ کیا تو ہم کسی دوسرے کو خدا بنالیں گے کہنے لگا اچھا تم سب ایک جنگل میں جمع ہو جاؤ لوگ سب نکل گئے خود ان سے بالکل ایک طرف جہاں کوئی نہ دیکھے ہٹ گیا اور ایسی جگہ چلا گیا کہ کوئی اس کی آواز نہ سنے اور اپنا رخسار زمین پر رگڑنے لگا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کہ اے اللہ آپ تو حقیقت جانتے ہیں کہ میں خدا نہیں ہوں یہ سب تو ڈرامہ ہے اور میں آپ کی خدمت میں ایسے نکلا ہوں جیسے کوئی غلام اپنے آقا کے پاس آتا ہے بالکل ذلیل محتاج بن کر اور میں خود جانتا ہوں کہ دریائے نیل تیرے سوا کوئی جاری نہیں کرسکتا ہے براہ کرم اس کو جاری فرما دیجئے، کہتے ہیں کہ دریائے نیل جاری ہو گیا اور بہت شاندار طریقہ سے جاری ہوا لوگوں کے پاس آیا کہ میں نے تمہاری خاطر اس کو جاری کر دیا لوگ اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور اس کے بہانے میں پھر آ گئے جیسے آج کے احمق لوگ آج کے فرعونوں کے بہانوں میں پھنسے ہوئے ہیں اللہ کی پناہ، اللہ پاک کی پناہ، **ربنا نجنا من القوم الظلمین**۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت جبرئیلؑ ایک عام آدمی کی شکل میں اس کے پاس آئے اور کہا کہ اے بادشاہ میرا ایک غلام ہے بڑی نافرمانی کر رہا ہے اس پر میری نصرت کیجئے پوچھا کیا قصہ ہے اس کا تیرے ساتھ، کہا ایک غلام ہے اس کو میں نے دوسرے غلاموں پر سردار مقرر کر دیا ان کی دیکھ بھال کیا کرے اپنے خزانے وغیرہ اس کو

دے دئے اس نے تو میرے ساتھ ہی دشمنی شروع کردی میرے دوستوں سے ایسے نفرت وعداوت ہے اور دشمنوں سے اس کو محبت ہے اور مخالفت ونافرمانی کا راستہ اس نے اپنالیا ہے، میں کیا کروں تجھ سے مدد لینے آیا ہوں، فرعون نے یہ سن کر کہا کہ وہ برا غلام ہے اپنے آقاء کا اگر وہ میرا غلام ہوتا تو دریائے قلزم میں اس کو غرق کردیتا، کہا اچھا یہ فیصلہ میرے لئے ایک کاغذ پر لکھدو اس نے قلم دوات طلب کی اور لکھا کہ جو غلام اپنے آقاء کی مخالفت کرے اس کے دشمنوں سے رابطہ رکھے اور اس کے دوستوں سے دشمنی اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو بحرِ قلزم میں غرق کیا جائے، کہنے لگے کہ اس پر مہر بھی لگادو، چنانچہ مہر طلب کی اور اس پر اپنا اسٹامپ (مہر) بھی لگوائی اور ان کو دیدیا۔

جب فرعون کے غرق کی باری آئی تو حضرت جبرئیلؑ اس کا لکھا ہوا فتویٰ لیکر آئے کہ دیکھ یہ تیرا ہی فتویٰ ہے جو تیرے ہی خلاف ہے اس پر آج عمل کیا جا رہا ہے (بیہقی رص:۱۳۴رج:۴)۔

حضرت ابوالدرداءؓ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں میرا اور انسان وجنات کا معاملہ بھی عجیب ہے، پیدا تو میں کرتا ہوں عبادت دوسروں کی کی جاتی ہے، رزق میں دیتا ہوں شکر میرے علاوہ کا ادا کیا جاتا ہے (بیہقی رص:۱۳۴رج:۴) اس فرمان میں کس قدر عبرت ونصیحت ہے یہ انسانوں وجنات کا حال ہے کہ عام طور پر یہ معاملہ ہے بہت کم بندے اللہ کے عابد اور شاکر ہیں۔

شکر کی اقسام

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا کہ جو شخص فرائض الٰہیہ، احکام شرعیہ کی پابندی

کرے اور محرمات سے بچے اور رب العزت کی نعمتوں کا شکر کرے تو اسپر کسی کو کوئی الزام دینے کا موقع نہیں ہے۔اور شکر تین طرح کا ہے : شکر لسان، شکر قلب، شکر بدن۔شکر لسان یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ پاک کی حمد وثنا تعریف کرے، شکر قلب یہ ہے کہ دل سے اعتراف کرے کہ یہ سب نعمتیں اللہ پاک کی طرف سے ہیں اور شکر بدن یہ ہے کہ اپنے جملہ اعضاء وجوارح اللہ پاک کی اطاعت وعبادت میں گذارے اور معصیت سے بچے (بیہقی رص:۱۳۵رج:۴)۔

اعضاء وجوارح کا شکر

ایک شخص نے حضرت ابو حازمؒ سے عرض کیا حضرت آنکھوں کا شکر کیا ہے؟ فرمایا اگر آنکھوں سے کوئی خیر دیکھے تو اس کا اظہار کرے اور شر دیکھے تو اس کو چھپائے، پوچھا کہ کانوں کا شکر کیا ہے فرمایا اگر کوئی خیر سنے اس کو یاد رکھے اور شر کی بات سنے اس کو پوشیدہ رکھے، پوچھا کہ ہاتھوں کا شکر کیا ہے؟ فرمایا کہ ہاتھوں سے ایسی چیز نہ پکڑے جس کا پکڑنا ممنوع ہو اور ایسی چیز کے دینے سے نہ روکے جو واجب ہو، پوچھا کہ پیٹ کا شکر کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کے نیچے کے حصہ میں کھانا ہو اور اوپر سے عمل صالح ہو، پوچھا کہ شرم کا شکر کیا ہے؟ فرمایا کہ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا: **الا علی ازواجھم اوماملکت ایمانھم الخ** یعنی زوجہ اور باندی کے علاوہ سب سے بچے، عفت وپاکیزگی اختیار کرے، پوچھا کہ پاؤں کا شکر کیا ہے؟ اگر کسی کو اچھا عمل کرتے دیکھے تو وہ اختیار کرے برا عمل کرتے دیکھے اس سے بچے تب تو شاکر بنے گا اللہ پاک کا، اور جو شخص محض زبان سے شکر کرتا ہے اعضاء وجوارح سے نہیں یعنی ان کو صحیح صحیح استعمال نہیں

کرتا ہے جیسا کہ سردیوں کے موسم میں چادر کا صرف کنارہ پکڑا ہو دوسرا نہ پکڑا ہو ٹھیک سے نہ اوڑھا ہو تو پھر سردی بارش وغیرہ سے کیسے بچ پائے گا (بیہقی رص:۱۳۵رج:۴)۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ کھاؤ پیو عمدہ لباس پہنو مگر اسراف اور تکبر سے بچو اللہ پاک یہ چاہتے ہیں کہ اپنے بندہ پر اپنی دی ہوئی نعمتوں کا اثر دیکھیں (رواہ البخاری)۔

معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بندہ کو نعمتوں سے نوازیں تو اپنی حالت اچھی رکھے ایسی حالت نہ رکھے کہ دیکھ کر ایسا محسوس ہو کہ لوگ مفلس وغریب سمجھ کر اس کو صدقہ زکوٰۃ کا مصرف سمجھیں۔

حضرت قتادہؒ نے فرمایا معلوم ہوا کہ نعمتوں کا شکریہ بھی ہے کہ اس کا اظہار کیا جائے۔

شکرگذاری کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ دنیا داری کے سلسلہ میں اپنے سے کمتر شخص کو دیکھو اس کو دیکھ کر سمجھ میں آئے گا کہ ہمارے اوپر کس قدر اللہ پاک کی نعمتیں ہیں اور دین داری کے اندر اپنے اوپر والے کو دیکھو اس کو دیکھ کر سمجھ میں آئے گا کہ ہم کتنے کمزور ہیں، اور فرمایا کہ جو ایسا کرے گا کہ دین میں اوپر والے کو دیکھے گا اور دنیا کے بارے میں نیچے والے کو تو اللہ پاک اس کو صابر وشاکر لکھیں گے اس حدیث شریف میں شکرگذار بننے کا ایک نفسیاتی بہترین طریقہ سکھایا گیا ہے کہ اس سے انسان اپنے اوپر اللہ پاک کی نعمتوں کو کمتر نہ سمجھے گا بلکہ یہ کہے گا میں تو بہت بہتر ہوں غلاموں کو دیکھو وہ بہت کمزور حال میں ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے ہمیشہ غم رہا کرتا کہ فلاں کا مکان، اس کے کپڑے

اس کے جوتے اس کا یہ مجھے افضل ہے اور میں ایسا کمزور ہوں اور یہ اس لئے تھا کہ میں مالداروں اور دنیا داروں کی صحبت میں زیادہ رہتا تھا، پھر اللہ پاک نے میری رہنمائی فرمائی اور میں غریبوں مزدوروں، کمزور حالت لوگوں کے پاس بیٹھنے لگا تو میری یہ حالت جاتی رہی اور مجھے سکون وراحت میسر آئی اور ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا داری کے معاملہ میں اپنے کم درجہ انسانوں کو دیکھو اوپر والوں کو نہیں اس سے تم اللہ پاک کی نعمتوں کو جو اپنے اوپر ہیں حقیر نہ سمجھو گے (بیہقی رص:۱۳۷رج:۴)۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے یتیم ہونے کی حالت میں پرورش پائی مسکین ہونی کی حالت میں ہجرت کی اور میں ایک شخص کا غلام اور نوکر تھا محض پیٹ بھر کھانا مل جانے پر اور دن بھر ان کا کام کرتا تھا ان کے جانوروں کیلئے سفر حضر میں ان کا خادم بنا ہوا تھا آج الحمدللہ تعالیٰ دین میرا ''قوام'' سہارا ہے اور ابو ہریرہؓ اپنے وقت کا امام ہے۔

حضور پاک ﷺ ابوالہیثم کے باغ میں

محمود بن لبیدؓ سے مروی ہے کہ جب یہ سورت الھاکم التکاثر الخ نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کونسی نعمتوں کا سوال ہوگا یہ کھجور پانی اور تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں دشمن حاضر ہے سامنے ہے یہ ہماری حالت ہے، فرمایا عنقریب تمہیں بہت سی نعمتیں ملیں گی۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ ایسے وقت میں گھر سے باہر نکلے عام طور پر اس وقت نکلتے نہ تھے معمول شریف اس وقت آرام کرنے کا تھا دوپہر کا وقت کسی سے اس

وقت ملاقات نہ فرماتے تھے،معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جو معمولات ہوتے ہیں آرام کے اور ملاقات کے وہ بھی خلاف سنت نہیں ہیں مگر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بس ہماری ملاقات کیلئے فوراً ان کو نکل آنا چاہئے ہم جس وقت بھی چاہیں ان کے پاس چلے جائیں اپنے اوقات کی رعایت کرتے ہیں دوسروں کے اوقات کی نہ قدر ہے نہ رعایت ہے اگر وہ نہ نکلیں تو فوراً بدظن ہوکر بدکلامی شروع کردیتے ہیں، یہ جاہلانہ اوراحمقانہ طریقہ ہے خیر رسول اللہ ﷺ کواس وقت باہر دیکھ کر صدیق اکبرؓ بھی آ گئے رحمت مجسم ﷺ نے پوچھا اے ابوبکر اس وقت کیسے آئے ہو عرض کیا کہ اچانک آپ کی ملاقات کا خیال آیا کہ دیدار سے مشرف ہوں زیارت وسلام کرونگا اوراپنے قلب کو تسلی دوں، کچھ ہی دیر گذری تھی کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے ان سے پوچھا کہ اے عمر اس وقت یہاں کیسے آئے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھوک سے بیتاب ہوکر گھر سے نکل کھڑا ہوا ہوں یہاں آ کر دیکھا تو آپ حضرات موجود ہیں فرمایا کہ مجھے بھی بھوک کا ایسا ہی احساس ہورہا ہے، میری بھی یہی حالت ہے اور فرمایا چلو ابوالہیثم بن التیہان کے یہاں چلتے ہیں وہ ایک انصاری صحابی تھے ان کے یہاں کھجور کے باغات اور بکریاں وغیرہ ہوتی تھیں مگر خادم کوئی نہ تھا ان صحابی کو گھر پر نہ پایا ان کی اہلیہ سے پوچھا کہ تمہارے شوہر کہاں ہیں بتادیا کہ ٹھنڈا میٹھا پانی لانے کیلئے گئے ہیں کیوں کہ ہر وقت ہر جگہ اس وقت میٹھا پانی دستیاب نہ تھا،تھوڑی دیر گذری تھی اتنے میں وہ بھی آ گئے بھرے پانی کا ایک مشکیزہ اٹھائے ہوئے اس کو رکھدیا اور رسول پاک ﷺ سے سلام ومصافحہ کیا اور عرض کیا کہ میرے باپ اس پر قربان ہوں آپ

میرے مکان پر تشریف لائے ہیں پھران حضرات کولیکر اپنے باغ میں گئے اور وہاں کپڑا بچھایا ان حضرات کے بیٹھنے کے لئے اور خود کھجور کے ایک درخت کے پاس گئے تا کہ کھجوروں کا ایک خوشہ لیکر آئیں، چنانچہ ایسا ہی کیا اور خوشہ لاکر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروقؓ کے سامنے رکھ دیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس میں سے صرف پختہ اور پکی ہوئی کھجور لے آتے سارا خوشہ نہ لاتے ،عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ میں نے اس لئے کیا کہ جو پسند ہو جوجس کے ذوق ومزاج کے مطابق ہو وہ اس کو لے لے ان مقدس مہمانوں نے جو دنیا کے سب سے مقدس مہمان تھے کھجوریں کھائیں اور پانی نوش فرمایا ، رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سے قیامت میں ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا یہ ٹھنڈا سایہ اور بہترین پکی کھجوریں، ٹھنڈا پانی اللہ پاک کی کس قدر بڑی نعمتیں ہیں غور فرمائے کہ شدت بھوک کا کیا عالم ہے گرمی کا زمانہ،غربت کا دور یہ ارشاد پاک اور ایک ہم ہیں ایرکنڈیشن،طرح طرح کے عمدہ کھانے اور قسم قسم کے جوس اور عمدہ عمدہ مکانات ،طرح طرح کے آرام کے اسباب اور پھر اللہ پاک کی ناشکری اور نافرمانی کا عالم اور احکاماتِ الٰہیہ سے دور شریعت کا پاس نہ سنت کا خیال انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ہمارا کیا بنے گا اللہ پاک ہی اپنی رحمت سے ہمارے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے۔

پھر ابوالہیثم گھر گئے تا کہ جا کر کھانا بنوائیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو جلدی میں دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا چنانچہ انہوں نے اس کا خیال رکھا اور بکری کا بچہ ذبح کرایا، یہ حضرات کھانا تیار ہونے پر گھر آئے اور کھانا تناول فرمایا نبی پاک ﷺ

نے معلوم فرمایا کہ کیا تمہارے پاس خادم وغیرہ ہے؟ عرض کیا نہیں ہے، فرمایا جب ہمارے پاس قیدی غلام وغیرہ آئیں تو آنا ہم تمہیں دیں گے، رسول اللہ ﷺ کے پاس دو قیدی لائے گئے حضرت ابوالہیثمؓ کو پتہ چلا آئے اور ان میں سے ایک کو لیجانے کو فرمایا عرض کیا آپ ہی خود دیدیجئے، فرمایا اس کو لے جاؤ یہ اچھا ہے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا جاکر اہلیہ صاحبہ کو بتایا اور وہ بھی بتایا جو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اہلیہ نے عرض کیا کہ اس کو آزاد کرو تبھی وہ بات پوری ہوسکتی ہے جو آپ ﷺ نے فرمائی ہے ورنہ مشکل ہے ابوالہیثمؓ نے اس کو لوجہ اللہ آزاد کردیا، یہ پورا قصہ امام ترمذیؒ نے رص:۶۲ رج:۲ رمیں ذکر کیا ہے، اس میں ہم سب کیلئے بڑی عبرت وبصیرت ہے۔

ایک جگہ اللہ پاک نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا	اے ایمان والو! جو پاک چیزیں
مِنْ طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ	ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے
وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ	کھاؤ اور حق تعالیٰ کی شکر گذاری کرو اگر تم
تَعْبُدُوْنَ O (سورۂ بقرہ آیت:۱۷۲)۔	خاص ان سے غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔

اور کہیں فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ	نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو
اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا	یاد رکھوں گا اور میری شکر گذاری کرو
تَكْفُرُوْنِ O (سورۂ بقرہ آیت:۱۵۲)۔	اور میری ناسپاسی مت کرو۔

اور کہیں فرمایا:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ	اور وہ وقت یادکرو جب کہ تمہارے
لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ	رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر
وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ	کروگے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم
لَشَدِيْدٌO(سورۂ ابراہیم آیت:۷)۔	ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

معلوم ہوا کہ شکر ازدیاد نعمت کا باعث ہے اور کفران نعمت، معصیت رب نعمتوں کے ازالہ کا سبب ہے اللہ پاک ہماری اصلاح فرمائے شکر گذاری کی توفیق دے اور ناشکری سے ہماری حفاظت فرمائے آمین۔

السائحون

جن حضرات کیلئے جنت کے وعدے ہیں ان میں سائحون بھی ہیں یعنی روزہ دار، حضرت ابن عباسؓ سے یہی تفسیر مروی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی سیاحت کا تذکرہ ہے اس سے مراد صیام ہے اور حدیث شریف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی سیاحت روزہ ہے، کسی شاعر نے کہا ہے

تراه يصلى ليله ونهاره　　　يظل كثير الذكر سائحاً

کہ تم ان کو دیکھو گے رات و دن نماز پڑھتے ہوئے اور بکثرت ذکر الٰہی کرتے ہوئے روزہ رکھنے کی حالت میں سائح سے صائم مراد ہے، روزہ کو سیاحت کے ساتھ تشبیہ دی گئی اس لئے سیاحت کرنے والا سیاحت و سفر میں جہاں کا ارادہ ہوتا ہے وہاں

جانے کیلئے مشقت وتکلیف اٹھاتا ہے اور اپنی منزل ومراد پانے کیلئے بے قرار رہتا ہے اسی طرح روزہ رکھ کر ایک ریاضت بدنیہ نفسانیہ کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ عالم ملکوت کی سیاحت وسیر کرتا ہے اور رضاء الٰہی کو حاصل کرنے کی بے حد محنت ومشقت کرتا ہے، بعض اہلِ عرفان نے فرمایا کہ جس طرح مسافر شخص سیر وسیاحت کرتا کرتا ایک شہر سے دوسرے شہر اقامت کرتا ہے اگر وہاں اقامت کرنا اس کو اچھا لگتا ہے تو اقامت کر لیتا ہے ورنہ دوسری جگہ تلاش کرتا ہے، اسی طرح صائم جب جنت میں داخل ہوگا تو اس کو کہا جائے گا جہاں چاہے جائے اور رہے، چنانچہ جنت کے محلات میں سیر وسیاحت کرے گا (کذا فی روح البیان رص:۵۱۹رج:۳)۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ سائحون وہ لوگ ہیں جنہوں نے حلال مال سے روزہ رکھا اور حرام سے اپنے آپ کو بچایا، اللہ پاک معاف فرمائے ایسے کتنے لوگ ہیں کہ حلال مال سے روزہ رکھتے ہیں اور حرام سے نہیں بچتے اللہ پاک ان پر سخت ناراض ہوتے ہیں اور بعض علماء نے فرمایا کہ سائحون وہ حضرات ہیں جو اللہ پاک کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں اور ان تمام چیزوں کو ترک کرنے والے ہیں جو ان کو اللہ پاک کی طرف چلنے سے ہٹانے والی ہیں۔

امام قشیریؒ نے کتنی بڑی بات فرمائی کہ سائحون وہ لوگ ہیں جو غیر اللہ کو دیکھنے سے اپنے آپ کو بچانے والے ہیں اور اللہ پاک سے ملنے والی اشیاء پر اکتفا کرنے والے ہیں۔

حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ سائحون سے مراد مجاہد حضرات ہیں جو راہِ خدا میں

جہاد کرتے ہیں اور مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے کفار کے شہروں اور علاقوں تک پہنچتے ہیں (روح البیان رص:۵۱۸رج:۳ربغوی رص:۳۳۰رج:۲)۔

حضرت عکرمہؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد طلبۂ علم ہیں جو علم کی تلاش وطلب میں ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہیں جیسا کہ حضرت جابرؓ نے ایک حدیث کیلئے مدینۃ الرسول ﷺ سے مصر کا سفر فرمایا تھا اور بعض حضرات صحابہ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ پاک کا سفر کیا بلکہ ایسے حضرات بہت سے ہیں اور یہ رحلات علمیہ تھیں یعنی اسفار برائے تحصیل علم تھے اگر ان کے واقعات کو لکھا جائے ضخیم کتاب بن جائے اور علماء نے اس مضمون پر بہت کچھ لکھا ہے بلکہ کمال علمی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ علم کی خاطر سفر نہ کرے اور مقصود نہیں پاسکتا ہے جبکہ وطن سے ہجرت نہ کرے بلکہ علماء نے فرمایا جس کا کوئی استاذ نہ ہو جس تک سلسلہ بسلسلہ اوپر تک نہ پہنچا ہو تو ایسی اولاد کی طرح ہے جس کا حسب نسب نہ ہو سند ہی اصل ہے علم میں اور سند بمنزلہ نسب کے ہے خاندانوں کے اعتبار کیلئے اس کا ہونا ضروری ہے اسی طرح یہاں بھی ہے، بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا پیارا مولوی حافظ قاری حذیفہ پڑھنے کے شوق میں دوسال سے مکہ معظّمہ میں ہے اور اب مجبوری میں اپنے ماموں صاحبان کے یہاں قیام پذیر ہے اللہ پاک اس کی ہر طرح حفاظت فرمائے اور اس سے عظیم الشان دین کی خدمت لے اور قبول فرمائے آمین یارب العالمین۔

رکوع وسجدہ کی اہمیت وفضیلت

الراکعون الساجدون، ان جنتی حضرات میں رکوع سجدہ کرنے والے بھی ہیں

یعنی نماز پڑھنے والے جو رکوع وسجدہ سے پوری نمازیں مراد ہیں رکوع وسجدہ کا خاص تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ رکوع وسجدہ کی کیفیت خاص عبادت الٰہی کا مظہر ہے جو اور کسی کیلئے واقع نہیں ہے بخلاف قیام وقعود کے کہ یہ کیفیات آدمی عام حالات میں بھی کرتا رہتا ہے ضرورت کی وجہ سے جو اس کو پیش آتی ہیں اس لئے خاص طور پر رکوع وسجدہ کرنے والے فرمایا اور کہیں سجداً وقیاماً کہہ کر ان کو یاد فرمایا گیا تھا ان تعبیروں سے ان ارکان صلاۃ کی عظمت واہمیت کو بیان کرنا بھی ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ راکعون سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ جھکے رہتے ہیں اللہ پاک کے سامنے اپنے جملہ احوال میں چاہے وہ احوال ظاہری جیسے نماز ہو یا باطنی قلبی کیفیات ہوں چونکہ ان پر سلطان الٰہی کی تجلی ہر دم پڑتی رہتی ہے جو ان کو جھکائے رہتی ہے جیسا کہ آیا ہے کہ اللہ پاک جب کسی بندہ پر اپنی تجلی فرماتے ہیں تو اس کے اندر بے حد تواضع پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اوامر الٰہیہ کے سامنے جھک جاتا ہے۔

اور ساجدون سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفوس کے ساتھ ظاہر میں اظہار عبودیت کیلئے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اپنے باطن میں شہود ربوبیت کی وجہ سے بیحد متواضع اور منکسر المزاج ہوتے ہیں (روح البیان رص:۵۱۹رج:۳)۔

حضرت مولانا رومؒ مثنوی میں فرماتے ہیں:

زانکہ شاکر را زیادت وعدہاست   آنچنان کہ قرب مُزد سجدہاست

گفت واسجدو اقترب یزدان ما   قرب جان شد سجدۂ ابدان ما

کیونکہ شکر کرنے والے کیلئے زیادتی کے وعدے ہیں۔جیسا کہ سجدوں کی

اجرت اللہ سے نزدیکی ہے۔ ہمارے خدا نے فرمایا ہے اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا سبب بنا (مثنوی شریف رص:۱۴ر دفتر چہارم)۔

اور بعض عارفین نے فرمایا کہ راکعون سے مراد یہ ہے کہ قیام سے آگے گذر کریں اپنے ظاہری وجود کے ساتھ باطنی کیفیات میں مست وسرشار ہوتے ہیں اور ساجدون سے مراد یہ ہے کہ توحید باری کی چوکھٹ پر سر رکھ دیتے ہیں اور قدم حق چوم لیتے ہیں کہ جب مصلی سجدہ کرتا ہے تو قدم رحمان پر سر رکھتا ہے اس وقت اس کو ایک کیفیت حاصل ہوتی ہے قرب ووصال کی جس کو اللہ پاک نے فرمایا واسجد واقترب کہ سجدہ کرے اور قرب ووصال پائے، اسی لئے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے حضرت تھانویؒ جب وہ کانپور سے ان کے پاس گنج مرادآباد گئے اور ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی فرمایا کہ مولوی صاحب ایک بات کہنے کو جی چاہتا ہے اور ہمت بھی نہیں ہوتی اور کہے بغیر رہا بھی نہیں جاتا کہ جب سجدہ کرتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ اللہ پاک نے میرا پیار لے لیا ہو، یہ وہی قرب ووصال کی ایک تعبیر ہے جس سے مشائخ اولیاءاللہ نوازے جاتے ہیں اور وہ دیر دیر تک سجدہ میں مست وسرشار رہتے ہیں چونکہ سجدہ نماز کا سب سے اہم رکن ہے یہاں سے سجدہ کی خاص اہمیت وفضیلت سمجھ لینی چاہئے۔

کسی عارف شاعر نے کہا ہے ؎

چوں تجلی کرد اوصاف قدیم پس بسوزد وصف حادث راکلیم

(روح البیان رص:۵۱۹رج:۳)

آگے فرمایا: **الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر** اور جنتی حضرات میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو ایمان واعمال صالحہ کا حکم کرنے والے ہیں

اور منکر شرک ومعاصی سے روکنے والے ہیں ، حدادیؒ نے فرمایا کہ معروف شریعت وسنت ہے اور منکر شرک وبدعت ہے، قرآن کریم میں یہ لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے یعنی معروف ومنکر، معروف کا اعلیٰ فرد ایمان ہے پھر باقی اطاعات الٰہیہ، چونکہ ایمان کے بغیر کسی عمل صالح کا کوئی اعتبار نہیں ہے آخرت میں اور منکر کا اعلیٰ فرد کفر وشرک ہے پھر دوسری قبائح ومعاصی، لہذا سب سے پہلے ایمان کا حکم کرنا چاہئے پھر دوسری طاعات کی دعوت یہی طریقہ انبیاءؑ ورسل سے چلا آرہا ہے اور اصل طریق دعوت وتبلیغ کا یہی ہے اور کفر وشرک سے روکنا چاہئے بدعات وخرافات سے اس سلسلہ میں کچھ نصوص پیش خدمت ہیں۔

تبلیغ کے دو اہم جز

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعوت وتبلیغ کے دونوں جز بہت اہم ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور دونوں کو قرآن کریم نے بڑے اہتمام سے سمجھایا صرف اسی جگہ نہیں بلکہ بے شمار مقامات پر لہذا جس طرح امر بالمعروف کو اہمیت دیتے ہیں اسی طرح ہمیں نہی عن المنکر کو بھی اہمیت دینی چاہئے صرف ایک جز پر سارا زور لگاتے ہیں اور دوسرے جز سے غفلت برتتے ہیں حالانکہ انبیاءؑ کو جو تکالیف پہنچی ہیں وہ امر بالمعروف پر نہیں بلکہ منکرات سے جو اس وقت رائج تھیں روکنے پر پہنچی ہیں جن کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔

دیکھئے بت پرستی سے روکنے پر کفار ومشرکین نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالدیا اور حضرت نوحؑ کو کس قدر اذیت پہنچائی اور حضرت ہودؑ لوطؑ ، موسیٰؑ اور

ہمارے پیغمبر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کفار و مشرکین نے کیا نہیں کیا حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس قدر اذیت پہنچائی گئی کہ کسی کو نہیں پہنچائی گئی اور اس قدر ڈرایا گیا اتنا کسی اور کو نہیں ڈرایا گیا، یہاں تک کہ وطن مبارک مکہ مکرمہ جیسی مبارک جگہ ہی کو چھوڑنا پڑا اور پھر بھی اذیتوں کا سلسلہ بند نہیں ہوا مگر پیغمبر خدا ﷺ نے حق کی تبلیغ نہ چھوڑی۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت

احادیث شریفہ اور آثار کی روشنی میں

(۱) حضرت صدیق اکبرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ لوگوں! اللہ پاک کا ارشاد جو تم پڑھتے ہو کہ جب تم ہدایت پر ہو گے تو گمراہ ہونے والے کی گمراہی کا تم پر کوئی اثر اور نقصان نہ ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرو اور ذاتی طور پر اچھے بن جاؤ، یعنی دوسروں کو اچھا بنانے کی فکر نہ کرو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی قوم کے لوگ معاصی میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان میں ایسے بھی ہوں گے جو قدرت کے باوجود نہیں روکیں گے تو ان پر عذاب عام واقع ہو جائے گا، پھر دعاء کریں گے تو وہ دعا بھی قبول نہ ہوگی (مشکوۃ شریف رص: ۴۳۸ ر باب الامر بالمعروف)۔

امام ترمذیؒ اور دوسرے ائمہ نے اس کو نقل فرمایا ہے اس سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی کس قدر اہمیت ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ اس کا ترک عمومی عذاب لانے والا ہے، اللہ پاک حفاظت فرمائے آمین۔

حضرت ابوثعلبہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں ایک بار میں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے معلوم کیا تو فرمایا کہ تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہو یہاں تک کہ تم دیکھو کہ لوگ سخت بخل اور خواہشات نفسانیہ، دنیاداری کی تمنا، عجب پسندی جیسے امراض قبیحہ میں مبتلا ہو گئے ہوں اب وہ نہ سننے کو تیار ہوں گے اور نہ ماننے کو، اس وقت میں اپنی فکر کرو، نہ کہ دوسروں کی، یہ دور فتنوں کا ہے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے اتریں گے ایسے حالات میں شریعت پر قائم رہنے والے کے لئے تم میں سے پچاس افراد کے برابر ثواب ہوگا۔

(۲) حدیث میں ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر کلام انسان کا اس پر وبال ہوگا، مگر بھلائی کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا یا ذکر اللہ سے متعلق کلام و گفتگو، امام ترمذیؒ نے اس کو روایت فرمایا ہے۔

عورتوں اور نوجوانوں میں بگاڑ کی وجہ

(۳) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ پاک چند لوگوں کی برائیوں کی وجہ سے عام انسانوں کو عذاب سے ہلاک نہ کریں گے، جب تک ایسا معاملہ نہ ہو کہ لوگ ان کی برائیوں کو دیکھیں اور منع کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود منع نہ کریں (کذافی کنزالعمال)۔

(۴) حضرت ابوامامہ باہلیؓ حضرت نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری حالت اس وقت کیسی ہوگی جب تمہاری عورتیں سرکشی اور شیطانی اعمال میں مبتلا ہو جائیں گی اور تمہارے نوجوانوں میں فسق وفجور پھیل جائے گا اور تم جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دو گے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا واقعی ایسا ہوگا؟

فرمایا! ہاں ایسا ہی ہوگا اوراس سے بھی سخت ہوگا، پوچھا کیسے؟ فرمایا جب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا چھوڑ دو گے، عرض کیا گیا کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا! ہاں ایسا ہی ہوگا اوراس سے بھی سخت ہوگا، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جب تم لوگ باقاعدہ برائیوں کا حکم کرو گے اوراچھائیوں سے روکنے لگو گے، عرض کیا گیا کیا ایسا ہوگا؟ فرمایا! ہاں قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اللہ پاک فرما رہے ہیں تب میں ان پر اپنا فتنہ چھوڑوں گا کہ حلیم وسمجھدار بھی حیران وپریشان ہوجائے گا، علامہ عراقیؒ نے فرمایا کہ اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے نقل کیا (باسناد ضعیف کذافی اتحاف السادۃ المتقین ص/۹ ج/۸)

(۵) کنز العمال: ص: ۶۴/ج: ۳/ پر ہے کہ جس نے اپنی زبان سے کوئی حق بات ثابت کی اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اللہ پاک اس کے لئے اجر وثواب تا قیامت جاری کردیں گے اور روزِ قیامت اس کو پورا اجر وثواب دیا جائے گا۔

(۶) فرمایا گیا کہ جہاد چار قسم کا ہے (۱) معروف کا حکم کرنا (۲) برائیوں سے روکنا (۳) صبر کی جگہوں پر وفا وصدق سے کام لینا (۴) اور فاسق سے عداوت رکھنا اس کے فسق کی وجہ سے نہ کہ اس کی ذات کی وجہ سے۔

(۷) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا تارک نہ قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور نہ مجھ پر، یعنی نبی کریم ﷺ پر (کنز العمال: ص/۶۵ ج/۳)۔

(۸) اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ پاک کا تقرب حاصل کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ جس سے ان کو برائی کا احساس ہو اور انکو ناراض کر کے اللہ کی رضا

حاصل کرواوران سے دُوررہ کرقرب خداوندی تلاش کرو(کنزل العمال:ص؍٦٥ج؍٣)۔

(۹)لوگوں پر دونشے چھاجائیں گےعیش وآرام کا شوق وطلب اوراسکی چاہت اور دوسرے جہالت میں لگے رہنے میں خوش ہونگے اور اس دور میں تم اس فریضہ (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کوانجام نہیں دوگے، کیونکہ تم کو لالچ اور خودغرضی اور مفاد ذاتی کے حصول نے مار دیا ہوگا،اس وقت میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو تھامنے والا سابقین،اولین،مہاجرین وانصار جیسا ہوگا(کنزالعمال:ص؍٦٦ج؍٣)۔

(۱۰)تم لوگ امر بالمعروف کرواور برائیوں سے روکو ورنہ اللہ پاک اس کی سزا میں بدترین ظالم حاکم مسلط کردیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ دعائیں کریں گے مگر قبول نہیں ہوں گی(کنزالعمال ص؍٦٦ج؍٣)۔

برائیوں کو کس طرح روکا جائے

(۱۱)فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جوشخص تم میں سے برائیوں کو دیکھے اس کو چاہئے کہ ہاتھ سے روکے،اگر اس کی قدرت وطاقت نہ ہوتو زبان سے روکے،اگر اس کی بھی طاقت و قدرت نہ ہوتو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے(رواہ الترمذی،مسلم شریف نمبر؍٧٨،مشکوۃ ؍ص:٤٢٨؍کنزالعمال؍ص:٦٦؍ج:٣)۔

منکر پر نکیر نہ کرنا باعث عذاب ہے

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ پاک کی قائم کردہ حدود پر قائم رہنے والے اور مداہنت کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ سمندر میں چندلوگ کشتی میں سوار ہوں، بعض اوپر کے درجہ میں اور بعض نیچے کے درجہ میں، پھر نیچے والے لوگ پانی لینے کے

لئے اوپر چڑھیں اور وہاں سے اپنی ضرورت کا پانی لاتے ہیں جس سے اوپر والوں کو تکلیف و پریشانی ہونے لگے تب وہ لوگ کہیں اچھا ہم ایسا کریں گے کہ نیچے ہی سوارخ کرلیں گے تا کہ اوپر آنا نہ پڑے اور وہ ان لوگوں کو ایسا کرنے دیں گے تو سب ہلاک ہوجائیں گے اگر ان کو روک دیں گے تو خود بھی نجات پائیں گے اور وہ بھی نجات پائیں گے اسی طرح معاصی و سیئات میں لگنے والوں کا حال ہے اگر دوسرے لوگ ان کو منع کریں تو نجات سب کی ہوگی ورنہ سب ہلاکت و عذاب کے مستحق بن جائیں گے **العیاذ باللہ من سخطه و عقابه**(مشکوۃ شریف رص:۴۲۹ر باب الامر بالمعروف۔ کنز العمال، ترمذی)۔

(۱۲) (برائی) برائی کرنے والے کے علاوہ کے لئے بھی خطرناک ہے اگر کوئی اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے تو یہ بھی آزمائش و امتحان ہے پریشانی اور فتنہ کا موقع ہے اور اگر اس پر غیبت کرے تو گنہگار ہوگا اور راضی ہو تو گویا خود بھی شریک ہوگیا (العیاذ باللہ) (کنز العمال:ص ر۷۰ ج ر۳)۔

(۱۳) حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے فرمایا کہ جب زمین میں کوئی گناہ کا کام کیا گیا جو اس وقت موجود ہو اور راضی نہ ہو بلکہ نکیر و تردید کرے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ وہاں موجود نہ تھا اور جو شخص وہاں موجود بھی نہیں تھا مگر اس سے راضی اور خوش ہو تو ایسا ہے جیسا کہ وہاں موجود تھا یعنی اگرچہ نفس فاعل کی طرح گنہگار نہ ہوگا مگر سکوت علی المعصیت اور رضامندی کا گناہ تو ضرور ہوگا (کنز العمال:ص ر۷۱ ج ر۳)۔

(۱۴) نیز فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں اللہ پاک بندوں سے یہ بھی سوال کریں

گے تم نے برائی دیکھی تھی پھر بھی تم خاموش تھے تو جب کوئی جواب نہیں بن پڑے گا تو اللہ پاک کی طرف سے خود ہی تلقین ہوگی تو وہ کہے گا کہ اے اللہ پاک مجھے تیری رحمت کی امید تھی اور لوگوں سے ڈر گیا تھا مگر یہ عذر اسوقت قبول ہوگا جب کہ اس نے منکر کی اصلاح کی فکر و تدبیر کی ہوگی، پھر یہ خطرہ ہوا کہ اگر میں انکو زیادہ شدت سے منع کروں گا تو میری دشمنی اور مخالفت اور نقصان دینے پر اتر آئیں گے تو وہ معذور ہوگا ورنہ نہیں، واللہ اعلم بالصواب (کنز العمال: ص ۷۱ ج ۳)۔

(۱۵) فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ نے تم اپنے بھائی کا آئینہ ہو اگر اس میں کوئی خرابی دیکھو تو اس کو دور کر دو یعنی اس کو شفقت سے بتلا دو اور سمجھا دو کہ یہ غلط ہے اس کے کرنے سے تمہارا نقصان اور خسارہ ہے (کنز العمال: ص ۷۲ ج ۳)۔

(۱۶) حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایسے بھی لوگ ہوں گے جن کو پہلے حضرات جیسا اجر وثواب ملے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جو منکر پر نکیر کرتے تھے (کنز العمال: ص ۷۲ ج ۳)۔

(۱۷) اچھائی کا حکم کرنے والا خود کرنے والے کی طرح ثواب کا مستحق ہے

(کنز العمال ص ۷۳ ج ۳)۔

(۱۸) فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ نے کیا میں تم کو خبردار نہ کروں ایسے افراد کے بارے میں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید مگر قیامت کے دن حضرات انبیاء (**علیہم الصلاۃ والسلام**) وشہداء ان پر غبطہ (رشک) کریں گے کیونکہ وہ نور کے ممبر پر ہونگے اور پہچانے جائیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب بناتے تھے اور اللہ پاک کو

بندوں کا محبوب بناتے تھے، یعنی ان کے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا کرتے تھے، زمین میں چلتے تھے خیر خواہ ناصح بن کر، عرض کیا گیا کہ اللہ پاک کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا محبوب و پیارا کیسے بناتے تھے؟ فرمایا کہ ان کو ایسی باتوں کا حکم کرتے تھے جو اللہ پاک کو پسند تھیں اور ایسی باتوں سے روکتے تھے جو اللہ پاک کو پسند نہیں تھیں، لہٰذا جب وہ فرمان الٰہی کے مطابق عمل کریں گے تو اللہ پاک ان سے محبت کریں گے (کنز العمال ص ر۵ ۷ ج ر۳)۔

(۱۹) فرمایا رسول کریم ﷺ نے تم لوگوں کی ہیبت و خوف حق بات کہنے سے باز نہ رکھے جب وہ حق جان لیں یا حق سن لیں تو ضرور اس کا اظہار و اعلان کریں بلاخوف اور ڈر کے۔

(۲۰) فرمایا نبی کریم ﷺ نے جب میری امت میں معاصی پھیل جائے گی تو ان پر عمومی عذاب نازل ہوگا جس کی صورتیں مختلف ہوں گی عرض کیا گیا ان میں اچھے بھی ہوں گے فرمایا ٹھیک ہے مگر عذاب و عقاب ان کو بھی گرفتار کریگا (دنیا میں) پھر ان کا انجام قیامت میں درست ہوجائے گا ان کے اعمال صالحہ کی وجہ سے مغفرت و رضوان باری تعالیٰ ان کو مل جائے گی یعنی ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کے ترک پر عذابِ دنیا میں گرفتار رہوں گے مگر اعمال صالحہ کی وجہ سے قیامت میں بچ جائیں گے (کنز العمال ص ر۸ ۷ ج ر۳)۔

(۲۱) نیز فرمایا آقائے نامدار رسول اللہ ﷺ نے وہ قوم بُری قوم ہے جو انصاف اور حق بات لے کر نہ اٹھے اور وہ قوم بھی بُری قوم ہے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرے، یعنی برائیوں کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرلے اور ان کی اصلاح کی کوشش نہ کرے۔

(۲۲) نیز فرمایا آقائے نامدار رسول کریم ﷺ نے میری امت میں کچھ لوگ اپنی قبروں میں سے بندر اور خنزیر کی صورتوں میں اٹھیں گے، اس وجہ سے کہ معاصی میں لگنے والوں کو روکتے نہیں تھے اور مداہنت سے کام لیتے تھے، حالانکہ اس پر قدرت رکھتے تھے (العیاذ باللہ) کس قدر سخت وعید ہے جس کو سن کر اور پڑھ کر لرزہ طاری ہوتا ہے (کنز العمال ص/۸۳ ج/۳)۔

ان سب ارشادات کے ہوتے ہوئے پھر منکرات کی اصلاح ان پر نکیر وانکار سے گریز کرنا صرف امر بالمعروف پر اکتفاء کرنا کیسے مناسب ہوسکتا ہے؟ جبکہ آیات میں جہاں امر بالمعروف کا تذکرہ ہے وہیں ساتھ ساتھ نہی عن المنکر کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (سورۂ نحل: پ/۱۴)۔	اپنے رب کے راستہ کی طرف بلایئے حکمت اور نرم نصیحت کے ساتھ اور ان سے بوقت ضرورت مجادلہ ومناظرہ بھی فرماتے رہئیے مگر اچھے انداز وطریقے سے بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ کون گمراہ ہے سیدھے راستہ سے اور وہی زیادہ جاننے والے ہیں ہدایت یافتہ لوگوں کو، اس آیت پاک میں دعوت الی سبیل رب کے دو طریقے تلقین فرمائے گئے ہیں۔

(۲۴) حکمت ومصلحت دیکھ کر دعوت دینا، اچھے ومناسب الفاظ میں، اچھے

مناسب طرز کے ساتھ جس سے مخاطب کے ضمیر پر اثر واقع ہو اور کہا گیا ہے کہ قرآنی مواعظ کے ساتھ دعوت دینا مراد ہے، معارف القرآن ادریسی: ص/۲۷۰ میں لکھتے ہیں: محکم دلائل کے ساتھ دعوت دینا یہ دعوت بالحکمۃ ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محکم دلائل سے شمس وقمر اور ستاروں کی اُلوہیت کو باطل کیا اور خداوند قدوس کا معبود برحق ہونا ثابت فرمایا ہے۔

(۲۵) دوسری قسم وہ نصیحت ہے جو کہ نرمی اور دلسوزی کے ساتھ ہو جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو دعوتِ توحید دی جس کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا۔

يَـا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَـالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيُ عَنْكَ شَيْئاً (سورۂ مریم آیت۴۲)۔	اے میرے اباجان آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

حفظِ حدود کا طریقہ

والحافظون لحدود الله ان جنتی حضرات میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ پاک کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں یعنی احکامات الٰہیہ کا خیال رکھنے والے ہیں، بعض حضرات نے فرمایا کہ **حافظون الخ** مراد اللہ کے اوامر کو قائم کرنے والے اور نواہی سے باز رہنے والے اور اس کا حکم کرنے والے حضرات ہیں اور حضرت حسن نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کو پورا کرنے والے مراد ہیں (بغوی/ص:۳۳۰/ج:۲)۔

علامہ حدادیؒ نے فرمایا کہ صفت جو اللہ پاک نے ایمان کی اہل جنت کی سب سے اخیر میں بیان فرمائی ہے یہ سب سے جامع صفت ہے جو صفات اب تک بیان فرمائی گئی ہیں اس میں بندوں کو خاص طور پر یہ کہہ کر تعریف فرمائی گئی جس میں تمام اوامر الٰہیہ کی تعمیل اور جملہ منہیات سے باز رہنا آ گیا ہے، اس وجہ سے کہ اللہ پاک نے اپنے حدود و امر و نہی کے بارے میں کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے سب وضاحت سے بیان فرما دیا ہے اور اس کو واضح کر دیا کہ کیا چیز مرضی مولیٰ کے موافق ہے اور کیا مخالف ہے پس جب بندہ اللہ پاک کے فرائض و اوامر کو اور جن چیزوں کی ترغیب وارد ہوئی ہے قائم کرتا ہے تو حافظین حدود اللہ میں سے ہو جاتا ہے پھر اس میں ظاہری ممنوع اشیاء بھی آ گئی ہیں اور وہ باطنی اوصاف جو مذموم ہیں قبیح ہیں یعنی صفات ذمیمہ اخلاق فاسدہ وہ بھی داخل ہیں، احکامات کی وضاحت علماء فقہ فرماتے ہیں اور انہوں نے اس سلسلہ میں پورا کام انجام دیا ہے اور اخلاق حمیدہ کی تفصیل اور اخلاق رذیلہ کے نقصانات ارباب سلوک وتصوف تزکیۂ باطن کے ماہرین فرماتے ہیں جیسا کہ ہمارے اس دور میں ہمارے مشائخ میں حضرت اقدس مولانا شاہ قمر الزماں صاحب اور حضرت اقدس فاروقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور ان جیسے حضرات ہیں عقائد صحیح اور عقائد فاسدہ کی تفصیلات علم کلام کے ماہرین نے اچھی طرح کی ہے، ہر میدان کیلئے اللہ پاک نے رجال پیدا فرمائے ہیں جس طرح ظاہری علم کے حصول کیلئے مدارس کا قیام ضروری سمجھا گیا اسی طرح مشائخ اولیاء اللہ نے خانقاہیں قائم فرمائی ذکر و اذکار مجاہدہ و ریاضت کیلئے اپنے

مریدین و متعلقین کو وہاں جمع کیا اور ان کے ساتھ محنت کی ہے اور اللہ پاک کے فضل وکرم سے بڑے بڑے اہل اللہ صاحب باطن، ذاکر، شاغل، متقی تلاوت وعبادت کرنے والے افراد تیار ہوئے اور یہ سلسلہ آج تک چلا آرہا ہے اللہ پاک قیامت تک اس مبارک سلسلہ کو چلائے رکھیں گے انشاءاللہ العزیز۔

لہذا جولوگ خانقاہوں پر معترض ہوتے ہیں سخت خسارہ میں مبتلا رہتے ہیں، پڑھنے پڑھانے کے حقیقی اثرات سے محروم ظاہر پر خوش اور قانع نظر آتے ہیں باطن کی دولت سے محروم رہ جاتے ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وبشر المؤمنین ان سب اوصاف کا خلاصہ اللہ پاک نے کردیا کہ جولوگ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوں گے ان کو بشارت دیدو ایسی چیزوں کی جو انسانوں کی عقلوں سے خارج، تعبیر کلام سے باہر ہے اس کا اعلیٰ فرد باری تعالیٰ کی رویت ودیدار کا شرف جلیل ہے دارالسلام میں اور ہر ہر عمل کا بدلہ متعین ہے۔

اصحابِ کہف کا ایمان افروز واقعہ

ان ایمان افروز واقعات کو قرآن مقدس نے اسی لئے بیان کئے ہیں تاکہ ایمان والے لوگ ان سے عبرت ونصیحت حاصل کریں خصوصا جبکہ ان کے اوپر غیر مناسب حالات ہوں اور ماحول بھی سازگار نہ ہو ایمان والوں کو کیسے رہنا چاہئے اور کیا کرنا چاہئے ایک واقعہ اصحاب کہف کا بھی ہے جس کا مفصل بیان اللہ پاک نے سورۂ کہف میں بیان فرمایا ہے اللہ پاک فرماتے ہیں:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًىO (سورۂ کہف آیت:۱۳)۔

ہم آپ کے سامنے ان کی سچی خبر بیان کرتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم ان کی ہدایت اور سوجھ بوجھ اور بڑھاتے گئے۔

علماء کرام لکھتے ہیں کہ یہ چند نوجوان جوانمر د روم کسی ظالم و جابر بادشاہ کے عہد میں تھے جس کا نام بعض لوگوں نے دقیانوس بتلایا ہے بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا جیسے آج ہمارے یہاں سخت گیر ہندوتو کے علم بردار سخت کافر بت برست گائے کا پیشاب پینے والوں کا راج ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور مسلمانوں پر ظلم کے بہانے تلاش کرتے ہیں اور نہ جاہل مسلمان اپنی ضد اور بے راہ روی سے باز آنے کو تیار ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ، خیر وہ ظالم و جابر بادشاہ جبر و اکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا عام لوگ سخت تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیوی منافع کے لالچ میں اپنے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے تھے جیسا کہ آج کل آر ایس ایس کے غنڈے یہی چاہتے ہیں کہ سب ہندو مذہب اختیار کرلیں العیاذ باللہ تعالیٰ اور پھر وہ اپنا قدیم ظالمانہ قانون منوسمرتی والا جس میں اونچ نیچ چھوت چھات ہے سب پر لاگو کردیں اور چند پنڈت تمام انسانوں کی قسمت کے مالک بن جائیں وہ جیسا چاہیں سو کریں کوئی بولنے والا نہ ہو جیسا کہ ہمارے یہاں کی جمہوریت ہے صرف دیکھنے اور سننے کی کاغذوں کے اندر باقی کچھ بھی نہیں اچھے انسانوں کا جینا حرام ہو چکا ہے اس وقت کیا عالم ہوگا جبکہ آج کے مہذب دور کا یہ حال ہے ایسے کفر زدہ شرک کے دور میں چند نوجوانوں کے دل

میں جن نوجوانوں کا تعلق بھی سلطنت کے بڑے ذمہ داروں سے تھا اللہ پاک جب ہدایت دینا چاہتے ہیں تو کسی بھی شخص کو کسی بھی ماحول میں ہدایت دیتے ہیں ایسے ہی ان نوجوانوں کو خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر اپنے خالق تعالیٰ کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں ہے کہ بادشاہ ہے تو کیا ہے کوئی خدا تو نہیں ہے جیسا کہ آج بادشاہوں کو بعض جاہل بالکل خدا بنا بیٹھے ہیں جو ہر کنکر وشنکر پر ایمان رکھتے ہیں نہیں ایمان لائے تو خدا قہار وحدہ لاشریک لہ خالق ارض وسموات پر ایمان نہیں رکھتے۔

اصحاب کہف کا ایمان

ان نوجوانوں کے دل اللہ پاک نے اپنی خشیت وخوف سے بھر دئے اور ان کے اندر تقویٰ کا نور پیدا فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ صبر واستقلال توکل اور تبتل الی اللہ خلوت مع اللہ ربط باللہ سے مالا مال فرما کر اپنا خاص تعلق ان کو عطا فرمایا یہ لوگ محض تقلیدی طور پر ایمان نہ لائے تھے کہ کسی کی دیکھا دیکھی ایمان لائے ہوں یا نسلی اور خاندانی طور پر مسلمان ہوں اور اسلام کی حقیقت سے ان کو کوئی تعلق نہ ہو بلکہ تحقیق کے ساتھ اور پوری قوت کے ساتھ ایمان لائے تھے اس کے اسباب جو بھی ہو اورانہوں نے ہدایت کو اللہ پاک سے دل کی گہرائی سے طلب کیا تھا اللہ پاک کی طرف سے اللہ پاک کے ہی ذریعہ سے اللہ پاک ہی کی جانب شروع حیات سے رواں دواں ہوئے تھے اپنی اپنی نظر اور ہمت وذوق کو کام میں لاتے ہوئے جیسا کہ بخاری رج:ا ر پر روایت میں ہے جو اللہ پاک کی طرف ایک بالشت بڑھتا ہے اللہ پاک اس کی طرف بقدر ذراع بڑھتے ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں یہ حدیث قدسی ہے ان کا معاملہ

بھی ٹھیک ایسا ہی تھا چونکہ وہ لوگ انجذاب الی اللہ کے تحت ایمان ویقین کے میدانوں میں بڑی تیزی کے ساتھ بڑھے تھے اسی لئے ان کی ہدایت اور قرب الٰہی کے اسفار بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ہوتے چلے گئے جیسا کہ ان کی چاہت اور تمنا تھی کہ ان کو مخلوق خدا سے چھٹکارا مل جائے اور حقیقی خدا پاک تک ان کی رسائی ہو جائے۔

افضل جہاد کلمہ حق کہنا ہے بادشاہ ظالم کے سامنے

اور ایمان باللہ، ایمان بما جاء الانبیاء، ایمان بالبعث والنشور، ایمان بالغیب کی کیفیات سے ان کو نوازا جس کو اللہ پاک نے فرمایا: **وزدناھم ھدی** کہ ہم نے ان کو مزید ہدایت وتوفیق سے نوازا جس کی وجہ سے ان کا ایمان یقین میں تبدیل ہو گیا جو ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے اور غیب ان کیلئے مشاہدہ وعیان بن گیا یعنی ایسا ہو گیا جیسا کہ آنکھوں کے سامنے محسوس ہو رہا ہو اور وہ اس کا دیدار کر رہے ہوں اور ہم نے ان کے دلوں کو مزید مضبوط کر دیا جب انہوں نے اہل وعیال وطن اور نعمتوں کے چھوٹ جانے پر صبر کی تلخیاں برداشت کیں اور وہ حق کے کہنے پر اس کے اظہار پر بلا خوف وڈر کے جری وبہادر ہو گئے بادشاہ وقت دقیانوس کے خلاف اس کی تردید میں گفتگو کرنے لگے یہ سب سے بڑا جہاد ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ظالم بادشاہ کے خلاف کلمہ حق کا اظہار سب سے بڑا جہاد ہے کیونکہ ظالم بادشاہ فوراً حق کے اظہار کرنے والے کو مارنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اس خطرہ کے باوجود حق کہنے کا معاملہ بڑا کام ہے بادشاہ دقیانوس کو ان کی خبر لگ گئی اس نے ان کو گرفتار کرا لیا اور یہ باتیں پوچھیں مگر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم اللہ پاک کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں گے کیونکہ وہی رب السموات

والارض ہے اوراس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اگر ہم اس کے علاوہ کو عبادت کے لائق سمجھیں گے تو یہ عقل سے دور ایک بات ہوگی ظلم وزیادتی کی بات ہوگی۔

حفظ ایمان کیلئے ترک وطن وغیرہ

اسی کو اللہ پاک نے فرمایا:

وَرَبَطْنَا عَلٰی	اورہم نے ان کے دل مضبوط
قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا	کردئے جب کہ وہ پختہ ہوکر کہنے لگے کہ
رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ	ہمارارب تو وہ ہے جو آسمانوں اورزمین کا
وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَ مِنْ	رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی
دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذاً	عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت میں
شَطَطًاO (سورۂ کہف آیت:۱۴)۔	ہم نے یقیناً بڑی ہی بیجا بات کہی۔

ان کے اس نعرہ مستانہ کی وجہ سے جو ایمان سے بھرا ہوا تھا جملہ دیکھنے والے مبہوت وحیران ہوگئے بادشاہ دقیانوس کو کچھ ان کی نوجوانی پر رحم آیا اور کچھ اعیان حکومت کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو مقفل نہ کیا گیا بلکہ چندروز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ پر غور وفکر کرلیں انہوں نے مشورہ سے یہ طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت میں جبکہ جبر وتشدد سے عاجز ہوکر قدم ڈگمگانے کا بہر حال خطرہ ہے مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہوجائیں اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کیا جائے اور دعاء میں مصروف ہوئے اے ہمارے رب تو ہمیں اپنی خصوصی رحمت عطا فرما اور رشد وہدایت کے ساتھ ہمارا کام درست فرما آخر کار شہر سے نکل کر کسی قریبی

پہاڑی میں پناہ لی اوراپنے میں سے کسی ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کرکسی وقت میں شہر جایا کرے تاکہ ضروریات زندگی خرید کر لاسکے اورشہر کے احوال واخبار سے ہم سب کومطلع کرتا رہے،ایک روزاس شخص نے اطلاع دی جواس کام پر مامور تھا کہ آج شہرمیں سرکاری طور پر ہماری تلاشی ہےاور ہمارےاعزہ واقارب کومجبور کیا جارہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں یہ مذاکرہ ہورہا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے دفعتہ ان سب پر نیند طاری کردی،کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا آخر کارتھک کر بیٹھ گئے اور بادشاہ کی رائے سے ایک تختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات کوخزانہ میں ڈال دئے گئے تاکہ آنے والی نسلیں یادرکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقہ سے لاپتہ ہوگئی ممکن ہے آگے چل کرکچھ سراغ لگ جائے اوربعض عجیب واقعات کاانکشاف ہو(حاشیہ ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

اصحاب کہف ایمان کیوں لائے

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی مشہورکتاب البدایہ والنہایہ میں رص:۱۳۵رج:۳ر پر لکھاہے کہ یہ لوگ ایک دن عید کے موقع پر اپنی قوم کے ساتھ جمع تھے انہوں نے پوری قوم کو بت پرستی کرتے دیکھا اور یہ دیکھا کہ لوگ بتوں کوسجدہ کررہے ہیں جیسا کہ آج ہندواقوام کااکثر وبیشتر یہی حال ہے یہ حال دیکھ کران کونفرت ہوگئی اورنظریاتی طور پروہ ان سے الگ ہوگئے، ہرشخص الگ الگ علیحدہ ہوا تھالیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا سب ایک جگہ اکھٹا ہوئے پہلے ایک شخص کسی درخت کے نیچے سایہ میں آکر بیٹھا پھردوسرا،تیسرا آیا

اور آتے چلے گئے اللہ پاک نے اس دور کے ایمان والوں کو ایک ساتھ اکٹھا کر دیا یہ سب تکوینی نظام تھا۔

نظریہ کا اتحاد اصل اتحاد ہے

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جن قلوب کے اندر روز ازل سے محبت واتفاق رکھا ہوتا ہے وہ دنیا کے اندر بھی باہم محبت واتفاق رکھتے ہیں چاہے دنیا کے کسی بھی کونہ میں ہوں اور جن کے قلوب میں روز ازل سے آپس میں نفرت وعداوت ہوتی ہے ان میں دنیا کے اندر آ کر بھی یہی ہوتا ہے، وہ چاہے ایک گھر کے افراد ہی کیوں نہ ہوں یہاں بھی ایسا ہی ہوا جمع تو ضرور ہو گئے مگر ایک دوسرے سے ڈرتے بھی رہے تھے کہ کیا یہ معاملہ ہے اور جب تک ایک دوسرے سے تعارف نہ ہو وحشت اور خوف رہتا ہی ہے جب تعارف کا سلسلہ شروع ہوا اور بات چیت کا آغاز ہوا تو ان سب کا ایک ہی مقصود اور ایک ہی نظریہ ایک مدعا کفر وشرک کی گندگی سے دور رہنا اور ایمان وتوحید اعمال صالحہ کی لذت پانا معلوم ہوا سبحان اللہ نظریہ کے اتحاد نے سب کو باہم شیر وشکر بنا دیا اور سب مخلصین کی ایک جماعت بن گئے ایک دوسرے کے مخلص، ہمدرد، غم گسار ثابت ہوئے اور یہیں سے ان کا پروگرام کسی غار میں پناہ لینے اور خلوت اختیار کرنے کا بن گیا اور پھر ایسا ہی کیا جب غار کی طرف روانہ ہوئے ایک کتا بھی ان کے ساتھ ہو گیا، بعض نے کہا کہ اصحاب کہف میں سے ہی ایک شخص کا کتا تھا اور بعض نے کہا کہ بادشاہ کے طباخ کا کتا تھا طباخ بھی اصحاب کہف کا ایک فرد تھا اس کا کتا بھی اس کے ساتھ ہو گیا جس کا تذکرہ اس

آیت میں وارد ہوا ہے:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِO (سورۂ کہف آیت:۱۸)۔

اوران کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔

ان کا کتا بھی دہلیز پر اپنے ہاتھ بچھائے تھا اندر وہ حضرات اور باہر دروازہ کے قریب ان کا ایک مخلص کتا ہاتھ پیر بچھائے سو رہا ہے۔

سگ اصحاب کہف روزے چند پے نیکاں گرفت مردم شد

ایمان کی فکر

اپنے ایمان اپنے دین اپنے سچے مذہب کی فکر نے ان کو اس مجاہدہ پر مجبور کیا اللہ پاک نے ان کی خاص رہنمائی فرمائی جوان کو یہ الہام والقاء ہوا اورانہوں نے جو دعا اپنے محبوب رب سے کی تھی استجابت کو پہنچی اوراس کے اسباب مہیا ہوئے بہترین رفقاء بہترین گروہ بہترین وقت پُر امن ماحول پُر امن جگہ غار یعنی توحید وایمان، ذکراللہ تعالیٰ کیلئے خلوت کدہ خانقاہ عالی شان جہاں مراقبہ ومشاہدہ کے اندر مشغولی کی جا سکے، خالق رب العزت والجلال نے اپنی خاص رحمت سے بسہولت عطا فرمائی اورسب طالبین ایمان ویقین، عاشقان رب جمع ہوئے جن کی تربیت کوئی ان کے شیخ ومرشد استاذ نہیں کر رہا تھا بلکہ آج خود خالق تعالیٰ ہی ان کا شیخ ومرشد، مربی واستاذ ہے اور وہ ان کی پوری توجہ وعنایت بار ہیں اورزبردست رحمتیں برکتیں آناً فاناً پاتے جارہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جب طالب صادق حق کی محبت سے مغلوب ہوکر میدان عشق

میدان توحید وایمان میں قدم رکھتا ہے تو ضرور حق تعالیٰ اس کی دستگیری فرماتے ہیں اور اس کو ہدایت دیتے ہیں اور یہ ہدایت بلا واسطہ ہوتی ہے پھر اس کے اسباب بھی فراہم کر دیتے ہیں، صالح ماحول وغیرہ یہ سب طالب صادق کی سچی قلبی کیفیت پر ہوتا ہے اور استعانت باللہ، توکل علی اللہ کی برکت ہوتی ہے یہ حضرات اسی طرح کے مجذوب وسالک الی اللہ حضرات تھے جو انجذاب الٰہی کے تحت کھینچ لئے گئے تھے۔

انجذابِ الٰہی

اور براہِ راست تربیت الٰہی کے ساتھ روحانی پرورش پا رہے تھے لیکن ایسے قصے نادرات میں سے ہوتے ہیں اور نادر پر حکم کا معیار نہیں رکھا جاتا، اسی طرف اشارہ ہے رسول پاک ﷺ کے ارشاد میں **ان اللہ ادبنی فاحسن تادیبی** بیشک اللہ پاک نے مجھے براہِ راست ادب دیا اور بہترین آداب واخلاق، معاملات سکھائے یہ بھی ایک قدرت ہے کہ ایک جماعت کو اللہ پاک نے بغیر کسی بلا واسطہ رسول کے، نبی اور ولی، شیخ ومرشد کے عنایت الٰہی کے جذبات سے منجذب یعنی کھینچ کر مقامات قرب ووصال مشاہدہ وجمال انوار وتجلیات خاصہ تک ایسا پہنچایا کہ دنیا میں ہی اس کا ایسا اثر ہوا کہ اس قرب ووصال کی لذت میں محو تماشائے یار ہو کر ایسے مست ومدحوش ہوئے کہ تین سو نو سال تک جاگنے کا نام نہ لیا اور سوتے ہی چلے گئے اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ آج کا دن بس گذرا ہے یا کچھ حصہ اور وہ بادشاہ ظالم ہے وہی ماحول ہے کفر وشرک کا حالانکہ سب بدل چکا ہے سبحان اللہ، لوگ تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ سو رہے ہیں درحقیقت وہ اپنے جس مولیٰ محبوب کی محبت میں سرشار ہو کر وطن، اہل وعیال، شاندار نعمتوں سے الگ ہوئے تھے آج وہ اپنے مولیٰ

جلیل سے اس کے انعامات لوٹ رہے ہیں اور دیکھنے والا یہ سمجھ رہا ہے کہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ آنکھ کھول کر استغراقی حالت میں ایمان ویقین روح وریحان، جنت ونعیم کے مزے کررہے ہیں اور قدرت الٰہیہ نے ایک پہرہ دار باہر بٹھایا ہوا ہے۔

سورج نے بھی احترام کیا

اور سورج بھی ان کا احترام کررہا ہے کہ میری شعاؤں سے ان کو تکلیف نہ پہنچے اور بچ بچ کر گذرتا ہے، صبح طلوع کے وقت بھی اور شام بوقت غروب بھی جس کو اللہ پاک نے بیان کیا ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّـزَا وَرُعَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ○ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ○ (سورۂ کہف آیت:۱۷،۱۸)۔

اور اے مخاطب جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ داہنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب وہ چھپتی ہے تو بائیں طرف ہٹی رہتی ہے اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کردیں تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار راہ بتلانے والا نہ پائیں گے۔

بظاہر بیدار درحقیقت آرام وسونا ،کشف الاسرار میں ہے کہ یہ احوال ان کے ہوتے ہیں جوخدا تعالیٰ کے ساتھ عشق ومحبت کا جام پیتے ہیں اور راہِ سلوک میں اپنا سفر جاری رکھتے ہیں کہ بظاہر جلوہ گر ہیں میدان اعمال میں اوران کے باطن ان کے سرائر سب سے فارغ ہیں اور ذوالجلال والکمال کے بوستان لطف وکرم میں مست ومگن ہیں سبحا اللہ العظیم۔

حفاظتِ الٰہی کا ایک طریقہ

اوران حضرات کوسونے کے درمیان داہنی کروٹ پر اور بائیں کروٹ کردیا جاتا ہے اور کرانے والے کون ہیں خود خدائے پاک برتر واعلیٰ ذات اور وہ بھی فرشتوں کے ہاتھوں تاکہ زمین سے ان کے بدنوں کو کوئی نقصان نہ ہوجائے اللہ پاک تو بغیر اسباب بھی حفاظت ابدان واجسام پر قادر ہیں مگر یہ بتانا ہے کہ اللہ پاک نے ہر شئے کیلئے غالب احوال میں اسباب وذرائع بنائے ہیں۔

بعض اکابر نے فرمایا کہ داہنی کروٹ لیٹنا **اشھد ان لا الٰہ** کہنے کے وقت ہوا ہے جب وہ نفی کرتے ہوتے ہیں اور بائیں کروٹ لیٹنا جب ہوتا ہے کہ وہ **الا اللّٰہ** کہتے ہیں باطنی احوال سے اور اپنی ارواح سے۔

کھانے کی فکر

ایسے ہی سلسلہ چلتا رہا ایک زمانہ دراز یعنی ۳۰۹؍سال کے بعد بیدار ہوئے اور مذاکرہ ہوا کہ کتنا سوئے کسی نے کہا ایک دن کسی نے کہا کہ ایک دن کا کچھ حصہ خیر چھوڑو تم کسی ایک کو بازار بھیجو اپنے سکے لیکر کچھ کھانے کا بندوبست کرے،توان میں سے

ایک نے پیسے لئے اور چلدیا، معلوم ہوا کہ اپنے ساتھ انتظام رکھنا توکل کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ فعل صالحین کا ہے اور منقطع وسالک الی اللہ لوگوں کا طریقہ ہے تاکہ دوسروں کے حال واسباب پر نظر نہ پڑے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل علی اللہ اسباب اختیار کرنے کے بعد ہوتا ہے۔

حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

گر توکل میکنی در کار کن — اگر تو توکل کرتا ہے کاروبار میں کر

(مثنوی شریف رص:۱۲۲)

اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا کہ پہلے اونٹ باندھ پھر توکل کرو بلا باندھے نہ چھوڑو (ترمذی شریف رج:۲)۔

توکل کا طریقہ

گر توکل می کنی در کار کن — کسب کن پس تکیہ بر جبار کن
تکیہ برجبار کن تا وا رہی — ورنہ افتی در بلا و گمرہی
گفت آرے گر توکل رہبر ست — ایں سبب ہم سنتِ پیغمبر ست
گفت پیغمبر بآوازِ بلند — بر توکل زا نوے اشتر بہ بند
رمزِ الکاسب حبیب اللہ شنو — از توکل در سبب کاہل مشو
در توکل کسب و جہد اولی تر ست — تا حبیبِ حق شوی ایں بہتر ست
رو توکل کن تو باکسب اے عمو — جہد می کن کسب می کن مو بمو
جہد کن جِدّے نما تا وارہی — گر تو از جہدش بمانی ابلہی

ترجمہ: اگر تو توکل کرتا ہے کاروبار میں کر۔ کما اور پھر اللہ پر بھروسہ کر۔ خدا پر بھروسہ کرتا کہ نجات پائے۔ ورنہ مصیبت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس نے کہا بیشک اگر چہ توکل راہ نما ہے۔ یہ سبب اختیار کرنا بھی پیغمبر کی سنت ہے۔ پیغمبر نے بلند آواز سے فرمایا۔ توکل کے ساتھ اونٹ کے گھٹنے باندھ دو۔ کمانے والا اللہ کا حبیب ہے اس کا نکتہ سنو۔ توکل کی وجہ سے سبب کے معاملہ میں سست نہ بنو۔ توکل کے ساتھ کمائی اور اس کی کوشش بہتر ہے۔ تاکہ تو اللہ کا محبوب بن جائے یہ بہتر ہے۔ اے چچا جا! کوشش کے ساتھ توکل کر۔ کوشش کر کمائی کر سر بسر۔ کوشش کر تن دہی کر تا کہ نجات پائے۔ اگر تو اس کی کوشش سے باز رہا تو بے وقوف ہے (مثنوی رص: ۱۱۹ ر دفتر اول)۔

یہ ایک طویل مکالمہ ہے اس میں چند اشعار یہاں درج کئے گئے ہیں مکمل وہاں دیکھا جائے۔

دین کی فکر

الغرض جب نیند سے بیدار ہوئے اور ایک ساتھی کو رقم دیکر طعام کیلئے بھیجا اس وقت بھی یہ فکر ہے کہ ہم پر کوئی مطلع نہ ہو جائے اور تیزی سے جائے اور چپکے سے رہے تا کہ کوئی واقف نہ ہو جائے اور عمدہ حلال رخیص اشیاء لائے اگر کسی کو پتہ چلا تو ہماری خیر نہیں پھر اسی بات کا ڈر ہے جس سے بھاگے تھے کہ پکڑ لئے جائیں اور رجم کر دئے جائیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دئے جائیں یا پھر تم کو وہ لوگ اپنے باطل دین و مذہب میں لوٹا نہ دیں اور یہ دونوں صورتیں ناکامی کی ہیں، اللہ پاک ہماری بھی حفاظت فرمائے جس

فکر کو لیکر پہاڑ کی پناہ لی اٹھنے کے بعد وہی فکر ہے معلوم ہوا کہ ہر اہل ایمان کو رات دن، سوتے جاگتے اپنے ایمان کی فکر ضروری ہے ان کو کیا معلوم تھا کہ تین صدیاں گذر چکی ہیں اور کتنے انسان نسل در نسل گذر چکے ہیں اور حالات بدل چکے ہیں اور اب ویسا ماحول نہیں ہے امن و ایمان کا ماحول ہے ہمیشہ ایک جیسا ماحول نہیں رہتا ہے **تلک الایام نداولھا بین الناس** کہ ان ایام اور زمانہ کو ہم لوگوں کے درمیان گھوماتے رہتے ہیں بالآخر راز کھل گیا اور لوگ ان پر مطلع ہوگئے اللہ پاک کو اس دور کے لوگوں کو بعث بعد الموت کی ایک زندہ و جاوید نشانی دکھانی تھی اور ان کے شک کو دور کرنا تھا تا کہ جان لیں کہ اللہ پاک کا وعدہ بعث کا کہ دوبارہ اسی جسم دنیوی کے ساتھ روح کو واپس کریں گے یہ برحق وثابت ہے اور یہ اللہ پاک کے لئے کوئی مشکل نہیں جو دنیا میں ملا تھا دوبارہ سب یہی اعضاء وجوارح زندہ کر کے ان پر ثواب وعذاب کی کاروائی کی جائے گی، اب سب نے دیکھ لیا جو خالق سموات والارض ۳۰۹ رسال کے بعد ان کے بدنوں کی حفاظت کرسکتا ہے ہر طرح سے وہ انسانوں کو بھی موت کے بعد اٹھا سکتا ہے اور ان کو حساب وجزاء کیلئے کھڑا کرسکتا ہے ۔

پیش قدرت کار ہا دشوار نیست　　　عجز ہا با قوتِ حق کار نیست

(روح البیان رص:۲۳۱رج:۵)

اس طرح بعث بعد الموت پر ایمان لانے والے لوگوں کے لئے ایک بہت بڑی دلیل ہاتھ آگئی اور جن کی قسمت میں کفر وشرک کی لعنت ہی لکھی تھی وہ پھر بھی بعث بعد الموت کے منکر ہی رہے، چنانچہ ایک گروہ کفار کا ہمیشہ ایمان واسلام اور اس کے

ماننے والوں کا مخالف اور دشمن رہتا ہے جن کا یہی قول اور نظریہ رہا کہ مرنے کے بعد زندہ نہ کیا جائے گا نہ حساب وکتاب، نہ عذاب وسزا کا کوئی معاملہ ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں گھل مل جائیں گے کیا نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے دربار میں حاضری اور ان کی ملاقات کے مخالف ہیں منکر ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ نے ان کا قول نقل کیا ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ (سورۂ سجدہ آیت:۱۰)۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سب زمین میں نیست ونابود ہوگئے تو کیا ہم پھر نئے جنم میں آئیں گے بلکہ وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہی ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ بعث کے منکر جیسا کہ تم نے سمجھ لیا کہ تم محض ایک بدن اور دھڑ ہو کہ جو خاک میں مل کر برابر ہوگیا ہو بلکہ حقیقت میں تم جان ہو کیونکہ ہر نفس کے اندر اصل اس کی روح اور جان ہے جس سے وہ حیات ہے اور حس وحرکت کرتا ہے اس جان کو موت کا فرشتہ لیکر جاتا ہے وہ روح وہ جان کبھی فنا نہیں ہوتی بلکہ اس کو اللہ پاک اس کے مناسب مقام میں جو ہر ایک کا الگ ہے مومن کا اور کافر کا محفوظ رکھتا ہے:

قُلْ یَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (سورۂ سجدہ آیت:۱۱)۔

آپ فرمادیجئے کہ تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے۔

جب کفار و منکرین ایمان اللہ پاک کے دربار میں حاضر ہوں گے ندامت وذلت سے سر جھکائے ہوں گے اور کہیں گے اب ہم نے دیکھ لیا ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیجد یجئے اب ہم اچھا عمل کریں گے اب تو پورا یقین ہو گیا مگر حق تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو چکا ہے اب تو یہی کیا جائے گا اب تم مزہ چکھو اس وجہ سے کہ جیسے تم نے آج کے دن کی ملاقات اور حاضری کو جھٹلایا تھا اور ہمیں بھلا دیا تھا اب ہم نے بھی تم کو اپنی رحمت سے بھلا دیا ہے۔

ایمان والوں کا عمدہ انجام

اب تو دائمی عذاب کا مزہ چکھتے رہو اپنے غلط سلط اعمال کے بدلے میں، ہاں ہمارے مومن بندے جو ہماری باتوں کو مانتے ہیں جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور پاک ذات کو یاد کرتے ہیں ان کے کمالات اور خوبیوں کے ساتھ اور وہ بڑائی نہیں کرتے یہ ایمان والوں کی شان ہے تکبر وغرور سے دور رہتے ہیں اور اللہ عزوجل پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی باتوں کو مانتے ہیں اور **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** ان کا ورد اور وظیفہ ہوتا ہے، جیسا کہ ہمارے مشائخ خود بھی ان کلمات کا ورد کرتے ہیں اور کراتے ہیں کہ یہ کلمات باری تعالیٰ کو بہت زیادہ پسندیدہ ہیں اور وہ متواضعانہ انداز سے رہتے ہیں خوف الٰہی خشیت ربانی سے ان کا قلب معمور ہے اور ان کی شان عبدیت الٰہی میں یہ ہے کہ اپنی آرام گاہوں سے ان کے پہلو علیحدہ رہتے ہیں خوف اور امید کی وجہ سے نماز و دعا کے ذریعہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ پاک

کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں مراد تہجد کی نماز ہے، جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے اور بعض نے صبح کی یا عشاء کی نماز یا مغرب وعشاء کے درمیان کی نوافل مراد لی ہیں گو الفاظ میں اس کی گنجائش ہے لیکن راجح وہ پہلی تفسیر ہی ہے۔

کفار کا برا انجام

بعض حضرات بوقت تہجد بھی خرچ کرنے کیلئے رکھتے ہیں، جیسا کہ عزیزم مفتی حذیفہ سلمہ کے نانا جان الحاج حافظ رفیق احمد صاحب کا عمل ہے، اس آیت میں **و مما رزقنهم ینفقون** سے انہوں نے یہ اشارہ انفاق فی سبیل اللہ کا بوقت تہجد سمجھا ہوگا اور عام حالات میں تو خرچ کرنا اور اس کی ترغیبات آیات میں بکثرت ہیں اللہ پاک نے فرمایا کسی کو معلوم نہیں ہے جو نعمتیں اللہ پاک نے ایسوں کیلئے مخفی رکھی ہیں جو آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والی ہیں یہ بدلہ ہے ان کے اچھے اعمال کا، بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے جنت الماویٰ ہے جسے دار الخلود سے تعبیر کیا ہے ایسی ہی یہ تعبیر بھی ہے جنت کی اقامت ماویٰ کی طرف کی گئی ہے کہ وہی مومن کا حقیقی ماویٰ ہے دنیا تو گذرگاہ ہے ایک پل آخرت کیلئے اور اس کی سب چیزیں سونے کی ہیں (سورۂ سجدہ آیت:۲۱)۔

ایمان والے حضرات فاسق ومشرک کے برابر نہیں ہوسکتے ہیں، جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ان کیلئے جنت الماویٰ ہے یعنی رہنے کے امن والے بہترین باغات ہیں یہ ان کے اعمال کے سبب اللہ پاک کی طرف سے مہمانی ہے جہاں ایمان والوں کی دعوتیں ہوں گی اور قیام ہوگا بڑے اونچے ایمان والوں کا رب کے پاس جس کو فرمایا:

اِنَّ الْـمُتَّقِیْـنَ فِـیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَـرٍ o فِـیْ مَـقْـعَـدِ صِـدْقٍ عِنْدَ مَـلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ o (سورۂ قمر آیت: ۵۴، ۵۵)۔ (روح البیان رص: ۱۲۳ رج: ۷)۔

پرہیز گار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

اور کھلے بدکار دائرہ ایمان سے باہر نکلے ان کا ٹھکانہ آگ ہے (جہنم) جو آگ سے بھری ہوئی ہے خدا کی پناہ، جب جب وہ وہاں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں ان کو لوٹا دیا جائے گا اور کہا جائے گا چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے کفار کا عذاب آگ دنیا سے شروع ہو جاتا ہے ان کو اس میں جلایا جاتا ہے اور خوشی سے یہ کام کرتے ہیں آگ کی عبادت کرنا ان کا طریقہ ہے اور غیر اللہ کی عبادت آگ ہی ہے اس کا انجام آگ ہے **اللھم اجرنا من النار یا مجیر یا غفار برحمتک یا ارحم الرحمین** جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

ان آیاتِ پاک میں ایمان والوں کے لئے جنت الماویٰ کے وعدے ہیں، فرمایا اللہ پاک نے:

اَمَّـا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوْا وَعَـمِـلُـوا الـصّٰـلِحٰتِ فَلَهُمْ جَـنّٰـتُ الْـمَـاْوٰی نُـزُلًا بِـمَـا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ o (سورۂ سجدہ آیت: ۱۹)۔

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیئے سو ان کیلئے ہمیشہ کا ٹھکانہ جنتیں ہیں جو ان کے اعمال کے بدلہ میں بطور ان کی مہمانی کے ہیں (بیان القرآن)۔

اور کفر وشرک پر وعیدات کا زبردست بیان ہے اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا کہ دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں عرض کیا یا رسول اللہ کس چیز کو فرمایا ایمان جنت کو اور کفر شرک جہنم کو واجب کرنے والی چیزیں ہیں۔

ایک اور مقام پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّـــذِيْـــنَ لَا يَـرْجُـوْنَ لِقَـآءَ نَا وَرَضُوْا بِـالْـحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَـا وَالَّـذِيْـنَ هُمْ عَنْ آيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ o اُولٰٓئِکَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوْا يَکْسِبُوْنَ o (سورۂ یونس آیت:۷،۸)۔	بے شک جو لوگ ہماری ملاقات کی امید تک نہیں رکھتے بعث بعد الموت کے منکر ہیں اور دنیوی زندگی سے خوش ہو گئے ہیں اور اسی سے انہوں نے سکون وآرام بھی پالیا ہے اور اسی پر مطمئن ہو گئے ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں ایسوں کا ٹھکانہ آگ ہے اس کا بدلہ جو وہ کرتے تھے۔

یہاں آیت پاک میں بھی منکرین بعث کا تذکرہ ہے اور جو بعث میں منکر ہو اس کو رب کی ملاقات سے کیا مطلب اور چاہت نہ حساب کی توقع نہ ثواب کی امید اور نہ عقاب کا خوف، ایسے لوگوں کو جب اپنے رب کی ملاقات کا کوئی اشتیاق نہیں تو رب العزت والجلال کو بھی ان سے ملاقات کی کوئی چاہت نہیں ہے، بخلاف ایمان والوں کے کہ ان کو رب سے ملاقات کا اشتیاق ہوتا ہے، اسی وجہ سے رب تعالیٰ کو بھی ان سے ملاقات کا اشتیاق ہوتا ہے جس کو ایک حدیث پاک میں یوں فرمایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من أحب لقاء الله أحب الله لقاء ہ و من کرہ لقاء الله کرہ الله لقاء ہ** (رواہ الترمذی وغیرہ)۔

کہ جس کو اللہ پاک کی ملاقات کی محبت ہے اللہ پاک کو بھی اس سے ملاقات کی رغبت ہوتی ہے اور جس کو رب کی ملاقات سے کراہت ہے اس کو بھی کراہت ہوتی ہے اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ رب تعالیٰ سے ملاقات کا راستہ تو موت ہے اور موت تو ہر ایک کو ناپسندیدہ ہے چاہے مؤمن ہو یا کافر فرمایا اس کا یہ مطلب

نہیں ہے بلکہ نزع کے وقت ایمان والا اللہ پاک سے ملاقات کے اشتیاق میں ہوتا ہے فرشتے قطار در قطار اس کے پاس بشارتیں خوشبوئیں لیکر حاضر ہوتے ہیں اسی لئے اس کو جنت کی طلب ہو جاتی ہے اور اس کی روح ایسے نکل جاتی ہے جیسا کہ آٹے میں سے بال کھینچ لیا گیا ہو اور کافر و مشرک کی روح بڑی سختی کے ساتھ نکالی جاتی ہے جیسے کچی کھال کے اوپر گرم لوہا کھینچا جائے اور جہنم کے مناظر اور عذاب والے فرشتے اس کے سامنے آتے ہیں جس سے وہ ڈرتا ہے، ایسے نافرمان شخص کی ملاقات کو اللہ پاک بھی پسند نہیں فرماتے ہیں اور اس کی روح کو اس کے ہم جنسوں کے قید خانہ میں جس کا نام سجین ہے پہنچائی جاتی ہے خدا کی پناہ، خدا کی پناہ، یہ مضمون بھی ایک روایت میں وارد ہوا ہے۔

اور ایمان والے حضرات کا یہ حال ہوتا ہے کہ جس کو اللہ پاک فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ (سورۂ یونس آیت: ۹،۱۰)۔

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد تک پہنچا دے گا ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم اور ان کی اخیر بات یہ ہوگی الحمدللہ رب العلمین ۔

یعنی جنتی لوگوں کی زبان پر سبحان اللہ، الحمدلله، لا الٰه الا الله، الله

اکبر ہوگا اور ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور حیاک اللہ کہیں گے، جیسے شاہوں کو کہا جاتا ہے: **حیاک الله، حیاۃ طیبۃ** اللہ پاک تمہیں اچھی زندگی دے۔

ان آیات میں جو فرمایا گیا کہ اللہ پاک ایمان واعمال صالحہ کرنے والوں کو ہدایت دیں گے یعنی ان کو مقصد اصلی جنت تک پہنچا دیں گے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ جب ایمان والا اپنی قبر سے نکلے گا اس کے ایمان اور نیک عمل اچھی صورت میں اس کے ساتھ ساتھ رہے گا اور وہ اس کو جنت میں پہنچا کر دم لے گا اور کافر کو اس کا کفر وشرک اور بدعملیاں بری صورت میں ملیں گی اور وہ اس کو جہنم میں لے جا کر چھوڑیں گی اور کہیں گی میں تیرا عمل ہوں (روح البیان رص:۱۹رج:۴)۔

نیز روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جب جنتی لوگوں کو کسی چیز کی اشتہاء وطلب ہوگی تو وہ سبحان اللہ کہیں گے جنتی لوگوں کے خادم ان کے پاس کھانے اور پینے کی چیزیں لائیں گے اور جس چیز کی ان کو طلب ہوگی وہ پیش کریں گے جب وہ کھالیں گے تو **الحمدلله رب العلمین** کہیں گے اور جنت والوں کی عبادت لذت کے طور پر **سبحان الله، الحمدلله، الله اکبر** کے پاکیزہ کلمات ہوں گے اور محبوب تعالیٰ کے نام سے لطف اندوز ہوں گے اور ان کو ان کلمات کی لذت تمام لذتوں سے بڑھ کر محسوس ہوگی ؎

ذوق نامش عاشق مشتاق را — از بہشت جاودانی خوشتر است
گرچہ در فردوس نعمت بس است — وصل او از ہرچہ دانی خوشتر است

معلوم ہوا کہ انسان کی زبان دراصل ذکر اللہ کیلئے اور دعاء کیلئے پیدا کی گئی ہے دنیوی کلام کیلئے تو ضرورت کے موقعوں پر جائز ہے اور غیبت و بہتان جھوٹ وغیرہ کیلئے نہیں پیدا ہوئی اسی لئے وہ سب حرام ہیں اللہ پاک کی حمد وثنا تسبیح وتہلیل کسقدر اہمیت والی چیزیں ہیں کہ جنت میں جہاں اور عبادات نہ ہوں گی وہاں بس **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** اور **الحمدللہ رب العلمین** کی صدائیں ہوں گی، معلوم ہوا کہ دنیا میں رہ کر یہ مقدس کلمات انتہائی کثرت کے ساتھ لذت کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عارفان حق کو دی جاتی ہے اور ان کو یہیں کچھ محسوس ہونے لگتا ہے، قلب عارف سے جب حمد رب نکلتی ہے تو اس پر معرفت ومحبت کے پھل آتے ہیں اور بہت سی شاخیں پھوٹتی ہیں۔

حضرت رومیؒ فرماتے ہیں:

اصل ارض اللہ قلب عارف است ۔۔۔ لامکان است و ندارد فوق و پست
گر نہ روید خوشہ از روضات ہو ۔۔۔ پس چہ واسع باشد ارض اللہ بگو
چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست ۔۔۔ چوں بود ارض اللہ آں مستوسعی است
ریع آں رانے حد ونے عد بود ۔۔۔ کمتریں دانہ دہد ہفصد بود
حمد گفتی کو نشانِ حامدوں ۔۔۔ نے بُرونت ہست اثر نے اندروں
حمدِ عارف مر خدا را راست است ۔۔۔ کہ گواہ حمد او شد پا و دست
حمد شان چوں حمد گلشن از بہار ۔۔۔ صد نشانے دارد و صد گیر و دار
بر بہارش چشمہ ونخل وگیاہ ۔۔۔ وآں گلستاں و نگارستاں گواہ
شاہد شاہد ہزاراں ہر طرف ۔۔۔ در گواہی ہمچو گوہر در صدف

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے۔ جو لامکان ہے اور بلندی وپستی نہیں رکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو۔ تو بتا اللہ تعالیٰ کی زمین کیا وسیع ہوئی۔ جبکہ یہ پانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی زمین کا کیا حال ہوگا وہ بہت وسیع ہے۔ اس کی پیداوار کی حد وشمار نہیں ہے۔ معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں۔ تو نے تعریف کی تعریف کرنے والوں کی علامت کہاں ہے۔ نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر۔ عارف کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے درست ہے۔ کیونکہ اس کے ہاتھ پاؤں اس کی تعریف کے گواہ بن گئے ہیں۔ رونق کی وجہ سے ان کی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے۔ سیکڑوں نشان اور سیکڑوں شان وشوکت رکھتی ہے، اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس۔ اور وہ باغ اور نگار خانہ گواہ ہے۔ ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں۔ گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی (مثنوی شریف رص:۳۰۷ اردفتر۴)۔

یعنی حمد عارف کی ایک خاص علامت وکیفیت ہے جس پر اس کے تمام اعضاء گواہ ہیں، بخلاف دوسرے کے کہ جس نے معرفت وعشق الٰہی کا لطف ہی نہیں چکھا اس کی حمد اوپر اوپر سے ہے بے کیف ومستی اللہ پاک ہمیں ان حامدین میں بنادیں تو ہر حال میں لیل ونہار میں سراو جہرا حمد کرتے ہیں۔

دنیوی زندگی کی مثال

اوپر آیات میں جہاں یہ آیا تھا کہ کافر دنیوی زندگانی پر خوش ہے اور پورے مزہ میں ہے اور مطمئن ہے کیونکہ اس کو فکر آخرت نہیں ہے اسی لئے وہ بہت زیادہ کھاتا ہے

جیسا کہ حدیث پاک میں بھی آیا ہے کہ کافر سات آنتوں میں اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے یہ کافر کے زیادہ کھانے اور مومن کے کم کھانے کی ایک تصویر ہے ایک کافر نے دنیوی عیش وعشرت کو مقصود بنالیا ہے مومن کا حال ایسا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیاوی زندگی ایک عارضی اور فانی شئے ہے اور اصل حقیقی زندگی آخرت کی ہے اللہ پاک فرماتے ہیں:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (سورۂ یونس آیت:۲۴)۔

بس دنیوی زندگی کی تو حالت ایسی جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہوکر نکلے یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہوگئی اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہوچکے تو دن میں یارات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا تو ہم نے اس کو ایسا صاف کردیا کہ گویا کل وہ موجود ہی نہ تھی، ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو سوچتے ہیں۔

یہاں اللہ پاک نے انسان کی زندگی کو ایک مثال سے سمجھایا ہے کہ آسمان سے پانی برسا اور اس کو زمین نے اپنے اندر جذب کیا جس طرح کھانا انسان جذب کرتا ہے اور وہ اس کا جز و بدن بن جاتا ہے ایسے ہی پانی گویا نبات کی غذا بنتا ہے اور اس کے زمین کے ساتھ ایسا مل نے سے جو سبزہ نکلتا ہے اس میں آدمی اور جانوروں کی خوراک مخلوط ہوتی ہے، مثلاً گیہوں کے درخت میں دانہ ہے جو انسانوں کی غذا ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کی خوراک ہے اسی طرح اور درختوں میں پھل انسانوں کی غذا ہے اور پتے وغیرہ جانوروں کی خوراک ہے۔

بہر حال سبزہ زار ہو گیا اور ہر طرف شادابی ہریالی باغات کھیتیاں نظر آ رہی ہیں اور مختلف الوان واشکال کی نباتات نے زمین کو پر رونق اور مزین کر دیا ہے اور کھیتی باغات تیار ہو گئے کہ مالکوں کو پورا بھروسہ ہو گیا اچانک اس پر خدا کے حکم سے دن رات میں کوئی آفت پہنچی مثلا بگولا آ گیا یا اولے پڑ گئے یا ٹڈی دل پہنچ گیا اور اس نے تمام زراعت وغیرہ کا ایسا صفایا کر دیا گویا یہاں کبھی ایک تنکا بھی نہ اگا تھا، ٹھیک اسی طرح دنیا کی حیات کی مثال سمجھ لو کہ خواہ کتنی ہی حسین اور تر و تازہ نظر آئے حتیٰ کہ بے وقوف لوگ اس کی رونق و دلربائی پر مفتوں ہو جائیں اور اس کی حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نسیا منسیا ہو جائے گی، یعنی پانی کی طرح روح آسمان (عالم بالا) سے آئی اور جسد خاکی میں قوت پکڑی دونوں کے ملنے سے آدمی بنا پھر کام کئے انسانی بھی حیوانی بھی اچھے انسانوں نے اچھے کام برے انسانوں

نے برے کام اس کے متعلقین کو اس پر بھروسہ ہوگیا ناگہانی موت نے یہ سارا کھیل ختم کردیا اور پھر وہ بے نام ونشان ہوگیا گویا کبھی زمین پر آباد ہی نہ تھا۔

یہ تھی انسان کی زندگی عارضی اور فانی جس پر انسان اس قدر مطمئن تھا اور خوش وخرم بھی اور اس میں مگن ہوکر یاد خداوندی سے آخرت سے کس قدر غافل تھا سمجھانے سے بھی نہیں جان رہا تھا رات دن گذر گئے اور ایک وقت ایسا آیا کہ اس کی یہ حالت ہے لا چار ومجبور بے بس ہے، لہذا اس عارضی شئے کے دھوکہ میں مت آؤ اور دارسلام (جنت) کی طرف چلو جس کی طرف اللہ پاک بلاتے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے، اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے **واللہ یدعوا الی دار السلام** اللہ پاک بلاتا ہے سلامت کے گھر کی طرف، یہاں کے رہنے والوں کو کسی قسم کا رنج وغم، پریشانی وتکلیف نقصان، آفت، فناء وزوال، بیماری ومصیبت نہ ہوگی ان تمام اشیاء سے بالکل صحیح وسالم رہیں گے اور فرشتے ان کو سلام کریں گے خود رب العزت کی طرف سے تحفۂ سلام پہنچے گا۔

دارالسلام اور ایک بادشاہ کی حکایت

دارالسلام جنت ہے یہ بھی جنت کا ایک نام ہے جس کی شروعات میں عطاء ہے درمیان میں رضا اخیر میں لقاء رب ہے کہتے ہیں ایک بادشاہ نے ایک شہر بنایا تھا اور بہت ہی عمدہ خوبصورت حسین وجمیل بنایا اس کے حسن وجمال میں انتہائی محنت کرائی جب وہ تیار ہوگیا تو دعوت کی اور لوگوں کو اس کے دروازہ پر بٹھادیا کہ ہر نکلنے والے سے پوچھیں کیا تم نے اس میں کوئی عیب دیکھا ہے لوگوں نے کہا نہیں یہاں تک کہ بالکل اخیر میں کچھ لوگ چادریں اوڑھے ہوئے آئے ان سے بھی پوچھا کہ کیا تم نے کوئی عیب

دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ دوعیب دیکھے ہیں ان کو روک لیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے اور جو کچھ وہ کہہ رہے تھے وہ بتایا اس نے کہا مجھے ایک بھی عیب پسند نہیں چہ جائے کہ دوعیب ہوں ان کو میرے پاس لاؤ وہ ان کو لے گئے بادشاہ نے پوچھا کہ وہ دوعیب کیا ہیں؟ بتایا کہ ایک عیب تو یہ ہے کہ کبھی نہ کبھی خراب ہوجائے گا، دوسرے یہ کہ اس کے رہنے والے سب مرجائیں گے اس نے کہا کہ ایسا بھی کوئی مکان ہے جو کبھی خراب نہ ہو اور اس کے رہنے والے نہ مریں انہوں نے ان کو بتایا جنت ہے اور اس کی نعمتوں کا ذکر کیا اور اس کا شوق دلایا پھر جہنم کا تذکرہ کیا اور اس کا خوف دلایا بادشاہ نے اپنا ملک چھوڑ دیا اور اللہ پاک کی طرف تائب ہوکر بھاگا، حدیث شریف میں ہے ہر دن جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے برابر میں دوفرشتے اعلان کرتے ہیں جس کو تمام مخلوق سنتی ہے سوائے جن وانس کے کہ اے لوگو اپنے پروردگار کی طرف دوڑو جو تم کو دارسلام کی طرف بلا رہے ہیں، مقصود اس اعلان کا یہ ہوتا ہے کہ ایسا عمل صالح کرو جو دخول جنت کا باعث بن جائے، اسی وجہ سے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے اپنی اطاعت جو تم پر واجب فرمائی ہے وہ تو ظاہر امر ہے اور اس کا باطنی پہلو یہ ہے کہ وہ تم کو اپنی جنت میں داخل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اطاعت الٰہی کا انجام جنت ہے اور دارالسلام کے معنیٰ داراللہ کے بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ سلام اللہ پاک کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے تو یہ اضافت تشریف کے لئے ہوگی جیسے بیت اللہ میں بیت کی نسبت اللہ پاک کی جانب ہے اور دارالسلام کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ایسا دار جہاں اللہ پاک اور ان کے فرشتے داخل ہوں مومن بندوں کو سلام کریں گے یا خود وہ آپس میں سلام کریں گے۔

اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دارالسلام چاہئے کہ تو اے مومن اپنے قلب کو سلیم رکھ دھوکہ دینے دشمنی رکھنے اور حسد رکھنے سے کیونکہ قلب جب ہی سلیم بنے گا جب وہ غیر اللہ کے تعلق سے محفوظ رکھے گا اور جب ہی پرامن ہوگا ناگوار چیزوں کے ساتھ مکدر ہونے سے اور حسد وغیرہ کی آگ سے، اس پرنور بن جائے گی۔

اور کہا گیا ہے کہ ایک جنت ہے نقد عاجل، جلدی، وہ ہے علوم ومعارف الٰہیہ کی جنت، اور ایک ہے مؤخر، دار عقبیٰ، دار آخرت میں پہلے والی جنت خاص اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے (روح البیان رص:۳۶ رج:۴)۔

ہدایت دینے والا اللہ پاک ہی ہے

وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورۂ یونس آیت:۲۵)۔

اور جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستہ کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

وہ راستہ جو جنت تک پہنچانے والا ہے وہ ہے اسلام اور تقویٰ، مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں اللہ پاک کا ارادہ ہدایت دینے کا ہوتا ہے اس کیلئے ایسے اسباب بنادیتے ہیں اور اس کیلئے حق کا طریق آسان بنادیتے ہیں اور اس کو جادۂ حق پر ابھار دیتے ہیں، معلوم ہوا کہ اصل ہدایت دینے والے خود اللہ پاک ہیں وہ ہی بالذات اور اولاً ہدایت دیتے ہیں اور انبیاء ورسل اور ان کے متبعین جو ان کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہیں وہ بالعرض ہیں تابع ہوکر ہیں اور مدعو لوگ ہیں اور جس کی طرف بلاتے ہیں وہ جنت ہے اصل ہادی اللہ پاک ہے اور ہدایت خاص کے متصف ہونے والے خواص امت ہیں اور جس کی طرف ہدایت کی جارہی ہے وہ صراط مستقیم ہے اور مشیت باری تعالیٰ اور ان کا ارادہ قدیم

صفت ہے جس کے ساتھ باری تعالیٰ متصف ہیں علم، قدرت، کلام، حیات، سمع، بصر کی طرح ہمیشہ سے متصف ہیں اور رہیں گے۔

معلوم ہوا کہ اصل داعی اللہ پاک ہیں، چنانچہ ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ میری مثال ایسی سمجھو کہ ایک شخص نے شاندار محل بنایا اور اس میں دسترخوان لگایا اور باہر گیٹ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلا رہا ہے جس نے قبول کیا اندر آیا اور دسترخوان پر بیٹھا لطف اندوز ہوا نعمتوں سے فیض یاب ہوا اور جس نے انکار کیا داعی کی بات کا نہ اندر آیا اور نہ دسترخوان پر بیٹھا نہ کھانے کا موقع ہی ملا، یہاں اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ دار جنت ہے اور داعی رسول اللہ ﷺ ہیں اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ پاک کی نافرمانی کی (مشکوۃ شریف ص: ج:۱)۔

یہاں رسول اللہ ﷺ کو جو داعی کہا جا رہا ہے اس وجہ سے کہ آپ ﷺ اللہ کے خاص نمائندہ ہیں رسول ہیں آپ ﷺ کی دعوت اللہ پاک ہی کی دعوت ہے جیسے آپ ﷺ کی اطاعت اللہ پاک کی اطاعت ہے اور آپ ﷺ کی دعوت دعوت الٰہیہ کی وضاحت واشاعت ہے **من یطع الرسول فقد اطاع الله** (جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے۔

اطاعت رسول کا مقام

کہ اطاعت رسول میں اللہ پاک کی اطاعت ہے اور جو اللہ اور ان کے رسول

کی اطاعت کرے گا وہ انبیاء صدیقین، شہداء وصالحین کے ساتھ محشور ہوگا منعم علیہم یہی حضرات ہیں اور یہ بہترین گروہ ہے ارشاد باری عزاسمہ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ	اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا
وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ	مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان
الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ	حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ
النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ	تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور
وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ	صدیقین اور شہداء اور صلحا اور یہ حضرات
وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِيْقًا o	بہت اچھے رفیق ہیں، یہ فضل ہے اللہ
ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى	تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ کافی
بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (سورۂ نساء آیت: ۶۹، ۷۰)۔	جاننے والے ہیں۔

اور فرمایا کہ ایمان والوں کی بات یہ ہے کہ جب ان کو اللہ اور ان کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو کہتے ہی کہ ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی یہی لوگ کامیاب ہیں اور جو شخص اللہ پاک کی اور ان کے رسول کی اطاعت کرے گا اور اللہ پاک سے ڈرے گا اور گناہوں سے بچے گا ایسے لوگ کامیاب ہیں۔

کشاف میں ہے کہ علماء زمانہ کی ایک جماعت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان آیات پر عمل کافی ہے دوسری آیتوں کی ضرورت نہیں ہے یعنی ان آیات میں اس قدر جامعیت ہے اور اس پر بھی اتفاق کیا ہے کہ فوز وفلاح کا حصول ان آیات پر عمل کئے

بغیر اور خشیت باری اور تقویٰ کے بغیر ناممکن ہے کبھی میسر نہیں آئے گا لہذا اداء فرائض وواجبات ودیگر اوامر الٰہیہ میں اللہ پاک اوران کے رسول کی اطاعت ضروری ہے اور یہ محارم وممنوعات اور جملہ منہیات سے بچنا ہے اللہ پاک اوران کے رسول کی اطاعت ضروری ہے، اللہ پاک نے اس کی سب کو دعوت دی ہے اس پر لبیک کہنا نہایت ضروری ہے ابن عطاءؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک کی طرف دعوت حقیقت میں ہے اور رسول ﷺ کی طرف دعوت آپ ﷺ کی اطاعت اور خیر خواہی کرنا ہے پس جو شخص اللہ پاک کی طرف دعوت قبول نہ کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا (روح البیان رص:۱۷۱رج:۶)۔

اس کو اللہ پاک نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْآ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (سورۃ نور آیت:۵۱،۵۲)۔	مسلمانوں کا قول تو جبکہ ان کو اللہ کی اوراس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے اور جو شخص اللہ اوراس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اوراس کی مخالفت سے بچے بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے۔

ایک خاص الخاص جنت

اور کامیابی اللہ پاک کی رضا مندی کے حصول کا نام ہے جو سب سے بڑی چیز ہے اس سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں جنت بھی اس کے تحت ہی ہے اس سے قبل نہیں، اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَعَدَاللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْـمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَـحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَـا وَمَسٰكِـنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰـتِ عَدْنٍ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْـعَـظِيْـمُ O (سورۂ توبہ آیت:۷۲)۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ جنت عدن ایسا دار ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی دل پر اس کا گذر نہیں ہوا اس میں تین قسم کے افراد ہوں گے انبیاء، صدیقین، شہداء اور اس کیلئے مبارک ہو جو اس میں داخل ہو جائے اللہ پاک نے اس کو خود بنایا بلا کسی واسطہ کے اس میں ایک مقام ہے جہاں حق جل مجدہ کی تجلی یعنی خاص تجلی رحمت ہوگی اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا مقام خاص وسیلہ ہے اور اس میں طوبی درخت ہے جو بہت طویل وعریض ہے جس کی شاخیں جنت کی دیواروں تک پہنچی ہوں گی اور اس کے اوپر سے جنت والوں کے زیورات اور بہترین کپڑے برسیں گے

اوراس کے اندر بہت ایسی کچھ خصوصیات ہیں جو دوسری جگہ نہ ہوں گی زیب وزینت اورحسن وجمال کی اشیاءاوراللہ پاک کی رضوان یعنی رضامندی سب سے بڑھ کرنعمت ہوگی کیونکہ اللہ پاک کی رضامندی ہی تمام سعادات کا مبدأ ہےاورتمام کمالات کا منشا بھی یہی ہے، محققین راہِ سلوک عاشقان رب، عارفان حق کیلئے سوائے رضا مولیٰ کے اور کچھ مطلوب ومقصودنہیں ہے۔

اللہ پاک کی معرفت خود جنت ہے

کسی عاشق رب نے کیا خوب کہا ہے ؎

یکے می خواہد از جنت و حور یکی خواہد کہ از دوزخ شود دور
ولیکن ما نخواہیم ایں وآں چیست مراد ما ہمیں خوشنودی تست
چو تو خشنود در دو عالم ہمیں مقصود پس واللہ اعلم

اللہ پاک جنت عدن میں اپنی رضامندی کا صاف اعلان فرمادیں گے **احــــل علیکم رضوانی فلا اسخط بعده ابدا** (بخاری شریف)۔

یہی تو اصل فوزعظیم ہے وہ نہیں جس کولوگ سمجھ رہے ہیں دنیا کی بلند عمارات اورمزے یہ تو سب فانی اورعارضی چیزیں ہیں **قل متا ع الدنیا قلیل** آپ فرمادیجئے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے بلکہ دنیا تو آخرت کی عظیم الشان نعمتوں کے مقابلہ ایسی ہے جیسے مچھر کا پر، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا اللہ پاک کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی اورایک لقمہ کھانا بھی نہ دیتے ،حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا کہ دنیا تباہ وبرباد ہونے والی جگہ ہے اوراس سے زیادہ تباہ وہ

ہے جواس کوآباد کرے اورآخرت آباد رہنے والی جگہ ہے اوراس سے زیادہ آباد وہ ہے جواس کوآباد کرے، نیز فرمایا کہ جنت کے اندر بھی ایک جنت ہے وہ ہے اللہ پاک کی معرفت وہ جنت معنویہ ہے۔

رات میں رونے کی اہمیت

بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ معرفت الٰہیہ کی حلاوت بہتر ہے جنت الفردوس سے بھی اوراعلی علیین سے بھی اگر میرے لئے آٹھوں جنت کے ابواب کھول دئے جائیں اور مجھ کو دنیا وآخرت دی جائے تب بھی سحری کے وقت رونے کے برابر نہیں ہے، لہذا عاقل پرضروری ہے کہ اس طرف توجہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب اس کو توجہ حاصل ہواور دنیا سے اعراض کی کوشش کرے اور مطلوب حقیقی پانے کی فکر کرے تاکہ بڑے مقصد تک رسائی ہو اللہ پاک ہمیں وصول الی اللہ قرب مع اللہ کی دولت سے نوازے (روح البیان ،ص:٢٦۵،ج:٣)۔

اللہ پاک نے فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَّلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ٥ (سورۂ یونس آیت:٢٦)۔	جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطہ خوبی ہے اور مزید برآں بھی اوران کے چہروں پر نہ کدورت چھاوے گی اور نہ ذلت یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یوں کہئے کہ جنہوں نے بہترین کام کئے ان کیلئے جنت ہے اور زیادہ بھی ہے۔

یعنی بھلے کام کرنے والوں کو وہاں بھلی جگہ بہترین جگہ جنت ملے گی جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ حسنی جنت کا ایک نام حسین وجمیل جگہ حسن والی شئے وہ حضرات جنہوں نے اپنے اعمال اس طریقہ پر کئے جو اس کے لائق تھا اور مناسب تھا یعنی ان اعمال کے اندر حسن تھا ان کا قیام ان کا رکوع ان کا سجدہ حسین تھا ان کی ساری نماز حسین تھی عمدہ تھی اور اعمال کا حسن و جمال اعتدال پر تمام ارکان ادا کرنے سے آتا ہے جس میں شرائط وآداب کی رعایت، اخلاص کی صفت بھی ہو۔

احسان کیا ہے

جس قدر اعمال کا وصف حسین اور عمدہ ہوگا اس سے ان اعمال کی ذات بھی حسین وجمیل بن جائے گی نماز تو صرف ایک مثال ہے تمام اعمال کے اندر یہی بات ہے یعنی ان کو اس انداز سے ادا کرے کہ وہ قبولیت عنداللہ کے لائق ہو سکیں اپنی طرف سے پوری کوشش صرف کر ڈالے عمدہ اور حسین بنانے میں، مسجدیں تو شاندار بنا دی گئی بقول ہمارے شیخ حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم کے اعمال وعبادات کو کب اور کیسے حسین بناؤ گے بات تو یہ ہے کہ ان کو بھی حسین بناتے، ہمارے عارف شیخ کی یہ بات بالکل اس آیت سے مؤید ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ تم اس طور پر عبادت کرو گویا تم اللہ پاک کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ سمجھو کہ اللہ پاک تم کو دیکھ رہے ہیں تب تمہاری عبادت کے اندر کمال پیدا ہوگا، بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ عبادت کو اس طور پر کرو کہ اللہ پاک دیکھ رہے ہیں اور حاضر وموجود ہیں اور ان کے ساتھ

حاضر وموجود رہے غائب نہ ہو جیسا کہ غائب ہو جاتے ہیں نمازوں کے اندر کھڑے ہوتے ہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ امام صاحب نے کیا پڑھا اور کب رکوع سجدہ کیا یہ کیفیت حضور مع اللہ کی جب ہی ہو سکتی ہے جب غیر اللہ سے قلب فارغ ہو اور ان کا تصور ختم ہو جائے جب ہی اخلاص کی کیفیت آئے گی، لہذا احسان واخلاص قریب قریب ہو گئے، ایسے مخلص اور محسن بندوں کیلئے بہترین بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔

زیادہ کیا ہے

حسنیٰ بہترین بدلہ یعنی ۷۰۰ سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ جیسا کہ فرمایا:

وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۝ ۔ اور افزونی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اکثر محققین نے حسنیٰ کی تفسیر جنت سے کی ہے۔

اور زیادہ کیا ہے، مفسرین نے فرمایا کہ دیدار رب ہے جس کی طرف ایک جگہ اشارہ ہے: **وَیَزِیْدُھُمْ مِنْ فَضْلِہٖ** کہ اللہ پاک اپنے خاص فضل سے اور بھی زیادہ خاص نعمت مرحمت فرمائیں گے، یعنی اللہ پاک اپنے دیدار خاص سے اہل جنت کو مشرف فرمائیں گے، زیادہ کی یہ تفسیر دیدار مبارک احادیث شریفہ میں آئی ہے، حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار یہ آیت پڑھی اور فرمایا جب جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی لوگ دوزخ میں داخل ہو چکیں ہوں گے تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا اے اہل جنت تمہارے لئے ایک وعدہ باقی ہے جو رب پورا کرنا چاہتے ہیں جنتی کہیں

گے کہ اب کیا باقی ہے، سب کچھ تو ہمیں دیا جا چکا ہے کیا خداوند قدوس نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں کر دیا اس نے ہمیں جہنم سے بچا کر جنت جیسے عمدہ مقام میں داخل کر دیا اب اور کیا باقی ہے، اللہ پاک حجاب اٹھا دیں گے اور جنتی اپنے رب کی طرف نظر کریں گے دیدار جمال محبوب سے مشرف و مسعود ہوں گے اور دیکھتے ہی رہ جائیں گے اپنے رب محبوب کو جس کیلئے عشاق جیتے تھے اور مرتے تھے، خدا تعالیٰ کی کوئی نعمت جوان کو عطا ہوئی دولت دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی اس سے بڑھ کر آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی کوئی چیز نہ ہوگی (ترمذی ص:۱۴۲ ج:۲)۔

اللہ پاک ہمیں اپنے خاص فضل وکرم سے اس نعمت کبری سے نوازے۔

سوال یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنی رویت کو زیادہ سے کیوں تعبیر کیا ہے اور جنت کو حسنی سے کیوں؟ اللہ پاک کا دیدار جنت سے بڑا ہے اور زیادتی اصل مال سے کم ہوتی ہے مگر یہاں معاملہ برعکس ہے۔

اللہ پاک محجوب نہیں، محجوب ہم ہیں

جواب یہ کہا گیا ہے کہ زیادتی موعودہ جنت ہے اور یہاں زیادتی مزید علیہ کی جنت سے نہیں ہے مزید علیہ تو جنت ہے اور اس کے درجات عظیمہ ہیں، اور عزیز و اکبر سے زیادتی بھی بڑی ہوتی ہے اور اس کی شایان شان اور عزیز، حاصل یہ ہے کہ اللہ پاک جیسے خود عظیم و عزیز و اکبر ہیں ان کی رضامندی بھی اجود عمدہ، اکبر، اجل، اعز ہے جب اہل جنت اس نعمت کو پائیں گے ساری نعمتوں کو بھول جائیں گے اور یہ رویت

ودیدار ظاہری آنکھوں سے ہوگا دنیا میں تو صرف اور صرف ہمارے محبوب رسول اللہ ﷺ کو ہوا تھا اور کسی کو نہیں ، وہاں سب کو ہوگا اور یہ پردے اللہ پاک پر نہیں پڑے ہوئے ہیں بلکہ ہماری آنکھیں اس لائق نہیں کہ ان کا دیدار کرتی آج اس لائق ہوئی ہیں، حافظ شیرازیؒ نے فرمایا ؎

جمال یار ندارد نقاب و پردہ و لے غبار رہ بنشاں تا نظر توانی کرد

معلوم ہوا کہ حجاب اللہ پاک کی ذات پر نہیں ہے کیونکہ حجاب ستر ہے اور باری تعالیٰ کسی جہت و مکان میں محدود نہیں ہیں نہ ایسی حالت میں ہیں کہ کوئی شی ان کو محجوب کر سکے مقرر کر سکے محجوب تو بنی آدم ہے اگر حق تعالیٰ ہم سے اپنا حجاب ہٹا لیں اور ہم حسن کا مشاہدہ کرلیں تو کائنات کو بھول جائیں اور اس کے اندر کی اشیاء کو جیسا کہ اہل جنت بھول جائیں گے تمام نعمتوں کو ایسی صورت میں شرعی اوامر اور نواہی کا قصہ ہی ختم ہوجائے گا اس لئے ہم حق کا مشاہدہ نہیں کر سکتے دار دنیا میں اس لئے کہ یہ دار التکلیف ہے یعنی شرعی امور کی ادائیگی کی جگہ ہے (روح البیان رص:۳۹رج:۴)۔

ایمان کے کاموں میں ایک کام تعمیر مساجد بھی ہے

اور تعمیر مساجد دو طرح کی ہے ایک ظاہری عمارت کی تعمیر ہے وہ تو غیر مسلم بھی کرسکتا ہے مگر جو اصل تعمیر ہے اس کو ایمان اور اس کے اعمال افعال نماز، تلاوت، ذکر اللہ، تعلیم و تبلیغ سے آباد کرنا ہے، اس میں اعتکاف وغیرہ کرنا یہ کام ایمان والے ہی کرسکتے ہیں، باری عزاسمہ فرماتے ہیں کہ تعمیر جو اسکی حقیقی تعمیر ہے غیر ایمان والا کبھی نہیں کرسکتا، ارشاد باری ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ
اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى
الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ
فَعَسٰى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوا
مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ o اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ
الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَاللّٰهِ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ o اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
وَهَاجَرُوا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَاللّٰهِ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ o
(سورۂ توبہ آیت: ۱۸ تا ۲۰)۔

ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نمازوں کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جاویں گے، کیا تم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دیدیا جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔

باجماعت نماز کی فضیلت

مسجد کی تعمیر میں سب سے پہلے وہاں نماز جماعت کا قائم کرنا ہے، اکثر مشائخ کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز واجب ہے عالمگیری رص:۸۲رج:امیں ہے:

الجماعة سنة مؤكدة وقال عامة مشائخنا انها واجبة وفى المنية تسميتها سنة لوجوبها بالسنة وفى البدائع تجب على الرجال العقلاء البالغين الاحرار القادرين على الصلاة بالجامعة۔

جماعت کے ساتھ نماز تنہا نماز پڑھنے کی نماز سے ۲۵، ۲۷، درجے بڑھ جاتی ہے جیسا کہ ترمذی شریف کی روایت ہے رص:۵۲رج:ار پر:

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الجماعة تفضل على صلاة الرجل وحده بسبع وعشرين درجة وعامة من روى عن النبى صلى الله عليه وسلم خمس وعشرين درجة إلاابن عمر۔	حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے، اکثر راویوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ پچیس درجے، سوائے ابن عمرؓ کے کہ انہوں نے فرمایا ستائیس درجے۔
عن أبى هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه	حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

وسلم قال صلاة الرجل فی الجماعة تزید علی صلاة وحده بخمس وعشرین جزء ا قال أبو عسی حدیث حسن صحیح۔

جماعت سے نماز ادا کرنے والے شخص کی نماز اس کا اکیلا پڑھنے سے پچیس درجے افضل ہوتی ہے۔

اور تراویح کی جماعت افضل ہے اور ہر وہ نماز جس میں جماعت مشروع ہے مسجد میں زیادہ فضیلت ہے جماعت کا ثواب تو اور جگہ بھی مل جائے گا مگر مسجد کا ثواب ایک الگ ثواب ہے مسجد کی اسلام میں مرکزی حیثیت ہے اس وجہ سے وہ جماعت جو مسجد میں ہوگی اس کا ثواب زیادہ ہوگا۔

مساجد کی صفائی کی فضیلت

تعمیر مسجد میں اس کی عمارت کی دیکھ بھال اور صفائی ستھرائی کا خیال بھی ہے، اللہ پاک نے اپنے مبارک دو بندوں حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو خاص طور پر حکم فرمایا ارشاد باری ہے:

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (سورۂ بقرہ آیت:۱۲۵)۔

اور حکم کیا ہم نے ابراہیم و اسماعیلؑ کو پاک رکھو میرے گھر کو طواف کرنے والوں کیلئے اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے۔

معلوم ہوا کہ مسجد کی صفائی وستھرائی کس قدر بڑا عمل ہے جو ہر مسلمان کو سعادت

اخروی سمجھ کر کرنا چاہئے لوگ سمجھتے ہیں کہ بس یہ کام مؤذن کا ہے، حالانکہ اس کا حکم حضرت ابراہیم واسماعیلؑ کو دیا جارہا ہے، کون ہے جوان سے افضل ہو انبیاءؑ کی پاؤں کی گرد وغبار کو پہنچ جائے تو یہ غنیمت ہے، تعمیر مساجد میں امام اور مؤذن کی تنخواہ اور ضروریات کا نظم ونسق کرنا بھی شامل ہے کہ یہ حضرات بھی مسجد کا اہم جز ہے ان کے بغیر بھی مسجد کا وجود نا تمام وناقص ہے، اس میں بتوں کی گندگی سے پاک رکھنا بھی شامل ہے اور ظاہری صفائی بھی (روح البیان رص:۲۲۶رج:۱)۔

مساجد میں ذکر کے حلقے لگانا

اسی لئے حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر مسجد کی آمدنی ہو تو ان کا خیال سب پر ضروری ہے مسجد کی تعمیر باطنی کا ایک فرد یہ بھی ہے کہ وہاں تعلیم وتبلیغ اور ذکر اللہ کے حلقے قائم کئے جائیں، ارشاد باری ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَاكَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ o (سورۂ بقرہ آیت:۱۱۴)۔

اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجد میں ان کا ذکر کیئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی۔

معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکراللہ سے روکنا کسی فرد یا جماعت کو بہت بڑا ظلم ہے جبکہ حدیث پاک میں ہے کہ مسجدیں تو نماز، تلاوت، اور ذکراللہ کیلئے بنائی گئی ہیں (ابوداؤد)۔

لہذا وہاں ذکراللہ کے حلقے قائم رکھنا صرف جائز نہیں بلکہ مستحب ہے اور ہمارے مشائخ کا محبوب عمل ہے جبکہ اس سے نماز میں خلل واقع نہ ہو کسی تلاوت میں خلل نہ ہو اور تلاوت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ کسی کے ذکراللہ میں اور ذکراللہ کے حلقے میں خلل نہ ڈالیں جس طرح ان کو اس کی رعایت کا حکم ہے ایسے ہی اس کا بھی دوسروں کی رعایت کرنا ضروری ہے اگر تلاوت سے کسی کی نماز میں خلل واقع ہو تو اس کو منع کیا جائے گا نہ کہ نماز کو روکا جائے گا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث شریف کے تحت: **عن أبي واقد الليثي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيماهو جالس في المسجد والناس معه إذا اقبل ثلاثة نفر فأقبل اثنان إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وذهب أحد قال فوقفنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فأما أحدهما راى فرجة في الحلقة فجلس فيها وأماالآخر فجلس خلفهم الخ** ۔ کے تحت لکھا ہے **فيه استحباب التحليق في مجالس الذكر والعلم وفي الحديث فضل ملازمة حلق العلم والذكر وجلوس العالم والمذكر في المسجد** (فتح الباری/ص:۵۷/ج:۱)۔

یعنی اس حدیث شریف سے دونوں باتیں معلوم ہوئیں مسجد میں علم وذکر کے

حلقے لگانا استحباب بھی اور ان میں پابندی سے بیٹھنا اورشریک ہونا اور عالم ذکر کرانے والے کا وہاں بیٹھنا بھی۔

علامہ عینیؒ شارح بخاریؒ نے لکھا ہے اسی حدیث کے تحت **والرابع فیہ استحباب التحلق للعلم والذکر فی المسجد** (شرح بخاری رص:۳۴رج:۲)۔

بلکہ ایسے لوگ اہل کرم ہیں یعنی عنداللہ معزز ومکرم ہیں جو مسجدوں میں ذکراللہ کرتے ہیں۔حدیث شریف میں ہے کہ اللہ پاک اعلان فرمائیں گے قیامت کے روز جمع ہونے والے آج جان لیں گے کہ اہل کرم کون ہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا مساجد میں ذکر کی مجالس قائم کرنے والے (شعب الایمان رص:۴۰۱رج:۱)۔

اس روایت کو حضرت ابوسعید خدریؓ نے نبی پاک ﷺ سے نقل کیا ہے اور وہ مسجد تمام مسجدوں سے افضل ہے جہاں خداوندقدوس کا ذکر سب سے زیادہ ہوتا ہے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی مسجد بہتر ہے ارشاد فرمایا جس میں سب سے زیادہ اللہ کا ذکر ہوتا ہے، پوچھا کہ کس شخص کا جنازہ بہتر ہے فرمایا جو شخص اللہ کو زیادہ یاد کرنے والا ہوتا ہے (شعب الایمان رص:۴۰۸رج:۱)۔

آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذکراللہ سے روکنا نماز سے روکنا، جماعت سے روکنا یہ سب مسجدوں کی تخریب کاری کی صورتیں ہیں ایسے لوگوں کیلئے دنیا کے اندر بھی رسوائی اور ذلت وتباہی وبربادی ہے اور آخرت میں **عذاب الیم** ہے، اب ہندوستان میں ظالم وجابر حکومت بے جے پی اور اس کے غنڈے آر ایس ایس کے لوگ

جو بابری مسجد کوشہید کر کےاس پررام مندر بنانے کی تیاری میں ہیں اور بنارہے ہیں جو مسجد ایک دور تک بابری مسجد کے نام سے معروف تھی ظالم لوگوں نے قانون کا غلط استعمال کر کے یہ سب کام طاقت کے بل بوتے پرشروع کر دیا ہے،خدااپنے وعدہ کے مطابق ان کو دنیا وآخرت میں گرفتار عذاب کریں گے اب دوسری اور مساجد قدیمہ کو مندر ثابت کرنے پراوران پر ناجائز طور پر قبضہ کرنے کے لئے پرتول رہے ہیں اور ہزاروں مساجد ان کے نشانہ پر ہیں اللہ محفوظ رکھے ان مساجد کواور اہل ایمان کواپنی مساجد کی حفاظت کا ایک بہت بڑا طریقہ ان کونماز،تلاوت،ذکراللہ،اعتکاف،تعلیم وتبلیغ،وعظ ونصیحت کے حلقے قائم کر کےآباد کرنے کا ہے جتنا جلدی جلدی مسجدوں میں ہم جائیں گے اوران شعائر اللہ سے وابستہ ہوں گے اسی قدر یہ آباد ہوں گی،ہماری کوتاہیوں نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں اللہ ہمیں معاف فرمائیں۔

بات یہ چل رہی تھی کہ مسجدوں کوآباد وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اللہ پاک پر ایمان لاتے ہیں اور قیامت کے دن پراورنماز قائم کریں،اس کے بعد فرمایا کہ زکوٰۃ بھی دیں،نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا تذکرہ قرآن کریم میں بکثرت فرمایا جاتا ہےاس لئے کہ نماز اورزکوٰۃ ایک دوسرے کے بغیر قبول نہیں ہوتی ہیں مساجد کی آبادی کا عمل اسی شخص سے ہوگا جو دونوں عبادتوں کوجمع کرے گا،نماز بھی پڑھے گا اورزکوٰۃ بھی دے گا اور دوسرے دین کے کاموں میں سوائے حق تعالیٰ کے کسی اور سے نہیں ڈرے گا وہی شخص اللہ پاک کےامرونہی پرعمل کرے گااوراس بارے میں کسی ملامت کرنے والے

کے ملامت کی پرواہ نہ کرے گا اور کسی ظالم کے ظلم سے خوف نہ کھائے گا اس میں جہاد وقتال کے وقت نہ ڈرنا بھی داخل ہے اور فطری خوف، تاریکی اور کسی درندہ وغیرہ وغیرہ کا اس سلسلہ میں ہونا اس میں شامل نہیں ہے وہ اور بات ہے کیونکہ یہ انسان کے قصد وارادہ کے تحت نہیں ہوتا بخلاف اس کے جو خوف اللہ پاک کا ہوتا ہے وہ اللہ پاک کی عظمت وجلال کے تصور سے ہوتا ہے یہاں آیت میں وہ مراد ہے ایسے لوگ ایمان اور صرف خشیت الٰہی رکھنے والے ہدایت یافتہ لوگ ہیں اور اپنے مقام عالیہ جنتوں تک پہنچنے والے ہیں اور یہ توقع اور امید کے طور پر ہے کہ ممکن ہے کہ ایسا ہو جب ان کا یہ حال ہے تو دوسرے کفار ومشرکین کا جنت تک پہنچنے کا سوال نہیں ہوتا اور ان کو یہ دعویٰ کرنا کہ وہ ایسے ایسے ہیں بالکل غلط ہے۔

پھر مسجدوں کی تعمیر باطنی جب ہوگی تعمیر ظاہری کی جائے چنانچہ اس کی فضیلت کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من بنی لله مسجدا بنی الله مثله بيته في الجنة (ترمذی شریف ص:۳۷، ج:۱)۔	رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں اسی کے مثل گھر بنائیں گے۔

اور فرمایا جن اعمال کا ثواب مرنے کے بعد جاری رہتا ہے اور وہ بنانے والے کیلئے صدقات جاریہ ثابت ہوتے ہیں ان اعمال میں علم کی اشاعت نہروں کا جاری کرنا، کنواں کھدوانا، پھل دار درخت بطور صدقہ لگانا، مسجد بنانا، قرآن دینا، نیک صالح

اولاد چھوڑ جانا جو اس کے لئے استغفار کرے وغیرہ ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ چھ چیزیں مروت میں داخل ہیں تین کا تعلق سفر سے ہے اور تین کا حضر سے، حضر سے جن کا تعلق ہے (۱) تلاوت قرآن کرنا، مسجد بنوانا، اللہ کیلئے دوست بنانا اور جن کا تعلق سفر سے ہے: خرچ کرنا، اچھے اخلاق سے ساتھیوں کے ساتھ پیش آنا اور مناسب مذاق کرنا ساتھیوں کے ساتھ جس میں معصیت رب نہ ہو۔

مساجد کی تعمیر بھی انبیاءؑ کا عمل مبارک ہے قرآن کی دوسری آیت میں ارشاد باری عزاسمہ ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ	اس وقت کو یاد کرو جب خانہ
الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ	کعبہ کی بنیادوں کو اٹھا رہے حضرت ابراہیم
وَاِسْمَاعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ	واسماعیلؑ اور دعا کرتے جاتے تھے کہ اے
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ	اللہ ہمارے اس عمل کو قبول فرمایا بیشک آپ
الْعَلِيْمُ○ (سورۂ بقرہ آیت: ۱۲۷)۔	سننے والے اور جاننے والے ہیں۔

اس آیت میں صاف طور پر تذکرہ ہے کہ حضرت ابراہیم واسماعیلؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کی اور پورے اخلاص کے ساتھ یہ کام انجام دیا اللہ پاک نے ان حضرات کو ہی کیوں منتخب کیا (روح البیان رص: ۲۲۶ رج: ۲۳)۔

جو مضمون ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ر چونکہ توحید فی الذات والصفات میں کمال تام رکھتے تھے اور اس باب میں فرد فرید تھے اللہ پاک کی رحمتیں وبرکتیں یوں تو تمام ہی انبیاءؑ ورسولوں پر ہوئیں ہیں مگر خاص طور پر حضرت ابراہیمؑ کو

اللہ پاک نے تمام ہی انبیاءؑ ومرسلین کے درمیان کمال توحید یعنی توحید کے ایک خاص مقام پر فائز کیا تھا جس کی وجہ سے ان کے سینہ کے اندر عشق الٰہی کا دریا ہر وقت سمندروں کی طرح موجیں مارتا تھا اوران کے دل میں توحید کا بحر بیکراں لہریں مارتا تھا جس کاظہور ہر موقع پر ہوتا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی وجہ انتخاب تعمیر کعبۃ اللہ کیلئے

اسی عشق الٰہی کی برکت دیکھئے کہ ان کیلئے آگ جوخطرناک انداز میں ان کیلئے جلائی گئی تھی کہ اوپر سے پرندہ بھی نہیں گذر سکتا تھا اگر گذر جاتا تو جل کر راکھ ہو جاتا تھا اور بہت بڑے میدان میں آگ جلائی گئی تھی کہ سرکاری آگ تھی اوراس وقت سرکاری اعوان اور شیطان سب اس منظر کو دیکھ رہے تھے خودمغرور ومتکبر ظالم وجابر بادشاہ وہاں موجود تھا اس آگ کا کیا عالم ہوگا، اب بھی شیطانی سرکار میں بڑے منظّم طور پر ابراہیمؑ کی روحانی اولاد کو جلانے کا ناپاک عمل اختیار کئے ہوئے ہے اسی سال دہلی میں سرکاری طور پر منظّم ہو کر غنڈوں نے مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگائی ہے اور پھر گرفتاری بھی انہیں کی کی جارہی ہے وہ ہی مظلوم اور وہی گرفتار بھی کیسے احمقوں نااہل کافروں کے ہاتھ میں حکومت ہے ایسا ہی نااہل نمرود تھا جس نے اللہ پاک کے محبوب اور خلیل حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا مگر حضرت ابراہیمؑ کے عشق الٰہی نے اس آگ کو منجانب اللہ تعالیٰ نے گلزار بنادیا اور وہ آگ ان کیلئے بردوسلام ٹھنڈی سلامتی والی بن گئی اور اللہ پاک کا لاڈلا دوست خیریت سے زندہ سلامت باہر نکل آیا، سچ کہا کسی شاعر نے ؎

آتش نمرود میں کود پڑا عشق　　　　اور عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

جب ان کو آگ میں ڈالا گیا اور حضرت جبرئیلؑ ان کی مدد کیلئے تشریف لائے تو انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ جو میرا رب ہے وہ میرے حال سے خوب واقف ہے اور میرے سوال کرنے سے بھی مستغنی ہے بس میرے لئے وہی کافی ہے **حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر ۔**

حضرت ابراہیمؑ نے آگ میں کیسا مزہ لیا

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ o قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ oوَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ o (سورۃ انبیاء آیت:۶۸)۔

وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کا بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے، ہم نے حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں، اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہا تھا سو ہم نے انہیں لوگوں کو ناکام کر دیا۔

محمد بن اسحاقؒ نے فرمایا نمرود ظالم کے لوگ ایک مدت تک حضرت ابراہیمؑ کو جلانے کی تیاری میں ایک ماہ تک ایندھن جمع کرتے رہے اور اس کے شعلے ہر طرف بھڑک اٹھے پرندہ بھی گذرتا تو جل جاتا سات دن تک مسلسل یہ آگ جلائی گئی (بغوی رص:۲۵۰ رج:۴)۔

اس میں یہ لکھا ہے کہ اب یہ مرحلہ آیا کہ کیسے حضرت ابراہیمؑ کو اس میں ڈالیں

شیطان ابلیس ظاہر ہوا اور اس نے لوگوں کو منجنیق بنانا سکھایا اس منجنیق میں ان کو باندھ کر جوڑ کر بٹھایا گیا پھر ایک عمارت کے اوپر سے ان کو ڈالا گیا آگ میں، اتنی خطرناک طور پر جلائی گئی تھی کہ اس میں ڈالنا بھی ایک بہت بھاری کام بن گیا تھا ان ظالموں نے اس تدبیر سے سیدنا ابوالانبیاء خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا یہ خوفناک منظر دیکھ کر آسمان زمین چیخ پڑے اور تمام فرشتے اور ساری مخلوق سوائے انسان اور جن کے اور عرض کیا اے رب آپ کے پیارے دوست ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا جا رہا ہے جبکہ روئے زمین پر ان کے علاوہ آپ کی عبادت کرنے والا دوسرا کوئی نہیں ہے ہمیں ان کی نصرت کرنے دیجئے، اللہ رب العزت والجلال نے فرمایا کہ ابراہیم میرا پیارا دوست ہے جس کا دوست میرے سوائے کوئی اور نہیں ہے اور میں اس کا معبود ہوں دوسرا کوئی اس کا معبود نہیں ہے، حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب ان کو آگ میں ڈالے جانے لگا تو یہ دعا پڑھی **لا الٰــہ الا انت سبحانک رب العلمین لک الحمد ولک الملک لا شریک لک** پھر منجنیق میں رکھ کر ان کو ڈالدیا گیا جبرئیلؑ آئے ان کو انہوں نے واپس کر دیا، کعبِ احبار نے فرمایا ہر شئے ان کی آگ بجھا رہی تھی سوائے گرگٹ کے کہ وہ پھونک مار رہا تھا اسی لئے اس کے قتل کا شریعت میں حکم آیا ہے۔

الغرض اللہ پاک نے فرمایا کہ اے آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر سلاما نہ فرماتے تو ٹھنڈک کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ مر جاتے یہ حکم اس آگ کو کیا ہوا دنیا کی ہر آگ ہی آج بجھ گئی اور کسی آگ نے اس دن

کام نہیں کیا اور اگر اللہ پاک علی ابراہیم نہ فرماتے تو تمام آ گیں ہی ہمیشہ کے لئے ٹھنڈی ہوجاتی ،فرشتے آئے اور ابراہیم کا بازو پکڑ کر ایک باغ میں بٹھا دیا جہاں پانی کا چشمہ لال وسفید پھول تھے،بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ آگ میں سات دن رہے اور خود فرماتے تھے کہ اتنا مزہ زندگی میں کبھی نہ آیا جتنا لطف اور مزہ آگ کے اندر آیا وہ زندگی کے بہترین دن تھے،اللہ پاک نے جنت کی قمیص بھیجی اور ایک فرشتہ جوانسیت کیلئے ان سے کلام کرتا تھا جب حضرت جبرئیلؑ قمیص وغیرہ لائے تو کہہ رہے تھے اے ابراہیم اللہ پاک فرماتے ہیں کہ آگ میرے دوستوں کونہیں جلاتی ہے۔

نمرود نا کام و ہلاک ہوا

جب نمرود یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ ابراہیمؑ کے برابر میں کوئی بیٹھا باتیں کر رہا ہے اور وہ باغ کے اندر ہیں اور آس پاس آگ لکڑیوں کو جلا رہی ہے یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ اے ابراہیم تیرا خدا بڑی قدرت والا ہے یہ سب کیا دیکھ رہا ہوں جس میں تو بیٹھا ہوا ہے کیا تو نکل سکتا ہے فرمایا بالکل نکل سکتا ہوں کہا تو اگر آگ میں رہے تو تجھے کچھ خوف ہے فرمایا کچھ بھی نہیں کہنے لگا یہ تیرے برابر میں کون تھا جس کو میں نے تجھ سے باتیں کرتے دیکھا فرمایا یہ فرشتہ تھا۔

یہ سب قدرت وعزت جو میں نے دیکھی ہے

نمرود نے کہا کہ میں تیرے رب کی خدمت میں کچھ قربانیوں کا ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہوں،فرمایا اسی دین (کفروشرک) پر رہتے ہوئے اگر تم قربانیاں پیش کروگے تو قبول

نہ ہوں گی جب تک توحید باری اور عبادت حق تعالیٰ کا راستہ اختیار نہ کرو، کہنے لگا کہ میں اپنی ملت ومذہب اور حکومت واقتدار کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں چاہے کچھ بھی ہو جائے ہاں لیکن یہ جانور اس کی خاطر قربان ضرور کروں گا، چنانچہ اس نے قربانیاں کیں پھر حضرت ابراہیمؑ کو تکلیف دینے سے باز رہا، اللہ پاک نے اس کو باز رکھا جس وقت حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تھے اس وقت کل عمر مبارک ۱۶/سال تھی اتنی قلیل عمر بالکل نوجوان اور اتنا بڑا امتحان دیا جس میں وہ کامیاب ہوئے، ہمارے نوجوانوں کیلئے کس قدر عبرت وبصیرت کی داستان ہے اور صبر واستقامت کا درس ہے اور پاکیزہ نمونہ ہے، اللہ پاک نے ان ظالم خبیثوں کو کیسے ہلاک کیا اللہ پاک نے فرمایا **وارادو به كيدا الخ** اللہ پاک نے نمرود پر اور اس کی فوج پر مچھروں کی فوج اتاردی جس نے ان ظالموں کا خون پی لیا اور گوشت کھالیا اور انہیں میں سے ایک مچھر اس ظالم شیطان کے دماغ میں گھس گیا اور اس کو ہلاک کردیا اور ساری خدائی کا خمار نکالدیا، یہ سب تفصیل امام بغویؒ نے بیان کی ہے (بغوی/ص:۲۵۰/ج:۳)۔

حضرت ابراہیمؑ کا شرک سے روکنا

یہ سب امتحان وابتلا اس وجہ سے پیش آیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو شرک سے روکا تھا اور توحید وایمان کی دعوت دی تھی اس سے قبل والی آیات میں اس کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے بت پرستی کو روکا اور بتوں کو توڑا اور ان کو دلائل حسیہ سے لاجواب کیا اور بتادیا کہ یہ بت بے کار ہیں نہ بول سکتے ہیں نہ تم کو کچھ نفع اور نقصان پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، افسوس تم پر تم بے حقیقت چیزوں کو اللہ پاک وحدہ قادر خالق سموات والارض کو چھوڑ کر پوجتے ہو اور اتنی موٹی بات کو نہیں سمجھتے ہو کہ ایسی اشیاء جن کو نہ بولنے کی قوت

وطاقت ہے اور نہ نفع ونقصان کی قدرت ہے ان کی عبادت سے تم کو کیا نفع ہوگا اور عبادت نہ کرنے سے کیا نقصان ہوگا اتنی بات تو ہر عاقل سمجھ لیتا ہے جو تھوڑی بھی عقل کا صحیح استعمال کرے، یہ سب عشق الٰہی کا کمال تھا اور ایمان وتوحید کی عظیم ترین برکات تھیں جو اس موقع پر ظاہر ہوئیں، توحید کے باب میں وہ قطب مدار تھے اسی لئے بیت اللہ شریف کی تعمیر کا عظیم عمل ان کے ہاتھوں ظاہر ہوا اور توحید کا مرکز اعظم اللہ پاک نے ان سے بنوایا ؎

کعبۂ را ہر دم تجلی می فروز　　　　این چہ از اخلاص ابراہیم بود

کعبۃ اللہ جو ہر دم تجلیات الٰہیہ برساتا ہے یہ سب ابراہیمؑ کے اخلاص کی برکات ہیں۔

کعبۃ اللہ کی عظمت اور فضیلت

روئے زمین پر سب سے مقدس وہ جگہ ہے جہاں اللہ پاک کا وہ گھر ہے جو سب سے پہلے بنایا گیا، جو تمام عالم کا مرجع ومثابہ ہے اور روح کی تسکین کا مرکز ہے، تجلیات ربانیہ کا منبع اور سرچشمہ ہے اور جہاں سے سارے عالم کے لئے ہدایت، ایمان وتوحید، رسالت واعمال صالحہ کے ابواب مفتوح ہوئے، جو مہبط وحی ہے اور نزول قرآن کا اولین مقام ہے، جس مقام کو ایسی شرافت حاصل ہے جو کسی مقام کے حصہ میں نہیں آسکتی ہے، چونکہ وہ اس پاک ذات کا مدار ہے جو تمام نوع بنی آدم میں سب سے اشرف وافضل اعلی وبہتر ہیں، صلی اللہ علیہ **الف الف مرۃ بکل ذرۃ**، ویسے بھی وہ مقام جملہ عالم کا سینٹر اور وسط ہے اور نقطۂ اولین ہے، جہاں سے زمین کا پھیلاؤ ہوا، ارشاد باری عزاسمہ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (ال عمران آیت:۹۶)۔

تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہّ میں ہے، برکت والا اور نیک راہ ہے جہاں کے لوگوں کیلئے، اس میں نشانیاں ظاہر ہیں، کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی، اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا، اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر، حج کرنا اس گھر کا، جو کوئی پاوے اس تک راہ، اور جو کوئی منکر ہوا، تو اللہ پرواہ نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی (معارف القرآن ادریسی)۔

ان آیات مبارکہ میں یہود کے ایک شبہ کے جواب میں بیت اللہ شریف کے فضائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، شبہ یہ تھا کہ بیت المقدس خانہ کعبہ سے افضل ہے وہ قبلہ رہا ہے سابق انبیاء کا لہذا اس کو قبلہ بنانا چاہئے، جواب: میں فرمایا کہ سب سے اول گھر جو خدا تعالیٰ کی عبادت کیلئے بنایا گیا وہ بیت اللہ ہے نہ بیت المقدس اور وہ سب انبیاء کا قبلہ رہا ہے، بالخصوص حضرت ابراہیمؑ کا قبلہ وہی رہا ہے، جو جدامجد تھے تمام یہود اور عربوں کے، انہی سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان سے اپنے آپ کو قریب کہتے ہیں، بلکہ یہود کا دعویٰ تو یہ تھا کہ وہ یہود میں سے ہیں، اللہ پاک نے ایک جگہ فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ یہودیت کا آغاز ان کے بعد ہوا اور وہ پہلے کے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا	نہ تھا ابراہیم یہودی اور
وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا	نہ نصرانی اور لیکن تھا ایک طرف کا
مُّسْلِمًاؕ وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ○	حکم بردار، اور نہ تھا شرک والا
(سورۂ آل عمران آیت:٦٧)۔	(معارف القرآن ادریسی)۔

اور حضرت ابراہیمؑ انبیاءؑ کے جدا کبر ہیں، جن کے آثار پائے جاتے ہیں نہ کہ اور انبیاءؑ کے اور اس میں آیات بینات ہیں۔

غرض یہ منجملہ آیات کے مقام ابراہیم بھی ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی اور ان کے ساتھ ان کے جلیل القدر فرزند ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ جیسے صادق الوعد، صابر، عابد، زاہد اللہ کے نبی بھی تھے، تو یہ دراصل دونوں کی محنتوں کا خلاصہ ہے اور اس میں حجر اسود بھی موجود ہے جو جنت کا پتھر ہے، وہ خود یمین اللہ فی الارض ہے، زمین میں اللہ پاک کا ہاتھ ہے جس نے اس کو بوسہ دیا اس نے اللہ کے دست مبارک کو بوسہ دیا (رواہ الخطیب ابن عساکر) الفاظ یہ ہیں: **الحجر یمین الله فی الارض یصافح بها عباده** (خطیب مجموعہ رسائل ملا علی قاریؒ ص:٣٨)۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حجر اسود اللہ کا ہاتھ ہے جس نے اس کو مس کیا اس نے اللہ پاک سے بیعت کی (رواہ الدیلمی) اور خود اس میں انسانوں کے گناہوں کو چوسنے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے، چنانچہ روایات میں یہ مضمون بالصراحت وارد ہوا ہے، جو حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ حجر اسود جنت سے آیا ہے اور یہ برف سے

زیادہ سفید تھا، اہلِ شرک کی خطاؤں نے اس کو سیاہ کر دیا (یعنی جن مشرکوں نے اس کو مَس کیا کہ دورِ جاہلیت میں وہ بھی مَس کیا کرتے تھے (رواہ ابن عدی)۔

اور دوسری جگہ یہ ارشاد اس طرح منقول ہے کہ بنی آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا (ترمذی شریف) اور ایک جگہ یہ بھی ہے کہ حجر اسود جنت کے یاقوت میں سے ہے جو نہایت سفید تھا مشرکین کی غلطیوں نے اس کو سیاہ کر دیا، اور قیامت میں یہ ہر شخص کیلئے گواہ بنے گا جس نے اس کا استیلام کیا ہے اور بوسہ دیا ہے، ایک جگہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پتھر قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھتا ہوگا اور زبان ہوگی جس سے یہ گواہی دے گا، ہر اس شخص کے حق میں جس نے صحیح اس کا استیلام کیا ہوگا (رواہ ابن ماجہ)۔

حضرت اقدس ملا علی قاری قدس سرہ نے فرمایا ان روایات کو دیکھ کر بعض علماء نے کتنا عمدہ فرمایا کہ جب پتھر گناہوں سے متاثر ہوسکتا ہے تو دل کیسے متاثر نہ ہوگا، اس کو تأثر تو ضرور ہوگا، بیت اللہ کی تعمیر کیلئے جب اللہ پاک نے حضرت ابراہیمؑ کے پاس وحی بھیجی تو حکم ہوا کہ میرے لئے یعنی میری عبادت کیلئے ایک مکان بناؤ تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اس میں مشغول ہوگئے، ہر دن ایک دیوار بناتے تھے جب گرمی زیادہ محسوس ہوتی تو پہاڑ کے سایہ میں چلے جاتے، جب حجر اسود کی جگہ آئی تو حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے اسماعیل سے کہا کہ پتھر لاؤ جو لوگوں کیلئے علامت کا کام دے، تو یہ سن کر وہ پتھر لانے تشریف لے گئے، ایک پتھر لائے حضرت ابراہیمؑ نے اس کو چھوٹا سمجھ کر

پھینک دیا اور دوسرا طلب فرمایا، حضرت اسماعیلؑ گئے ادھر جبرئیل امین جنت سے پتھر لیکر نازل ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اس ذاتِ باری نے پتھر بھیجد یا تمہارے پتھر کی ضرورت نہیں رہی اور اس کو رکھدیا، لوگ اس کا طواف کرتے رہے اور نمازیں پڑھتے رہے یہاں تک کہ ایک وقت گذر گیا اور ایک دور وہ آیا کہ بیت اللہ منہدم ہو گیا پھر اس کو تعمیر کیا پھر وہ لوگ طواف وغیرہ عبادت کرتے رہے یہاں تک کہ قریش نے تعمیر کیا، جب حجر اسود کی باری آئی تو نزاع ہو گیا اس کو کون رکھے یہ طے ہوا جو اس باب سے پہلے آئے گا وہ رکھے گا اللہ پاک نے یہ سعادت اپنے پیغمبر علیہ السلام کے حصہ میں رکھی تھی آپ نے کپڑا پھیلایا اور اس میں حجر اسود رکھا، درمیان میں اور سب قریش کو کہا کہ اس کو اٹھاؤ، ہر قبیلہ کے لوگوں نے اٹھایا گویا سب کو یہ سعادت حاصل ہوئی اور خود آپ نے اس کو رکھدیا **صلی اللہ علیہ وسلم الف الف مرۃ بقدر کل ذرۃٍ** یہ نہایت عمدہ فیصلہ تھا جس پر سب راضی ہو گئے اور مطمئن ہو گئے۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اس کا بوسہ لیا اور روتے رہے اور پھر فاروق اعظمؓ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس جگہ آنسو بہائے جاتے ہیں۔

قاضی عیاضؒ نے فرمایا ایک حدیث میں ہے جو اس جگہ دعا کرتا ہے حجر اسود کے پاس اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور ایک جگہ ارشاد ہے حضرت عبداللہ ابن عمروؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یواقیت میں سے ہیں، اگر اللہ پاک ان کے نور کو نہ مٹاتے تو مشرق اور مغرب کے درمیان کا حصہ روشن

ہو جاتا (رواہ احمد والترمذی، مجموعہ رسائل ملا علی قاریؒ)۔

ایک بار حضرت عمرؓ حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اے حجر اسود! تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع دیتا ہے اور نہ نقصان، اگر میں رسول اللہ ﷺ کو بوسہ لیتے نہ دیکھتا تو تجھ کو بوسہ نہ دیتا، پھر بہت روئے اچانک جو متوجہ ہوئے تو پیچھے حضرت علیؓ کھڑے تھے، فرمایا اے علی! یہاں آنسو بہائے جاتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا امیر المؤمنین! آپ نے یہ فرمایا کہ یہ پتھر نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان یہ کیسی بات ہے؟ اللہ پاک نے جب بندوں سے عہد دیا تھا تو اس کا ایک مضمون تھا جو بطور امانت حجر اسود میں رکھدیا اس کو اللہ پاک کی کتاب اور خط بھی کہہ سکتے ہیں، اب جو مسلمان اس عہد کو پورا کرتا ہے یہ اس پر گواہی دیتا ہے اور کفار پر انکار کی گواہی دیتا ہے، یعنی ماننے والوں پر ماننے کی اور نہ ماننے والوں پر نہ ماننے کی، اسی وجہ سے لوگ کہتے ہیں اس کے آس پاس **اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعھدک** (رواہ الغزالی مجموعہ رسائل)۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت مقدسہ میں کعبۃ اللہ کے فضائل پر ایک جامع خلاصہ موجود ہے، اول تو یہ جملہ انبیاءؑ کا روحانی مرکز ہے حضرت آدمؑ نے اس کو بنایا ان سے قبل فرشتوں نے بنایا پھر حضرت شیثؑ حضرت ادریسؑ اور حضرت نوحؑ کا قبلہ عبادت یہی رہا ہے پھر ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی طرف نسبت ہے جو متفق علیہ سب کے ہیں (۲) یہ خیرات وبرکات کا منبع ہے انوار الٰہیہ برکات صمدیہ کا مخزن ہے اور ظاہری برکات، ثمار واشیاء سب یہاں برکت کے ساتھ آتی ہیں، ارشاد باری ہے **یجبیٰ الیه ثمرات کل شی رزقا من لد نا** (۳) اس

میں نماز وعبادت کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے، جماعت کے ساتھ ستائیس لاکھ کا ثواب ہے، کیونکہ جماعت کا اجر انفرادی نماز سے ستائیس گنا ہے (۴) هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی تمام جہانوں کیلئے باعث ہدایت ہے توحید کا مرکز اعظم ہے، نمازوں میں سب کا رخ ادھر ہی ہوتا ہے، جملہ مساجد میں جملہ عبادات میں لوگ ادھر ہی رخ کرتے ہیں (۵) اس میں مقام ابراہیمؑ ہے (۶) حجر اسود ہے جس کے فضائل کثیر وارد ہوئے ہیں (۷) جو شخص حدودِ حرم میں داخل ہوجاتا ہے وہ دنیا میں قتل سے اور آخرت میں عذاب سے مامون ہوجاتا ہے، بشرطیکہ اندر کوئی جرم نہ کرے (۸) اس کا حج فرض ہے یہ بھی اس گھر کی شرافت پر دلیل ہے اور ابتدا ہی سے اس کا حج فرض ہے نہ کہ بیت المقدس کا یہ سب فضائل ہیں (تفسیر معارف القرآن ادریسی رص:۱۱رج:۲ر باختصار)۔

کفار کا فخر

سابق آیات میں جہاں سے گفتگو شروع کی گئی تھی یہ مضمون بیان کیا جارہا تھا کہ کفار اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہم حاجی حضرات کو پانی پلاتے ہیں اور مسجد حرام کی تعمیر کرتے ہیں اس کی مرمت وخدمت کعبہ کی روشنی وغیرہ کا جملہ انتظام ہم کرتے ہیں اگر مسلمان اپنے جہاد وہجرت ایمان وتوحید اور دیگر اعمال پر فخر کرتے ہیں تو ہمارے پاس عبادات کا ذخیرہ کیا کچھ کم ہے، ایک زمانہ میں حضرت ابن عباسؓ نے بھی حضرت علیؓ سے اس قسم کی بحث کی تھی اور خود صحابہ کرامؓ میں یہ بحثیں ہوتی تھیں کہ سب سے اونچا عمل کیا ہے؟ کوئی کہتا تھا کہ حاجیوں کو پانی پلانا ہے کوئی کہتا کہ مسجد حرام بیت اللہ شریف کی خدمت، کوئی

کہتا کہ جہاد تمام عبادات واعمال سے افضل ہے، ایک بار ایسی گفتگو اور بحث چل رہی تھی کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے فرمایا کہ صبر کرو کہ تم ان باتوں کو رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرلو آپ ﷺ سے معلوم کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ سب سارے اچھے ہیں مگر ایمان باللہ ایمان بالیوم الآخر اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ تمام اعمال کی روح ایمان ہے اگر یہ سب اعمال ایمان وتوحید کے ساتھ ہوں گے جیسے اس زمانہ میں ایمان والے توحید کے مت والے ان اعمال کو انجام دیتے ہیں تو بہت زیادہ فضیلت کے اعمال ہیں اور بہت بڑی خدمت ہے مساجد کی خدمت مدارس کی خدمت ان کی آبادکاری خانقاہوں میں ذکر واذکار عبادات ومجاہدات کا عمل اور ان مقامات مقدسہ کا قیام وبقاء نہایت بڑا عمل ہے، اگر بغیر ایمان وتوحید کے خدمت ہو تو ظاہری عمل وخدمت ہے اصل ایمان وتوحید ہے اس کے ساتھ اعمال کی قیمت ہے قبولیت ہے ورنہ آخرت کے اعتبار سے لاحاصل ہیں اور ان پر کوئی اجر وثواب آخرت میں نہ ہوگا، اگر دنیا میں کچھ اجر وبدلہ مل جائے گا۔

آگے باری تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے ہجرت کی اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ وہ لوگ اللہ پاک کے نزدیک بڑے درجہ والے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

معلوم ہوا کہ اصل ایمان ہے فضیلت جملہ کاموں کی اس کی وجہ سے ہے چاہے وہ ہجرت کا عمل ہو، حاجیوں کو پانی پلانا ہو یا مساجد کی تعمیر ہو بشارت کا اصل مدار یہی ہے، اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ	ان کا رب ان کو بشارت دیتا
بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ	ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی
وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ	رضامندی اور ایسے باغوں کی کہ ان کیلئے
مُّقِيْمٌo خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا	ان میں دائمی نعمت ہوگی، ان میں یہ ہمیشہ
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ	ہمیشہ کو رہیں گے، بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا
عَظِيْمٌo (سورۂ توبہ آیت:۲۱)۔	اجر ہے (بیان القرآن)۔

اللہ پاک کی پسندیدہ صفات والے حضرات

باری تعالیٰ عز اسمہ نے ایک اور جگہ صفات ایمان پر روشنی ڈالی ہے، فرمایا ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ	بیشک اسلام کے کام کرنے والے
وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ	مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں
وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ	اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی
وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ	عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور
وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ	فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے
وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ	والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے
وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ	والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع
وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰٓئِمِيْنَ	کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں
وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ	اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ	والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ
وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ	رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت
كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ	کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی
لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا	عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد
عَظِيْمًا (سورۂ احزاب آیت:۳۵)۔	اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کیلئے اللہ
	تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

فوائد: ۱) اللہ پاک نے اس سے قبل ازواج مطہرات کے سلسلہ میں فضائل واحکام بیان فرمائے ان کو سن کر عام ایمان والی عورتیں بولیں کہ یہ سب تو نبی پاک ﷺ کی ازواج واہل خانہ کے سلسلہ میں فرمایا گیا ہے ہمارے لئے کیا نازل ہوا، اگر ہمارے اندر بھی کوئی خیر کی بات ہوتی تو ہماری بھی کچھ فضیلت نازل ہوتی، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، مطلب یہ ہے کہ جن کے اندر بھی یہ اوصاف متحقق ہوں گے مرد ہوں یا عورتیں سب اس فضیلت میں داخل ہوں گے (روح البیان ص:۱۷۵ ج:۷)۔

امام بغویؒ نے ص:۵۲۹ ج:۳ پر ان عورتوں کے نام بھی ذکر فرمائے ہیں۔

(۲) تاویلات نجمیہ میں ہے مسلم سے مراد وہ شخص جو احکامات الٰہیہ کو تسلیم کرنے اور ماننے والا ہو اور برضاء ورغبت اپنے آپ کو مجاہدہ کیلئے تیار رکھنے والا ہو اور مخالفت نفس اور مخالفت خواہشات نفسانی کیلئے تیار رہنے والا ہو، اور حدیث پاک میں مسلم اس شخص کو کہا گیا ہے جس سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اس کی زبان سے اس

کے ہاتھ سے یعنی دوسروں کو تکلیف نہ دینے والا ہو اور مؤمنین ومؤمنات دونوں قسم کے یعنی مرد وعورت میں سے یہ لوگ ہیں جو ان چیزوں کی تصدیق کرنے والے ہوں جن کی تصدیق شرعاً ضروری ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن وہ شخص ہے جس سے دوسرے لوگ پُر امن ہوں نہ ان کو اس سے اپنی جانوں کا کوئی خوف ہو نہ مالوں کا، تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جس شخص کے قلب کو اللہ پاک نے پہلے عقل کے ساتھ زندہ کیا پھر علم سے مزین کیا پھر ایک خاص فہم وفراست عطا فرمائی پھر اپنا خاص نور عنایت فرمایا پھر توحید کا ایک خاص ذوق دیا پھر معرفت سے نوازا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ پاک نے ایک خاص حیات عطا کی ہے اور ایسے شخص کو قلبی زندگی دی ہے اللہ ہمیں بھی ایسی زندگی عطا فرمائے آمین۔

ان آیات میں اسلام اور ایمان کو الگ الگ بیان فرمایا گیا ہے، علماء نے فرمایا کہ ایمان اندر قلب کے ساتھ ماننے کا نام ہے جس کو انقیاد باطنی سے تعبیر کرتے ہیں اور اسلام ظاہری طور پر اعضاء وجوارح سے حق تعالیٰ شانہ کی اطاعت کرنا ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ دونوں کا مفہوم ایسا مشترک ہے کہ ایک کا اطلاق دوسرے پر ہوتا ہے، لہذا کسی پر ایسا فیصلہ کیا جانا کہ یہ مسلم ہے مومن نہیں ہے یا مومن ہے مسلم نہیں ہے درست نہیں ہے دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ دونوں کے مفہوم کو یہ حضرات بالکل متحد مانتے ہیں اس لئے کہ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ

ایمان قلب سے تصدیق کرنا ہے ان تمام چیزوں کی جو رسول اللہ ﷺ لیکر تشریف لائے ہیں اور امر ونواہی اور وعدے وعید سے متعلق اور اسلام ارکان واعمال کی ادائیگی کا نام ہے اور جو شخص ان چیزوں کو قبول نہ کرے وہ کافر ہے مسلمان نہیں ہے۔

اور قانتین وقانتات یعنی وہ حضرات جو طاعات ربانیہ کی مداومت کے ساتھ تعمیل کرنے والے ہیں اور ان پر قائم ہیں، بعض علماء نے فرمایا کہ قنوت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا وجود اطاعت باری میں اور عبادت میں مستغرق ومحو کردے، ایسے لوگ سچے ہیں مرد وعورتوں میں سے ایمان میں سچے ہیں عمل میں سچے ہیں، نیتوں اور ارادوں میں سچے ہیں اپنے معاملات میں سچے ہیں چاہے وہ معاملات بندوں کے درمیان ہوں یا رب کے درمیان اور حدود کی رعایت کرنے والے ہیں اور صدق ایک نور ہے جس سے قلب کو ہدایت ہوتی ہے اور سچے لوگ اپنے رب کے قریب ہوتے ہیں ان کا باطن سچ سے منور ہوتا ہے جس طرح جھوٹے انسانوں کا باطن جھوٹ سے خراب اور تباہ ہوتا ہے اس کے برعکس، اور صدق نجات ہے اور کذب ہلاکت میں ڈالنے والی شئے ہے۔

صابرین وصابرات وہ اہل ایمان ہیں جو طاعات اور مرضیات رب پر جمنے والے ہیں اور معاصی اور سیئات سے بچنے والے ہیں، بعض مشائخ نے فرمایا کہ خصال حمیدہ پر جمنے والے حضرات اور اخلاق ذمیمہ سے بچنے والے لوگ اور تقدیر کے فیصلوں پر راضی ہونے والے اور بلاؤں پر صبر واستقامت اختیار کرنے والے لوگ اس کا مصداق ہیں۔

اور خاشعین وخاشعات سے مراد وہ ہیں جو اپنے قلب وجوارح سے تواضع عاجزی کرنے والے ہیں اور متصدقین ومتصدقات سے مراد وہ مرد وعورت ہیں جو کہ جو کچھ ان کے مالوں میں حق واجب عائد ہوتا ہے اس کو ادا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ موقع محل کے اعتبار سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں، اللہ پاک کی رضامندی تلاش کرنے کیلئے۔

والصائمین والصائمات: یعنی روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والی عورتیں، بعض مشائخ نے فرمایا کہ روزہ کے ساتھ یہ داخل ہے کہ وہ لوگ جملہ خلاف شرع کاموں سے باز رہتے ہیں اور جو چیزیں از طریقت ممنوع ہیں ان سے بھی بچتے ہیں، یعنی اپنے قلب اور قالب کو غلط شہوات سے اور غلط معاملات سے روکتے ہیں ایسے مرد وعورتیں بہت ہی بافضیلت ہیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں یعنی حرام کاموں سے بچنے والے جو بھی ہیں مرد ہوں یا عورتیں اللہ پاک کی نظر میں پسندیدہ ہیں اور ذکر اللہ کرنے والے مرد اور ذکر اللہ کرنے والی عورتیں۔

معلوم ہوا کہ روحانیت کے معاملہ میں مرد کی طرح عورتوں کو حصہ لینا چاہئے، ذکر اللہ میں شامل ہونا اور ذکر کرنا اپنے گھروں میں پردہ کے ساتھ کس قدر اونچا عمل ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا نمازوں کے بعد ذکر اللہ کرنا اور صبح وشام کے اوقات میں اور لیٹے وقت اپنے بستروں کے اندر اور بیدار ہونے کے وقت نیند سے

اور چلتے پھرتے ، اسی طرح علم نافع میں مشغول ہونا تلاوت کرنا، دعا کرنا، یہ سب ذکراللہ میں شامل ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص رات کو تہجد کیلئے بیدار ہو اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اور دونوں نماز پڑھیں تو وہ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ میں لکھے جاتے ہیں، امام مجاہدؒ نے فرمایا جب تک کہ بندہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ پاک کو یاد نہ کرے ذَاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا کا مصداق نہیں ہوسکتا ہے۔

ان اوصاف وکمالات کے ساتھ جو حضرات متصف ہیں مرد ہوں یا عورتیں ہوں وہ اس فضیلت کی مستحق ہیں جس کو فرماتے ہیں: اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْماً کہ اللہ پاک نے ان کیلئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے جس اجر کو اللہ پاک عظیم فرمائیں وہ کتنا عظیم ہوگا جبکہ اللہ پاک نے دنیا کو قلیل فرمایا اور وہ ہماری نظر میں اس قدر بڑی ہے وہ اجر عظیم جنت ہے اور اس کی بیش قیمت نعمتیں ہیں، بعض مشائخ نے فرمایا کہ عظیم تو خود حق ہیں وہ اپنی زیارت ودیدار سے مشرف فرمائیں گے جیسا کہ گذر چکا ہے، حضرت عطاؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے معاملات اللہ پاک کے حوالہ کردے وہ بھی اللہ پاک کے ارشاد اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ میں داخل ہے اور جو اقرار کرے کہ اللہ پاک اس کے رب ہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور اس کا دل اس کی زبان کے ساتھ تصدیق کرے وہ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ میں داخل ہے اور جو شخص فرائض کی ادائیگی میں اللہ پاک کی اطاعت کرے اور سنن میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے وہ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتٰتِ میں داخل ہے۔

اور جو اپنی زبان کو کذب سے بچائے وہ اللہ پاک کے ارشاد وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰت میں داخل ہے اور جو طاعت الٰہی پر جمے اور معصیت سے بچے اور مصیبت پر صبر کرے وہ اللہ پاک کے ارشاد وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰت میں داخل ہے اور ہر شخص اس طور پر نماز پڑھے کہ دائیں کون ہے اور بائیں کون ہے نہ جانے وہ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخَاشِعَاتِ میں داخل ہے۔

اور بعض علماء نے فرمایا جو شخص ہر ہفتہ میں ایک درہم بھی خرچ کرے گا وہ بھی وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰت میں داخل ہوگا اور ہر ماہ ایام بیض کے روزے رکھے گا وہ بھی وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصَّآئِمٰت میں داخل ہوگا اور جو بھی حرام سے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھے گا وہ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ میں داخل ہو جائے گا اور پانچوں نمازیں ان کے حقوق کے ساتھ پڑھے گا وہ وَالذَّاكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل درجہ والا کون بندہ ہوگا قیامت کے دن، فرمایا والذاکرین اللّٰہ کثیرا والذاکرات، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا غازی فی سبیل اللہ بھی افضل ہوگا، ارشاد فرمایا جی ہاں اگرچہ کفار و مشرکین کے ساتھ جہاد کرتے کرتے اس کی تلوار ہی کیوں نہ ٹوٹ جائے اور وہ خود زخمی ہو جائے تب بھی ذاکرین کا مقام ان سے زیادہ بلند ہوگا۔

بکثرت ذکراللہ کرنے والے بڑھ گئے

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے راستہ میں سفر پر تھے ایک پہاڑ پر سے گذرے جس کو جمدان کہا جاتا ہے، فرمایا چلو یہ جمدان پہاڑ ہے مفرّ دون آگے بڑھ گئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مُفرِّ دون کون لوگ ہیں فرمایا کثرت سے اللہ پاک کو یاد کرنے والے حضرات، علامہ ابن الملک نے ایک نکتہ لکھا کہ جمدان پہاڑ سے گذرتے وقت یہ فرمایا اس لئے یہ پہاڑ بھی علاقہ کا منفرد پہاڑ ہے ایسے ذکراللہ کرنے والے حضرات بھی لوگوں کے سردار ہیں اور منفرد سعادتوں پر فائز ہیں، ذکراللہ کرنے والے حضرات ہی عقلمند ہیں (روح البیان ص:۱۷۷ ج:۷)۔

اللہ پاک نے فرمایا: **اولی الالباب** کے سلسلہ میں:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ	جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ
اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی	اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے
جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ	بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے
خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں اے
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا	ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی
سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ	پیدا نہیں کیا ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو
النَّارِ ۝ (سورۂ آل عمران آیت:۱۹۱)۔	عذاب دوزخ سے بچا لیجئے (بیان القرآن)۔

نوٹ ذکراللہ کی فضیلت پر بندۂ ناچیز کی دوسری تالیف ذکراللہ کی عظمت واہمیت کا مطالعہ کیا جائے۔

حمد الٰہی کی عظمت

ایمان کی فضیلت اور کفر کی شناعت وقباحت اور اس پر وعید بیان کرتے ہوئے سورۂ کہف کے آغاز ہی میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیٓ	تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے
اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ	ثابت ہیں جس نے اپنے بندہ پر یہ کتاب
وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا	نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی
لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ	بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا
لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَالْمُؤْمِنِيْنَ	تا کہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ من
الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ	جانب اللہ ہوگا ڈرائے اور ان اہلِ ایمان کو جو
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝	کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دے کہ
مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝	ان کو اچھا اجر ملے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں
وَّيُنْذِرَالَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ	گے اور تا کہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے
اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَّالَهُمْ بِهٖ مِنْ	ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے نہ تو اس کی
عِلْمٍ وَّلَالِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ	دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ
كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ	داداؤں کے پاس تھی، بڑی بھاری بات ہے
اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ (سورۂ	جو ان کے منھ سے نکلتی ہے وہ لوگ بالکل
کہف آیت: ا تا ۵)۔	جھوٹ بکتے ہیں (بیان القرآن)۔

فائدہ: الحمدللہ کے جملہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ باری تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ جملہ تعریفیں اللہ کیلئے ہی ہیں یعنی وہ ہی تمام تعریفوں کے مستحق ہیں، یا مطلب یہ ہے کہ تم کو اللہ پاک ہی کی تعریف کرنی چاہئے یا دونوں ہی احتمال ہیں کما فی الجلالین اور تعریف باری تعالیٰ قولی بھی ہوتی ہے اور فعلی بھی ہوتی ہے اور حالی بھی ہوتی ہے، قولی حمد زبان سے اللہ پاک کی تعریف کرنا ہے اور فعلی حمد عبادات بدنیہ اور خیر کے کاموں کا انجام دینا ہے لوجہ اللہ تعالیٰ اور بارگاہ یزدانی میں توجہ کرنا ہے، کیونکہ بندہ پر جیسے زبان سے حمد کرنا واجب ہے ایسے ہی اعضاء و جوارح سے بھی ضروری ہے کہ وہ ہر ہر عضو کا شکر ہے اور حالی روح وقلب کا کمالات علمیہ عملیہ اخلاق الٰہیہ حمیدہ کے ساتھ متخلق ومتصف ہونا ہے، اس لئے لوگوں کو انبیاءؑ کی زبان سے اس کا حکم دیا گیا ہے تا کہ کمالات ملکیہ نفسانی بن جائیں اور عادت وخصلت عمدہ ہو جائے اور یہ ہوسکتا ہے کہ خود باری عزاسمہ اپنی تعریف فرما رہے ہوں چنانچہ قرآن کریم میں اور دیگر صحیفوں میں اس کا بہت جگہ تذکرہ ہوا ہے، باری تعالیٰ کی کی ہوئی قولی تعریف ہے اور فعلی تعریف وہ کمالات جمالیہ جلالیہ کا اظہار ہے اور حالی حمد حق جلّ مجدہ کی خود اپنی ایسے ہوتی ہے کہ ان کی تجلیات جو ان کی ذات پاک سے تعلق رکھتی ہیں جس کی وجہ سے فیض الٰہی قدسی اور انوار الٰہی ازلی کا ظہور ہوتا ہے پس وہی حامد ہیں اور وہ ہی محمود بھی ہیں پس جو تعریف خود خدائے پاک نے اپنی ذات عالی شان کی فرمائی ہے وہی حقیقی حمد ہوسکتی ہے ہماری حمد تو ناقص ہی ہوگی اس لئے جن حضرات نے یہ کہا کہ الحمدللہ میں الف لام عہدِ خارجی کا ہے اور مقصود اس سے وہ حمد

ہے جوخود حامد حقیقی نے محمود حقیقی کی لگنے والی بات ہے اور بعض نے استغراق کا مانا ہے کہ تمام تعریفیں بزبان برحامد مختص اللہ تعالیٰ ہیں۔

معلوم ہوا کہ تمام تعریفیں اللہ پاک کیلئے ہیں جس نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم کو اپنے مخصوص بندے محمد ﷺ پر اتارا جس کو سارے عالم کیلئے ہدایت وبشارت بنایا ہے اور ایک عظیم ترین نعمت ہے جس کا شکریہ ادا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ الحمدللہ ہمیں یہ نعمت خداوندی ملی ہے جس کی برکت سے ہم خداوند قدوس کا قرب خاص حاصل کرسکتے ہیں اس کو پڑھ کر سنکر عمل کرکے اور اس کی اشاعت کرکے ہم اپنے مولی کی رضامندی حاصل کرسکتے ہیں، وہ عظیم ترین کتاب انتہائی عمدہ ہے الفاظ کے اعتبار سے بھی اور معانی کے اعتبار سے بھی بہت عمدہ ہے، نہایت شاندار ہے نظم ومعانی کے لحاظ سے اس میں کہیں بھی نقص نہیں ہے بالکل مستقیم ہے ذرا بھی کج بیانی کا نام نہیں ہے جس طرح اس کتاب میں ہوتا ہے جو خدا پاک کے علاوہ اور کسی کی طرف سے ہوتی ہے بقول امام شافعیؒ کے اللہ پاک کو اپنی کتاب کے علاوہ یہ پسند ہی نہیں ہے کہ کوئی کتاب ایسی رہ جائے جس میں نقصان اور کجی نہ ہو جس طرح ان کی ذات پاک وبے عیب ہے اسی طرح ان کا کلام بھی نقص وعیب سے پاک ہے۔

اور اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ کفار ومشرکین کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جائے جو بہت شدید ہوگا اور ایمان والوں کو بشارت سنائی جائے اس بات کی کہ ان کیلئے اجر حسن ہوگا اور وہ جنت ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے کبھی باہر نہیں نکلیں گے جس کو فرمایا: ماکثین فیہ ابداً خاص طور پر ان لوگوں کو ڈرایا جائے جو کہتے ہیں کہ اللہ

پاک نے اولاد بنا رکھی ہے جیسے یہود نے کہا کہ حضرت عزیرؑ کے بارے میں کہ وہ اللہ پاک کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ بن مریمؑ اللہ کے بیٹے ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ بہت سے کفار فرشتوں کو اللہ پاک کی بیٹیاں کہتے تھے، اللہ پاک نے قرآن کریم میں بہت جگہ یہ باتیں بیان فرمائی ہیں، ایک جگہ اللہ پاک نے فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ	بلا شبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں
قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ	کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہیں
بْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ	آپ یوں پوچھئے کہ اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ
مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ	اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو اور ان کی
يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ	والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو
وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ	ہلاک کرنا چاہیں تو کوئی شخص ایسا ہے جو خدا
جَمِيْعًاO (سورۂ مائدہ آیت:۱۷)۔	تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے (بیان القرآن)۔

اور بعض نے یوں کہا کہ تین خداؤں میں سے ایک ہیں یعنی اللہ پاک اور مسیح ابن مریم اور روح القدس جبرئیلؑ یا خود ان کی والدہ مسیح اور اللہ پاک، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

لَقَدْ كَفَرَ	بیشک وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے یہ
الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ	کہا کہ اللہ عین مسیح ابن مریم ہیں حالانکہ مسیح نے خود
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَّمَامِنْ اِلٰهٍ	فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو
اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنْ لَّمْ	میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، بیشک جو

يَـنۡتَهُوۡا عَمَّا يَقُوۡلُوۡنَ
لَيَـمَسَّـنَّ الَّـذِيۡـنَ
كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ عَذَابٌ
اَلِيۡمٌ o اَفَلَا يَتُـوۡبُوۡنَ
اِلَى اللّٰهِ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡ
نَـهٗ وَاللّٰـهُ غَـفُـوۡرٌ
رَّحِيۡمٌ o مَاالۡمَسِيۡحُ
بۡـنُ مَرۡيَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ
قَـدۡ خَـلَـتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ
الـرُّسُـلُ وَاُمُّـهٗ
صِدِّيۡقَةٌ كَانَا يَاۡكُلَانِ
الطَّعَامَ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ
نُبَيِّـنُ لَهُمُ الۡاٰيٰتِ ثُمَّ
انۡـظُرۡ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ o
قُـلۡ اَتَـعۡبُـدُوۡنَ مِـنۡ
دُوۡنِ اللّٰـهِ مَـالَا
يَـمۡـلِكُ لَـكُـمۡ

شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دیگا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام قرار دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا، بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا ایک ہے حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں اور اگر یہ لوگ اپنے اقوال سے باز نہ آئے تو جو لوگ ان میں کافر رہیں گے ان پر دردناک عذاب واقع ہوگا کیا پھر بھی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت کرنے والے ہیں، مسیح ابن مریمؑ کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گذر چکے ہیں اور ان کی والدہ ایک ولیہ عورت ہیں دونوں کھانا کھایا کرتے تھے، دیکھئے تو کیونکر دلائل ان سے بیان کر رہے ہیں پھر دیکھئے وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں، آپ فرمائیے کیا خدا کے سوا ایسے بھی

ضَـرًّاوَّلَا نَـفْـعًا وَاللّٰهُ هُوَ	عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کوئی ضرر پہنچانے کا
السَّـمِيْـعُ الْعَلِيْمُ O(سورۂ مائدہ	اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا حالانکہ اللہ
آیت:۷۶تا۷۶)۔	تعالیٰ سب سنتے ہیں سب جانتے ہیں۔

ایک جگہ اللہ پاک نے فرمایا کہ یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا:

وَقَـالَـتِ الْيَهُـوْدُ	اور یہود نے کہا کہ عزیرؑ خدا کے
عُـزَيْـرُنِ ابْـنُ الـلّٰـهِ وَقَالَتِ	بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح خدا کے
الـنَّـصَارَى الْمَسِيْحُ بْنُ اللّٰهِ	بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے ان کے منہ سے
ذٰلِکَ قَـوْلُهُـمْ بِـاَفْـوَاهِهِمْ	کہنے کا ، یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں
يُضَاهِؤُنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا	کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے
مِـنْ قَبْـلُ قَـاتَـلَهُمُ اللّٰـهُ اَنّٰى	ہیں خدا ان کو غارت کرے یہ کدھر
يُؤْفَكُوْنَ O(سورۂ توبہ آیت:۳۰)۔	جارہے ہیں (بیان القرآن)۔

حالانکہ وہ خود اللہ پاک ہی کی عبادت کرتے تھے قال اللہ تعالیٰ:

لَـنْ يَّسْتَـنْـكِفَ	مسیح ہرگز خدا کے بندے
الْـمَسِيْـحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًاللّٰهِ	بننے سے عار نہیں کریں گے اور نہ
وَلَـا الْـمَلٰٓئِـكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ	مقرب فرشتے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی
يَّسْتَـنْـكِفْ عَـنْ عِبَـادَتِـهٖ	بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو
وَيَسْتَـكْبِـرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ	خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس
جَمِيْعًاO(سورۂ نساء آیت:۱۷۲)۔	جمع کریں گے (بیان القرآن)۔

حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مسلمان تھے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّآ اَحَسَّ	اور جب محسوس کیا حضرت عیسیٰؑ نے ان سے
عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ	کفر یعنی ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ قتل کرنا چاہتے ہیں
قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی	حالانکہ وہ ان کو اللہ پاک کی طرف سے دعوت دے
اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ	رہے ہیں تو نصرت طلب کرنے کیلئے پکارا کہ کون ہے
نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا	میری نصرت کرنے والا اللہ پاک کیساتھ تو حواریوں
بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا	نے کہا کہ ہم لوگ ہیں اللہ کے دن کی نصرت کرنے
مُسْلِمُوْنَ (آل عمران،	والے ہم اللہ پاک پر ایمان لا چکے ہیں اور گواہ رہیئے کہ
آیت۵۲)۔	ہم مسلمان ہیں (بیان القرآن)۔

تشریح: اوپر آیات میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے واقعات ان کے معجزات وکمالات کا تذکرہ چلا آ رہا ہے اور یہ کہ انہوں نے ان معجزات کو دکھا کر لوگوں کو رب العزت والجلال کی عبادت کی طرف دعوت دی اور صراطِ مستقیم کی نشان دہی فرمائی، مگر جب حضرت نے اپنی محنت مفید ہوتے ہوئے نہیں دیکھی، بجائے اطاعت وتسلیم کے انکار اور عداوت کا نقشہ سامنے آنے لگا اور قوم مخالفت پر آمادہ ہوگئی تب انہوں نے مخلصین سے نصرت طلب کی، اللہ تعالیٰ کی نصرت کیساتھ ''الی اللہ ''، بمعنیٰ ''مع اللہ '' ہے جیسا کہ علامہ واحدی نے الوسیط میں فرمایا ہے تو یہ آواز سنکر جو لوگ خوش

قسمت اور سعادت مند تھے نصرت کیلئے تیار ہو گئے اور نصرت بغیر ایمان کے مکمل نہ ہو سکتی تھی، لہذا پہلے انہوں نے ایمان قبول کیا اور اپنے ایمان پر آپ کو گواہ اور شاہد بنایا اور پھر اس طرح دعاء کرنے لگے:

رَبَّنَـآ اٰمَنَّـا بِمَآ	اے ہمارے رب ہم نے یقین کیا
اَنْـزَلْـتَ وَاتَّبَـعْـنَـا الرَّسُوْلَ	اس چیز کا جو تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ ٥(آل عمران، آیت ۵۳)۔	رسول کے سو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں (بیان القرآن)۔

تشریح: اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ نے اتارا ہے اور ہم نے تیرے رسول کی تصدیق وتائید کی تھی، ہمارا شمار بھی ان کیساتھ فرما، تاکہ ان جیسے بلند درجات تک ہم بھی پہنچ جائیں، کہا جاتا ہے کہ حواری شکار پیشہ لوگ تھے چونکہ ان کے کپڑے نہایت سفید تھے اس وجہ سے ان کو حواری کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ حواری کے معنیٰ مخلص مددگار کے ہیں۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے حواری زبیر ابن العوامؓ ہیں (کذافی الوسیط، ص ۴۴۱)۔

بلکہ ان ظالموں نے تو اپنے آپ ہی کو خدا کا محبوب اور بیٹا قرار دے دیا اور نحن ابناء الله واحباء ہ کا نعرہ بے جا لگا دیا اور اس کا اثر یہ ہوا کہ خدا کے احکام سے لاپرواہ ہو گئے اور اپنی فضیلت وبرتری میں ایسے مبتلا ہوئے کہ دوسرے ان کی نظر میں بے حیثیت انسان بلکہ جانوروں سے بدتر ہو گئے ان کی مشہور کتاب ثمود میں یہ لکھا ہے کہ یہودیوں کے علاوہ لوگ کتے سے بھی بدتر ہیں جب ان کی کتاب میں اس کی

صراحت موجود ہے تو وہ دوسروں کو کس نظر سے اور کس زاویہ سے دیکھتے ہوں گے اپنے علاوہ وہ دوسری اقوام کو ذلیل وحقیر اپنا خادم ،نوکر بنا کر رکھنا چاہتے ہیں ساری دنیا پر اپنا تقدس اور برتری اور ہر فضیلت کا بلا شریک غیر مستحق گردانتے ہیں یہی حال ہمارے ہندوستان کے برہمنوں اور کچھ فرضی بری اقوام کا حال بھی ایسا ہی ہے، یہاں خاندانی طور پر تقسیم ہے کہ فلانی ذات اور برادری کا آدمی فلاں فلاں کام کرسکتا ہے اگر دوسرے کسی نے وہ کام کرلیا تو اس کی خیر نہیں ہے اگر کسی نے ان کی مذہبی کتاب پڑھ لی تو اس کی زبان کھینچ لی جاتی تھی۔

عربوں کے یہاں خاندانی تفوق

عربوں کے یہاں بھی خاندانی اونچ نیچ تھی اپنے برابر میں وہ دوسرے کسی کو بٹھانا پسند نہ کرتے تھے اسلام نے آکر اس کا خاتمہ کردیا اور یہ اعلان کیا کہ اللہ پاک کے نزدیک اکرمیت وافضلیت کا مدار برادری اور خاندانی تفوق اور برتری پر نہیں ہے بلکہ تقوی وایمان ہے اور برادریاں اور خاندانی تقسیم فقط باہمی تعارف اور پہچان کیلئے ہے اس پر کسی فضیلت کا مدار نہیں کہ چاہے بڑی برادری کا آدمی کتنا ہی جاہل اور بے کار ہو وہ دوسرے علم وفضل وکمال رکھنے والے سے محض خاندانی تفوق کی وجہ سے افضل ہوگا اب ایسا کچھ نہیں ہے اس اعلان کا صحابہ کرام میں یہ اثر ہوا کہ علام علم وتقوی فضل وکمال کی وجہ سے بڑے بڑے لوگوں کے امام ومقتدا بن گئے اور کسی نے ان سے اخذ فیض کرنے میں کراہت نہیں کی ، ہندوستان میں ہندو اقوام کے اذہان میں برادری کا اونچ نیچ بہت

زیادہ گھسا ہوا ہے پھر ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے مگر دماغ میں اسلامی عقیدہ جومنصوص فی القرآن ہے نص قطعی موجود ہے مگر وہ احساس برتری اور تقدس کا اور **نحن ابناء اللہ و احباء ہ** کا عالی تخیل باقی ہے جبکہ ایک مسلمان کے پیش نظر تو سب سے زیادہ اہم قرآن ہے، ارشاد باری عزاسمہ ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا	اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک
خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى	عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قوموں اور
وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ	مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کی
لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ	شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا
عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ	شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اللہ
خَبِيْرٌO (سورۂ حجرات آیت:۱۳)۔	خوب جاننے والا پورا خبردار ہے (بیان القرآن)۔

الغرض بات یہ چل رہی تھی کہ آیت پاک میں یہ فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ اولاد کا قصہ گھڑا اور یہ کہا کہ اللہ پاک نے اولاد بنا رکھی ہے قرآن کریم ایسوں کو ڈرانے کیلئے نازل ہوا یہ کس قدر جاہلانہ نظریہ اور خیال ہے اور کتنی بری بات ہے ارشاد باری ہے کہ جن لوگوں نے یہ بات کہی ان کو کچھ خبر نہیں ہے نہ ان کے باپ دادوں کو **مالھم بہ من علم و لا لابائھم** یہ بالکل جاہل ہیں ان کے بڑے بھی بالکل جاہل تھے عقل سے خارج غور وفکر کی صلاحیتوں سے محروم محض جاہلانہ تقلید میں ایسے دعوی کرتے ہیں جو اللہ پاک کیلئے محال ہے اللہ پاک اولاد کے قصہ سے پاک ہیں ان کو

ضرورت ہی کیا پڑی ہے کہ وہ کوئی کسی کو اولاد بنائیں نہ وہاں بیوی ہے نہ اولاد ہے آسمانوں زمینوں کا انوکھے انداز سے پیدا فرمانے والے ہیں اور ساری کائنات کا وجود ان کے ایک امر کن کا مہون منت ہے سب کچھ ان کا محتاج ہے وہ کسی کے بالکل محتاج نہیں ہیں صمد ہیں حی قیوم ہیں **لم یلد ولم یولد** ہیں اسی وجہ سے وہ تمام تعریفوں کے لائق ہیں، ارشاد پاک ہے:

قُلِ الْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرْهُ تَکْبِیْرًاo (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۱۱۱)۔

اور کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اسی اللہ کیلئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ کوئی اس کا سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے (بیان القرآن)۔

ان جاہلوں غافلوں بے ایمانوں بے عقل لوگوں نے کتنی بڑی گستاخی پروردگار عالم کے بارے میں کی ہے اس کی شناعت وقباحت جتنی بھی کی جائے وہ کم ہے۔

کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًاo (سورۂ کہف آیت:۵)۔

بڑی (بری) بات ہے جو نکلتی ہے ان کے منھ سے اور جو کچھ یہ کہتے ہیں کہ بالکل جھوٹ ہے جو امکان کے تحت بھی داخل نہیں ہے۔

عذابات جہنم کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسانوں کو کفر وشرک پر ڈانٹتے ہوئے گویا ہیں:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (سورۃ کہف آیت:۲۹)۔

اے لوگو سنو! جو چاہے ہماری بات مانے ایمان میں داخل ہو اور جو چاہے نہ مانے کفر وشرک اختیار کرے ہم نے کفار کیلئے جو ظالم ہیں آگ تیار کر رکھی ہے جو چاروں طرف سے ان کو گھیرے گی اپنی دیواروں کے اندر لے لے گی اگر وہ فریاد کریں گے پانی وغیرہ کی تو ایسا پانی دیا جائے گا جو پیپ کی طرح ہوگا اور ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا کس قدر بری پینے کی چیز ہوگی اور جہنم میں پڑے ہوں گے اور وہ کس قدر بری آرام کی جگہ ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے:

عن أبی أمامة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ

حضرت ابو امامہؓ حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں اللہ پاک کے ارشاد ویسقی من ماء صدید کے تحت فرمایا کہ یہ انسانوں کے بدن سے بہنے والا خون اور پیپ

ویسقی من ماء صدید یتجرعه قال یقرب إلی فیه فیکرهه فإذا ادنی منه شوی وجهه ووقعت فروة راسه فإذا شربه قطع أمعاءه حتی یخرج من دبره یقول الله تبارک وتعالی وسقوا ماء حمیما فقطع أمعاءهم ویقول وإن یستغیثوا یغاثوا بماء کالمهل یشوی الوجوه بئس الشراب وساءت مرتفقا (ترمذی شریف رص:۸۵رج:۲)۔

ہے جو پینے کیلئے کفر وشرک کرنے والوں کو دیا جائے گا جس کو وہ لوگ گھونٹ گھونٹ پئیں گے جب اس کو اپنے منہ کے قریب کریں گے انتہائی کراہت محسوس کریں گے جب اور قریب کریں گے تو وہ ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا جس کی وجہ سے ان کے سر کی کھوپڑی گر پڑے گی اور جب پئیں گے تو ان کے اندر کی آنتیں کٹ جائیں گی اور پیچھے کے راستہ سے نکل جائیں گی خدا کی پناہ ستر ہزار بار۔ نیز ایک دوسری آیت وسقوا ماء حمیما ان کو تیز گرم پانی پلایا جائے گا کی تفسیر میں فرمایا جب ان کو وہ پانی پلایا جائے گا تو ان کی آنتیں کٹ کٹ کر گرتی چلی جائیں گی اور ایسا پانی پلایا جائے گا جو تیل لوہے سے نکلتا ہے یا تیل کا تلچھٹ ہوتا ہے اور پت وغیرہ یہ مہل ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کالمهل یشوی الوجوه یہ تلچھٹ ان چیزوں کا ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا۔

عن أبی سعید الخدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: کالمهل قال کعکر الزیت فإذا قرب إلیه سقطت فروة وجهه فیه وبهذ الإسناد عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: کسرادق النار أربعة جدر کثف کل جدار مسیرة أربعین سنة وبهذا لإسناد عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لو أن دلوا من غساق یهراق فی الدنیا لأنتن أهل الدنیا (ترمذی شریف رص:۸۶رج:۲)۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کالمهل کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہے جب وہ دوزخ کے قریب کی جائے گی تو اس کے چہرہ کی کھال اس میں گر پڑے گی ، اسی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سرادق نار (دوزخ کی) چار دیواریں ہیں اور ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت ہے، اسی سند سے منقول ہے کہ اگر غساق یعنی جہنمیوں کے بدن سے بہنے والا پیپ اور غسالہ اوران کے آنسوؤں کا ایک ڈول دنیا کے اندر بہادیا جائے تو ساری دنیا بدبو دار ہوجائے۔

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال: قال رسول

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

الله صلى الله عليه وسلم يؤتى بجهنم يومئذ لها سبعون ألف زمام مع كل زمام سبعون ألف ملكٍ يجرونها (ترمذی شریف ۸۵؍ج:۲)۔

جہنم کو لایا جائے گا حساب وکتاب اور محشر کی جگہ تا کہ لوگ دیکھیں اور ڈریں اس حال میں کہ اس کے ایک ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ۷۰؍ ہزار فرشتے پکڑے ہوں گے جو اس کو گھسیٹتے ہوں گے (خدا کی پناہ)۔

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج عنق من النار يوم القيٰمة له عينان تبصران وأذنان تسمعان ولسان ينطق يقول إني وكلت بثلاثة بكل جبار عنيد وبكل من دعا مع الله إلٰها اٰخر وبالمصورين (ترمذی شریف ص:۸۵؍ج:۲)۔

حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جہنم سے آگ کی ایک گردن بروز قیامت ظاہر ہوگی اس کے آنکھیں ہوں گی جس سے وہ دیکھتی ہوگی اور کان ہوں گے جن سے وہ سنتی ہوگی اور زبان ہوگی جس سے بول کر کہے گی کہ ایسے تین اشخاص پر مسلط کی گئی ہوں جو سرکش شرپسند حق کا مخالف ومعاند ہوگا جاننے کے باوجود حق کو قبول نہ کرتا ہوگا، دوسرے اس شخص پر جو اللہ پاک کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرتا ہوگا تیسرے تصویریں بنانے والے شخص پر۔

عن الحسن قال: قال عتبة بن غزوان على منبرنا هذا منبر البصرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: إن الصخرة العظيمة لتلقىٰ من شفير جهنم فتحوى فيها سبعين عاما ما تقضى إلى قرارها قال وكان عمر يقول أكثروا ذكر النار فإن حرها شديد وإن قعرها بعيد وإن مقامعها حديد(ترمذی شریف رص:۸۵رج:۲)۔

حضرت عتبہ بن غزوانؓ نے بصرہ کے منبر پر کھڑے ہوکر یہ روایت سنائی کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی بھاری پتھر جہنم کے کنارے سے ڈالا جائے اور اس میں وہ ۷۰ر برس گرتا چلا جائے تب بھی اس کی گہرائی تک نہ پہنچے گا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا لوگو! جہنم کو یاد کرو وہاں کی گرمی شدید ہے گہرائی بعید ہے اور کوڑے لوہے کے ہیں (العیاذ باللہ)۔

عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الصعود جبل من نار يتصعدفيه الكافر سبعين خريفا ويهوى فيه كذلك ابدا (ترمذی شریف رص:۸۵رج:۲)۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سارھقه صعودا کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ صعود نام کا ایک پہاڑ ہے جہنم میں آگ کا جس میں کافر ۷۰ر برس تک اوپر چڑھے گا پھر گرایا جائے گا یہی سلسلہ اس کے ساتھ چلتا رہے گا (العیاباللہ تعالی)۔

عـــن أبـــي سـعـيــد الـخـدريؓ عن النبي صلى الله عليــه وسـلـم قال: وهم فيها كـالـحـون قـال: تشـويه النار فتـقـلص شفته العليا حتى تبلغ وسـط راسـه وتسترخي شفته السفـلـى حتى تضرب سرته

(ترمذی شریف رص:۸٦رج:۲)۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا هم فيها كالحون کفار لوگ جہنم میں منھ چڑھائے ہوں گے کہ ان کا ایک ہونٹ اوپر کا سر کے درمیانی حصہ تک جا پہنچے گا اور دوسرا ہونٹ نیچے کا لٹک کر نیچے کی طرف آجائے گا یہاں تک کہ ناف تک پہنچ جائے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

عن عبدالله بن عمر و بـن الـعـاصؓ قـال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لوأن رصـاصـة مثـل هـذه وأشارإلى مثـل الـجـمـجمة أرسلت من السـمــاء إلـى الارض وهـي مسيـرة خمسمائة سنة لبلغت الأرض قبـل الـليـل ولو أنهـا أرسـلـت مـن راس السلسلة

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ پیتل کا ایک ٹکڑا کھوپڑی کے برابر آسمان سے زمین پر گرایا جائے تو رات ہونے سے قبل زمین پر آپہنچے حالانکہ یہ ساعت بھی پانچسو برس کے برابر ہے اور اگر اس کو سلسلۂ زنجیر جو قرآن پاک میں جہنم کے تذکرہ میں مذکور ہے فـــی سلسلة ذرعها سبعون ذراعا الخ

لسارت أربعين خريفا الليل والنهار قبل أن تبلغ أصلها **أو قعرها** (ترمذی شریف رص:۸۶رج:۲)۔

کے اوپر سے ڈالا جائے تو چالیس برس دن رات چلنے کے بعد بھی جہنم کی گہرائی تک نہ پہنچے گی (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

عن أبی هريرةؓ عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: نارکم هذا التی توقدون جزء واحد من سبعين جزء من حر جهنم قالوا والله إن كانت لكافية يارسول الله قال فإنها فضلت بتسعة وستين جزء كلهن مثل حرها (ترمذی شریف رص:۸۶رج:۲)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ دنیوی آگ جہنم کی آگ کا ایک حصہ ہے جہنم کی آگ اس پر ۶۹؍ درجے زائد ہے، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا یہ بھی کافی تھی فرمایا ہاں لیکن یہ عذاب الٰہی کی آگ ہے جو اس درجہ مضاعف کی گئی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

عن أبی سعيدؓ عن النبی صلی الله عليه وسلم قال نارکم هذه جزء من سبعين جزء من نار جهنم لكل جزء منا حرها (ترمذی شریف رص:۸۶رج:۲)۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے ایسا ہی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری دنیوی آگ صرف ایک حصہ ہے جہنم کی آگ کا وہ ایک کم ۷۰؍ درجے اس پر زیادہ ہے اور ہر آگ کی گرمی تمہاری آگ کے برابر ہے **العیاذ باللہ تعالیٰ** (خدا کی پناہ ۷۰؍ بار)۔

عن أبي هريرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أوقد على النار ألف سنة حتى احمرت ثم أوقد عليها ألف سنة حتى ابيضت ثم أوقد عليها ألف سنة حتى اسودت فهي سوداء مظلمة (ترمذی شریف رص:۸۶رج:۲)۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنم کی آگ کو ایک ہزار برس دہکایا گیا وہ سرخ ہوگئی، پھر دہکایا گیا تو وہ سفید ہوگئی پھر مزید ہزار برس تک جلایا گیا تو وہ کالی ہوگئی اب وہ وحشت ناک کالی تاریکی والی ہے۔

عن النعمان بن بشير أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن أهون أهل النار عذابا رجل في أخمص قدميه جمرتان يغلي منهما دماغه (ترمذی شریف رص:۸۷رج:۲)۔

حضرت نعمان ابن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہوگا جہنم میں جس کے پاؤں کے تلوے میں آگ کے دو انگارے ہوں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ ہانڈی کی طرح جو آگ پر ہو کھولتا ہوگا۔

عن أبي الدرداءؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت ابو الدرداءؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم والوں کو بھوک کا عذاب دیا جائے گا تو یہ ہی عذاب

یلقی علی أهل النار	ہی عذاب دوسرے عذابوں کے برابر
الجوع فیعدل ماهم فیه	ہوجائے گا جب وہ اس سے بچنے کیلئے کھانا
من العذاب فیستغیثون	مانگیں گے تو ایسا کھانا دیا جائے گا جس سے
فیغاثون بطعام من	نہ بھوک ختم ہوگی اور نہ کچھ بدنی فائدہ ہوگا
ضریع لا یسمن ولا	کہ موٹے ہوجائیں پھر دوبارہ کھانا طلب
یغنی من جوع	کریں گے تو ایسا کھانا دیا جائے گا جو گلے
فیستغیثون بأطعام	میں اٹکتا جائے گا پھر یاد کریں گے کہ دنیا میں
فیغاثون بطعام ذی غصة	جب ایسی نوبت آتی تھی تو وہ کچھ پی کر اس
فیذکرون أنهم کانوا	کھانے کو آگے بڑھایا کرتے تھے تو کچھ
یجیزون القصص فی	پینے کیلئے طلب کریں گے تو ان کو تیز گرم پانی
الدنیا بالشراب	لوہے کے آنکس دروں میں دیا جائے گا جب
فیستغیثون بالشراب	وہ ان کے چہرہ کے قریب ہوگا تو چہروں کو
فیدفع إلیهم الحمیم	بھون ڈالے گا اور جب ان کے ہونٹوں میں
بکلالیب الحدید فاذا	داخل ہوگا تو پیٹ کے اندر کی چیزوں کو کاٹ
دنت من وجوههم	دے گا، کہیں گے کہ داروغۂ جہنم کو بلاؤ اس
شوت وجوههم فإذا	سے کچھ مدد طلب کریں ان کو بلائیں گے وہ
دخلت بطونهم قطعت	آئیں گے فرمائیں گے کیا تمہارے پاس
مافی بطونهم	تمہارے پیغمبروں نے اللہ پاک کی آیات

فیقولون ادعوا خزنة	نہیں پہنچائی تھیں انکار نہ کرسکیں گے اقرار
جھنم فیقولون الم تک	کریں گے تو دعا کرنے پر لگ جائیں گے
تاتیکم رسلکم بالبینات	مگر ان کا دعا کرنا بے کار ہوگا کہیں گے
قالوا بلی قالوا	مالک بڑے داروغہ ذمہ دار کو بلاؤ شاید اب
فادعوا ومادعاء الکافرین	کی بار کچھ کام بن جائے کہیں گے اے
إلا فی ضلال قال	مالک آپ ہی ہمارے بارے میں کچھ
فیقولون ادعوا مالکا	فیصلہ کرادو وہ کہیں گے ٹھہر جاؤ تم ایسی جگہ
فیقولون یامالک لیقض	رہنے کے مستحق ہو یہیں رہو گے۔ حضرت
علینا ربک قال فیجیبھم	امام اعمشؒ فرماتے ہیں جو کہ اس حدیث
انکم ماکثون قال	کے رواۃ میں سے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ
الأعمش نبئت أن بین	مالک ذمہ دار جہنم کے اس جواب کے
دعائھم أوبین إجابة	درمیان اوران کے اس کے کہنے کے
مالک إیاھم ألف عام	درمیان ایک ہزار سال کا طویل وقفہ ہوگا
قال فیقولون ادعوا ربکم	ایک ہزار سال کے بعد جواب ملا تو یہ ملا
فلا أحد خیرمن ربکم	(خدا کی پناہ)۔اس وقت وہ کہیں گے اب
فیقولون ربنا غلبت علینا	پھر اپنے پروردگار کو ہی پکارو اس لئے کہ اس
شقوتنا وکنا قوما ضالین	سے بہتر کوئی نہیں اور کہیں گے اے

ربنا اخرجنا منها فانا ظالمون قال فیجیبهم اخسئو فیها ولا تکلمون قال فعند ذلک یئسوا من کل خیر وعند ذلک یاخذون فی الزفیر والحسرة والویل ((ترمذی شریف،ص:۸۶،ج:۲)۔	رب ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی ہے اور ہم بالکل گمراہ وتباہ ہوگئے ہیں اب کی بار ہمیں نکال لیجئے اگر اب پھر ہم ایسے کام کریں تو واقعی ہم ظالم ہوں گے جواب ملے گا دور ہٹ جاؤ بات نہ کرو یہ سن کر مایوس ہو جائیں گے ہر خیر سے اور راحت سے اس وقت چیخ و پکار میں لگ جائیں گے اور ایسی آوازیں نکالیں گے جیسی گدھے کی آوازیں ہوتی ہیں۔

ان تمام روایات سے جو ذکر کی گئی ہیں ارشاد باری کی حقیقت سمجھنے میں مدد ملتی ہے اوران احادیث پاک سے یہ ارشاد واضح ہوجاتا ہے: اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمَقَامًا بیشک جہنم برا ٹھکانہ ہے اور برا مقام ہے۔ اور بِئْسَ الشَّرَابِ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا کیا ہی برا پانی ہوگا اور وہ دوزخ کیا ہی بری جگہ ہوگی۔

ان کے برخلاف ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کیلئے کیا بشارتیں ہیں ان کا کچھ حصہ سابق میں گذرا ہے یہاں بھی ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًاo اُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ	بیشک جو لوگ ایمان لائے اورانہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کرے ایسے لوگوں کیلئے

تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا	ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے نیچے
مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ	نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے
وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ	کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز
سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ	رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم
فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ نِعْمَ	کے پہنیں گے وہاں مسہریوں پر تکیے
الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۝	لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ
(سورۂ کہف آیت:۳۱)۔	ہے اور کیا ہی اچھی جگہ ہے۔

اہل جنت کے زیورات ولباس

نوٹ: یہاں بھی ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کیلئے جنت عدن میں جانے کا تذکرہ ہے جہاں بہترین باغات عمدہ مکانات اور لبن پانی شہد وشراب کی عمدہ نہریں ہوں گی اور جنتیوں کو زیورات سے آراستہ کیا جائے گا جیسا کہ دنیا میں بعض جگہ بادشاہ لوگ ہاتھوں میں سونے وغیرہ کے کنگن اور سر پر عمدہ تاج رکھا کرتے تھے، اللہ پاک ہر جنتی کو ایک بادشاہ سے بڑھ کر نعمتیں دیں گے اور زیورات سے آراستہ ومزین فرمائیں گے، حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ ایک کو تین قسم کے کنگن پہنائے جائیں گے ایک سونے کا ایک چاندی کا اور ایک عمدہ ہیروں اور موتیوں کا (کذا قال ابن الجوزی فی زادہ،ص:۱۰۱،ج:۵)۔

اور لباس وجبہ ریشم کا ہوگا جس کو سندس سے تعبیر فرمایا ہے ہرے رنگ کا چونکہ یہ رنگ پسندیدہ شمار ہوتا ہے اور استبرق گاڑھے ریشم کو کہا جاتا ہے، لباس بھی سب سے عمدہ مکانات سب سے عمدہ ساری چیزیں سب سے عمدہ ہوں گی یہ زیورات ایک ساتھ

پہنیں گے یا جیسا ان کا دل چاہے گا استعمال کریں گے کوئی پابندی کسی قسم کی نہ ہوگی۔

بعض حضرات صوفیا نے فرمایا کہ جنتی توحید ذاتی کے حقائق سے مزین ہوں اور تجلیات الٰہیہ انوار قدسیہ سے منور ہوں گے سونے سے توحید ذاتی کے انوار کی طرف اشارہ ہے اور چاندی سے صفات الٰہیہ کے انورا کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اللہ پاک نے ایک دوسری جگہ فرمایا: وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَمِنْ فِضَّةٍ وَّسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا اوران کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اوران کا رب پاکیزہ شراب پلائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا اجر وثواب اور بہترین بدلہ ہے اور تمہاری کوشش قابل قدر ہے اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُوْرًا (سورۂ احزاب)۔

اہل جنت کے تخت

اسی سورت میں کچھ اور آیات میں فرمایا:

وَجَزَاهُمْ بِمَا	اور ان کی پختگی کے بدلہ میں
صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيْرًاo	ان کو جنت اور ریشمی لباس دے گا اس
مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى	حالت میں کہ وہ وہاں مسہریوں پر تکیہ
الْاَرَآئِكِ لَايَرَوْنَ فِيْهَا	لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش پائیں گے
شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًاo	اور نہ جاڑا اور یہ حالت ہوگی درختوں
وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا	کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اوران
وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًاo	کے میوے ان کے اختیار میں ہوں گے
وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ	اور ان کے پاس چاندی کے برتن

مِنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ
قَوَارِيْرَاo قَوَارِيْرَ مِنْ فِضَّةٍ
قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا oوَيُسْقَوْنَ
فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا
زَنْجَبِيْلًاoعَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى
سَلْسَبِيْلًا o وَيَطُوْفُ
عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ
اِذَارَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا
مَّنْثُوْرًا oوَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ
رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا o
(سورۂ دہر آیت:۱۲تا۲۰)۔

لائیں جائیں گے اور آبخورے جو شیشے کے
ہوں گے وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو
بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا
اور وہاں ان کو ایسا جامِ شراب پلایا جائے گا
جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمہ
سے جو وہاں ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا اور ان
کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے جو
ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اے مخاطب اگر تو ان
کو دیکھے تو یوں سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھر گئے
ہیں اور اے مخاطب اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ
کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھلائی دے۔

نوٹ: ان آیات میں بھی جنت کی نعمتیں بیان فرمائی گئی ہیں کہ وہاں کا لباس حریر ہے اور ارائک یعنی تخت بیٹھنے کے جو نہایت آراستہ ہوں گے قیمتی موتیوں و ہیروں سے سونے چاندی کے بنے ہوئے شاہی تخت ہوں گے جن پر جنتی تکیہ لگا کر آرام وراحت سے بیٹھیں گے اور استعمال کریں گے جیسا کہ بادشاہوں نے اپنے بیٹھنے کیلئے دنیا میں بہترین تخت بنوائے تھے، ایک بادشاہ نے تخت طاوس بنوایا تھا جو تاریخ میں بہت مشہور ہے جب دنیا کے اندر بادشاہ ایسے بن واسکتے ہیں تو جنت کی بات تو سب سے ہی

عالی اور نرالی ہوگی، وہاں کیا عالم ہوگا ان تختوں اور مسیریوں کا جن پر اہل جنت بیٹھیں گے اور آرام کریں گے شاندار جگہ پر اور تکیہ لگا کر بیٹھنے کا بھی تذکرہ فرمایا جو بادشاہ اور مالداروں کی ایک عادت ہے ہر جنتی ایک قسم کا بادشاہ ہوگا۔

حضرت ابن عطاؒ نے فرمایا انس الٰہی کے تختوں پر ریاض قدس میں اور رحمت باری کے میدانوں میں وصال وقرب ربانی کے باغات میں تشریف فرما ہوں گے لطائف رحمانیہ کا خوب مشاہدہ اور معائنہ کرتے ہوں گے، یہ نعمتیں عدن وغیرہ کی ایمان واعمال صالحہ والوں کیلئے ہوں گی۔

جنت میں نہ گرمی ہوگی نہ ٹھنڈک جو اذیت دے جیسا کہ دنیا کے بعض علاقوں میں سخت گرمی ہے اور بعض علاقوں میں سخت سردی ہے اور پریشانیاں ہوتی ہیں لوگوں کو دونوں جگہوں پر، مگر جنت میں موسم بالکل معتدل ہوگا جس سے کسی کو بھی پریشانی نہ ہوگی۔

جنت کے سائے

درختوں کے سائے قریب قریب ہوں گے یہاں شاخوں کو ظلال سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور پھلوں کے خوشے اس انداز سے ان پر لٹکے ہوں گے کہ جنتی جس حالت میں کھڑے بیٹھے لیٹے بے تکلف ان کو توڑ سکے کوئی زحمت نہ ہوگی گویا وہ خوشے پھلوں کے ان کے تابع کر دئے گئے ہیں جنتی ان کے تابع نہ ہوں گے وہ جنتیوں کے تابع ہوں گے اور ہر طرح کی سہولت ہوگی (روح البیان رص:۲۷۰رج:۱۰)۔

جنت کے آب خورے اور ان کے خادم ان کے پاس لئے پھریں گے ہر

طرح کے لذائذ ماکولات کو چاندی کے برتنوں میں اور وہ آب خورے جن میں مشروبات پلائیں گے شیشے کے ہوں گے اور وہ قواریر شیشے چاندی کے بنے ہوں گے یعنی اصل تو آب خورے چاندی کے بنے ہوں گے، فرحت بخش لیکن صاف وشفاف اور چمکدار ہونے میں شیشے کی طرح معلوم ہوں گے ان کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئے گی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فقط نام میں شرکت ہے جنت کی نعمتوں کو دنیوی چیزوں کے ساتھ حقیقت میں بالکل جدا ہیں اور دنیا کے آب خورے گلاس پیالے وغیرہ تو ٹوٹ بھی جاتے ہیں وہاں ایسا کچھ نہ ہوگا اور یہ بھی فرمایا حضرت ابن عباسؓ نے کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے اور ہر علاقہ کے برتن اس علاقہ کی مٹی کے ہوتے ہیں یا اشیاء کے ہوتے ہیں اور جنت کے قواریر یعنی مشروبات استعمال ہونے والے برتن چاندی کے ہوں گے جس کو اس آیت میں ذکر کیا ہے اور یہ سب اللہ پاک کی عظیم قدرت سے بعید نہیں ہے جب دنیا کے بادشاہ اپنے لئے سونے اور چاندی کے برتن بنوا سکتے ہیں اور آج بھی اس دنیا میں سونے چاندی کے پہاڑ موجود ہیں، کہتے ہیں کچھ پہاڑوں کو ابھی چھیڑا بھی نہیں گیا اور اگر ایسا ہوگا تو قیامت ہی آجائے گی اور قرب قیامت میں ایسا ہوگا کہ زمین سونے چاندی کے خزانے اگل دے گی جیسا کہ روایات میں اس کی خبر دی گئی ہے تو جنت میں ایسا ہو تو کوئی تعجب نہیں۔

لذیذ اشیاء

اور خود مشروبات نہایت لذیذ ہوں گی اور عمدہ عمدہ ذائقہ والی اشیاء جو ہاضم بھی

ہوں گی اور مقوی بھی ہوں گی اور لذیذ ترین بھی جس کو اللہ پاک نے یہ کہہ کر ذکر فرمایا **وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا** کہ اس کا ذائقہ زنجبیل کے انداز کا ہوگا ادرک سونٹھ جو نہایت عمدہ مشروب شمار ہوتا ہے اور لطف پیکر بن جاتا ہے اس مشروب میں اس کا ذائقہ آئے گا بلکہ ایک چشمہ اسی انداز کا ہوگا اسی مناسبت سے اس کو زنجبیلاً فرمایا گیا یعنی زنجبیلی چشمہ اور ایک چشمہ کا نام سلسبیل ہے ان چشموں سے پلانے والے خدام بھی نہایت عمدہ ہوں گے جن کو اللہ پاک نے **ولدان مخلدون** ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور یہ خدام نہایت خوبصورت ہوں گے جیسے موتی ہوں گے اس قدر حسین وجمیل ہوں گے جب تو یہ سب چیزیں وہاں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت دیکھے گا اور ایک بڑی سلطنت معلوم ہوگی ہر جنتی کی جو ہزاروں برس کی مسافت تک پھیلی ہوگی اور بے شمار خدام ازواج پاکیزہ ہوں گی۔مگر اس عظیم نعمت اور بے بہا سلطنت کو پانے کیلئے قربانیاں بھی دینی ہوں گی۔

جنت میں داخلہ کے لئے امتحان ہوگا

رحمٰن تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ	کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ویسے
تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ	ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی
مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ	تمہارے اوپر گذشتہ لوگوں جیسی باتیں نہیں
مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ	آئی ہیں ان کو فقر وغربت سے اور مصیبت
وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ	سے دوچار ہونا پڑتا تھا اور مختلف بلاؤں اور
الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	پریشانیوں سے جھڑجھڑا دئے گئے یہاں

مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (سورۂ بقرہ آیت:۲۱۴)۔

تک کہ رسول اور ایمان والے کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی نصرت کب آئے گی، خبردار! اللہ کی نصرت قریب ہے۔

تشریح: علامہ واحدی نیشاپوریؒ حضرت عطاءؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف لے آئے تو چونکہ بہت سے حضرات بلا مال و دولت خالی ہاتھ آ گئے تھے اور اپنا سارا مال وجائیداد مکہ معظّمہ میں کفار کے قبضہ میں چھوڑ کر آ گئے تھے اس لئے ان پر شروع کا وقت بہت سخت گذرا۔ ادھر یہ ہوا اور اِدھر یہ ہوا کہ مدینہ طیبہ میں رہنے والے خبیث یہود اپنی شرارت کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ کے خلاف مکمل سازش کر رہے تھے تو اللہ پاک نے قلوب کی راحت کے لئے سمجھانے اور تسلی دینے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ دیکھو تم ابھی سے گھبرا گئے ہو حالانکہ تم سے پہلے ایمان والوں کو بھی قسم قسم کی تکالیف اور آزمائش سے گذرنا پڑا ہے، فقر و فاقے، مصیبت و بھوک کی شدت اور دوسری سختیاں انہوں نے بھی برداشت کی تھیں حتیٰ کہ اس دور کے نبی اور ایمان والے پکار اٹھے کہ یا اللہ تیری نصرت کب آئے گی، تب اللہ پاک نے فرمایا کہ عنقریب نصرت آنے والی ہے، لہذا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس آیت سے موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے بڑی تسلی کا سامان ملتا ہے۔

اور دشمنوں سے لڑنے کا اور وطن چھوڑنے کا مرحلہ آ سکتا ہے وہ بھی اللہ پاک کی

رضا جوئی کیلئے کرنا ہوگا۔

ایمان، ہجرت اور جہاد

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا	حقیقتا جو لوگ ایمان لائے ہوں
وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا	اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ترکِ وطن
وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ	کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمتِ
اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ	خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور
اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۂ	اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے اور رحمت کریں
بقرہ آیت ۲۱۸)۔	گے (بیان القرآن)۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ایمان کے ساتھ ہجرت اور جہاد بھی ضروری ہے، یعنی جبکہ ہجرت اور جہاد کا موقع آ جائے تو اللہ کے لئے اہلِ ایمان کو تیار رہنا ضروری ہے تب ہی صحیح معنی میں اللہ پاک کی رحمت کے حق دار ہوں گے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مکہ معظّمہ جیسی جگہ سے ہجرت کی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جہاں بیت اللہ تھا مگر عبادت اور فرائض کی ادائیگی مشکل ہو چکی تھی تو بیت اللہ شریف کو چھوڑ کر ایمان کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ اور حبشہ کا رخ کیا پہلے حبشہ گئے پھر مدینہ آ گئے تھے اور کفر کی کمر توڑنے کے لئے کفار سے جہاد بھی کیا، اللہ پاک نے ان کے جملہ اعمال قبول فرمائے، واقعی

ان حضرات کے واقعات میں بعد میں آنے والوں کے لئے راہِ عمل ہے۔

ایمان والوں کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم

خالقِ ارض وسمٰوٰت کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا	اے ایمان والو! خرچ کروان چیزوں
اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِنْ قَبْلِ	میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں اس سے پہلے کہ
اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا	ایسا دن آجائے جس میں نہ خرید وفروخت کا
خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ وَّالْکٰفِرُوْنَ	مسئلہ ہوگا اور نہ دوست کام آئیں گے اور سفارش
ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۴)۔	نہیں چلے گی، کافر لوگ ظالم ہیں۔

تشریح: حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ مراد فرض زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور ابو اسحٰقؒ نے جہاد میں خرچ کرنا مراد لیا ہے اور بعض نے عام رکھا ہے کہ فرض ہو یا نفل ہو راہِ خدا میں خرچ کرو جس سے دین کو قوت واستحکام حاصل ہو، قیامت کے آنے سے پہلے پہلے وہاں نہ بدل اور فدیہ لیا جائے گا اور نہ سفارش چلے گی یعنی (کفار کے حق میں) یہ سب چیزیں بیکار رہیں گی کیونکہ کفار ظالم ہیں۔

اور یہ سب کاروائی برائے ایمان وتوحید ہے تاکہ وہ لوگوں میں عام ہو جائے، لہٰذا پہلے تم خود توحید کو سمجھو تاکہ پوری طرح اس کی اشاعت کر سکو اس کیلئے یہ آیات پڑھو اور سمجھو اللہ پاک فرماتے ہیں۔

سود پر وعیدات

اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ	جولوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے
الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا	ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص
یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیۡطٰنُ	جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر یہ سزا اس
مِنَ الۡمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمۡ	لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو
قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَیۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا	مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو
وَاَحَلَّ اللّٰهُ الۡبَیۡعَ وَحَرَّمَ	حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے پھر جس
الرِّبٰوا فَمَنۡ جَآءَهٗ مَوۡعِظَةٌ	شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت
مِّنۡ رَّبِّهٖ فَانۡتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ	پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ
وَاَمۡرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَمَنۡ عَادَ	اسی کا رہا اور معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا اور جو
فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ هُمۡ	شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں
فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ (سورۂ بقرہ آیت:۲۷۵)۔	گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

نوٹ: ایمان والو اللہ پاک نے یہ حکم بھی فرمایا کہ وہ سودی معاملات نہ کریں نہ سود دیں نہ لیں اور اس سے بہت زیادہ احتیاط رکھیں اگلی آیات میں یہ حکم دیا جا رہا ہے اس سے پہلے باری تعالیٰ نے سود کی وعید اور مذمت بیان کی ہے، فرمایا کہ سود کھانے والے لوگ قیامت میں مجنونوں اور پاگلوں کی طرح کھڑے ہوں گے اور اپنی قبروں سے بھی ایسی ہی حالت میں نکلیں گے گرتے پڑتے پاگلوں کی طرح ان کی حالت ہوگی خدا کی پناہ اور یہ

حالت اس لئے ہوگی کہ یہ پہلے کھایا کرتے تھے ربوا اور بیع ایک جیسا عمل ہے وہاں سے نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اور ربوا کے اندر بھی نفع کمایا جاتا ہے دونوں میں کیا فرق ہے یہاں اللہ پاک نے ان کے اس قول کو یہ کہہ کر ذکر فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ بیع ربوا کے مانند ہے یہ بطور مبالغہ کے ذکر فرمایا گویا انہوں نے اس کو حلال سمجھا ہے اور اصل بنالیا ہے اور کہنے لگے کہ بیع مثل ربوا ہے، زمانہ جاہلیت کو جب کوئی کسی کو قرض دیتا اور پھر وقت پر اس سے مطالبہ کرتا اور اس وقت کو میسر نہ ہو تو وہ اس سے مدت اور زیادہ طلب کرتا تھا ادھر یہ مدت میں اضافہ کرتا ادھر یہ قرض میں اور اضافہ کر دیتا اس طرح بعض دفع اصل قرض کی رقم کے سود کی رقم بڑھ جاتی یا برابر ہو جاتی اور قرض خواہ پریشانی میں پڑ جاتا یہ معاملہ کفار مکہ میں بہت رائج تھا اور یہودی لوگ تو سودی کاروبار اور سودی قرض کے ماہر ہی ہیں آج بھی یہودیوں کا تمام کاروبار اسی پر چلتا ہے تمام ان کی کمپنیاں سودی معاملات سے بھری پڑی ہیں اور اب تو نصاریٰ اور ہندو اقوام اور اکثر و بیشتر غیر مسلم اقوام اور ان کی دیکھا دیکھی ان کے طرز پر جاہل و غافل مفاد پرست مالدار مسلمان بھی اس سے پیچھے نہیں ہیں اللہ کی پناہ۔

اور بعض برادریوں میں اس کا رواج بہت زیادہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے اور اگر سودی رقم کہیں سے حاصل ہو جائے جیسا کہ لوگ سرکاری بینکوں سے اس لئے لے لیتے ہیں کہ اگر وہاں چھوڑا گیا اس رقم کو تو ہمارے خلاف ہی استعمال ہوگی تب بھی یا تو غیر شرعی ٹیکسوں میں جو سرکار کی جانب سے ہم پر عائد ہیں اور اس کا کوئی صحیح اور معتبر فائدہ ہمیں حاصل نہیں ہوتا ایک ظالمانہ انداز کی چیز ہے اس سے حاصل شدہ رقم کو ادا

کر دیا جائے تا کہ ادا الی ارباب الاموال ہو جائے یا پھر غریب لوگوں کے کاموں میں خرچ کر دی جائے اس لئے کہ اللہ پاک ہمیں اس کے وبال سے بچائے نہ کہ ثواب کے حصول کی نیت سے کہ یہ غلط ہے۔

الغرض کفار کی یہ بات غلط ہے کہ سود اور بیع وشراء میں ہونے والا فائدہ یکساں ہے کیونکہ بیع میں نفع اس مال کے عوض حاصل ہوتا ہے جو ہم نے مشتری کو فروخت کی ہے اور سود میں یہ بات نہیں ہے بلکہ نفع قرض کے عوض حاصل ہوتا ہے اس تاخیر ومہلت کی بنا پر جو ہم نے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا ہے یہ انسانیت کے خلاف ہے اگر کوئی ہماری مجبوری کا فائدہ اٹھائے تو ہم اس کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے غلط سمجھتے ہیں ایسے ہی ہمیں بھی دوسرے کی مجبوری میں اس کے کام آنا چاہئے جس کا عظیم ثواب ہے نہ اس کی مجبوری کی وجہ سے اس کا خون چوسنا چاہئے یہ طریقہ یہودیوں کا جن کے قلوب میں مال کی محبت کس قدر رچ بس گئی ہے کہ وہ انسانی ہمدردی سے خالی ہو گئے ہیں ویسے بھی وہ دوسروں کو کچھ نہیں سمجھتے اسی طرح زمانہ جاہلیت کے ساہوکاروں مالدار طبقہ کا حال تھا جو دوسرے کے مال کو اپنے لئے درست سمجھتا تھا ان کا کہنا تھا کہ ہم پر دوسروں کا ناحق مال لینے میں کوئی حرج نہیں ہے ہم بڑے طبقہ کے لوگ ہیں اسی لئے یہ عمل انسانی فطرت سے میل ومطابقت نہیں کھاتا کہ شیطانی عداوت سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے کہ اس نے اپنے دوستوں کے اندر مال کی محبت بھر دی ہے بس وہ حاصل ہونا چاہئے حلال وحرام کا کوئی امتیاز نہیں ان کے یہاں نہیں ہوتا اسی وجہ سے کتاب اللہ العظیم میں اس کی حرمت واقع ہوئی اور سمجھایا گیا کہ بیع حلال امر ہے اور سود حرام معاملہ ہے اور حلال وحرام دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں اسی لئے

سود کی ہر قسم حرام کی گئی ہے لوگ اس کو استعمال کرتے ہوں مگر وہ غلط وممنوع ہے بلکہ اگر قرض دینے کی حیثیت ہے تو بلا سود کے دیا جائے اس کا ثواب ہے اور قرض دینے کی اس لئے ہمت نہیں ہے کہ واپسی مشکل ہے یا پریشان کرے گا قرض لینے والا جیسا کہ ہمارے اس دور میں لوگوں کی بدسلوکی اور بد معاملہ ہے تو حسب توفیق جو کچھ بسہولت میسر ہو للہ فی اللہ خدمت کرے ضرورت میں کام آئے ورنہ اچھے انداز سے معذرت خواہی کرلے یہ اچھا ہے قرض دینے سے، رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: **لعن اللہ آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدہ** (رواہ جابر)۔ کہ اللہ پاک لعنت کرے سودی کھانے کھلانے والے پر سودی معاملے کو لکھنے والے اور اس پر جو اس بارے میں گواہ ہو (ترمذی وابوداؤد)۔

اور فرمایا کہ قیامت کے قریب لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی پرواہ نہ کرے گا کہ مال کہاں سے آرہا ہے حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے (بخاری) اور حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا سودی معاملات کو میں ختم کرتا ہوں اپنے خاندان سے بھی اور سب ہی سودی نظام کے خاتمہ کا اعلان فرمایا اور حضرت ابن عباس وغیرہ کے سودی کاروبار کو سب سے پہلے ختم کرتا ہوں فرمایا: **وربا الجاھلیۃ موضوعۃ کلھا واول ربا وضع ربا العباس فانھا موضوعۃ کلھا** (بغوی،ص:۲۶۴)۔

باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ جس کو نصیحت کی بات اللہ اور ان کے رسول کی طرف سے پہنچی ہو اور وہ باز آرہا ہے بچنے لگا ہے تو پہلے معاملات کے بارے میں اس کو حکم نہ ہوگا کہ اس کو واپس کرے وہ مل جائے گا اور آخرت میں اس کا معاملہ اللہ پاک کے حوالہ

ہوگا اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا پھر سود لے تو ایسے لوگ دوزخ والے ہیں (اللہ کی پناہ) جس میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

معلوم ہوا کہ ممانعت کے باوجود حلال سمجھ کر جو اقدام کرے گا اس کا انجام کتنا خطرناک ہوگا جس کو باری تعالیٰ یہاں ذکر فرمایا یعنی **اولئک اصحاب النار هم فيها خالدون** حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سود کے ستر باب ہیں سب سے کم درجہ عنداللہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے (بغوی رص:۳۶۳)۔

سود ہلاکت وتباہی ہے

مزید قباحت بیان فرماتے ہوئے ارشاد باری عزاسمہ ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا	اللہ پاک سود کو مٹاتے ہیں اور
وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ	صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ پاک
كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ○ (سورۂ بقرہ آیت:۲۷۶)۔	کسی ناشکر گنہگار کو پسند نہیں فرماتے۔

یعنی سودی رقومات میں کوئی خیر و برکت کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ اصل مال بھی ضائع ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے انجام اس کا افلاس وغربت ہے اور خیرات کی برکت سے اضافہ ہوتا ہے اور تحفظ بھی ہوتا ہے۔

صاحبِ روح البیان فرماتے ہیں کہ سود کی برکت منجانب اللہ ختم کردی جاتی ہے اور اس کو ہلاک کردیا جاتا ہے اور اس کے بعد اس کی اولاد بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتی ہے (روح البیان رص:۴۳۴رج:۱)۔

بعض روایات میں ہے کہ اللہ پاک صدقہ وخیرات کے مال کو قبول فرماتے ہیں

اوراس کو بڑھاتے ہیں جیسا کہ تم لوگ اپنے جانوروں کے بچوں کو بڑا کرتے ہواور فرمایا کہ زکوٰۃ دینے سے مال کم نہیں ہوتا ہے۔

سودی کاروبار کرنے والا عنداللہ مبغوض ہے

اس آیت میں اللہ پاک نے سود لینے والے کو کفار اثیم سے تعبیر فرمایا ہے جو بہت ہی سخت جملہ ہے کہ ایسا شخص ناشکرا ہے اس سے اتنا بھی نہ ہوا کہ مالدار ہوکر کسی غریب کو محتاج کو بلاسود ہی کچھ زمین دیدیتا یا بطور صدقہ وخیرات دیتا یہ بھی کرنا مال کی ناشکری ہے اور سودی کام کرنے والا گنہگار بھی ہے کہ امر الٰہی کے خلاف کیا صاف ممانعت کے باوجود یہ کام کیا اور اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتے، یہ فرمایا اور بھی سخت بات ہے اہل ایمان کیلئے کہ جس عمل کو اور اس کے کرنے والے کو اللہ پاک پسند نہ کریں وہ ایمان والا ہونے کے باوجود بھی کام کرے یہ اس کے ایمان کے مقتضی کے خلاف ہے ان کے برخلاف ایمان والے یعنی ماننے والے حضرات اور اعمال صالحہ کرنے والے حضرات کے بارے میں سنئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ آیت:۲۷۷)۔	وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں جنہوں نے ماننے کا عہد کیا اور اعمال صالحہ کرنے والے نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے لوگ اللہ کو پسند ہیں ان کے لئے اجر وثواب ہے ان کے رب کے پاس نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یعنی ایسے بنو زکوٰۃ وصدقات دینے والے بنو، سودخور، بدکردار اللہ پاک کی نظر میں مبغوض نہ بنو بلکہ ایمان والے اعمال صالحہ والے تقویٰ والے، نماز قائم کرنے والے زکوٰۃ دینے والے بنو اگر آخرت میں امن وامان سے رہنا چاہتے ہو۔

صاحبِ روح البیان لکھتے ہیں کہ سود کھانے والا ایسا ہے کہ اپنے حرص ولالچ دنیوی کی وجہ سے جیسا کہ وہ شخص جس کو کتے کی بھوک لگ جائے کہ کھاتا رہے اور پیٹ ہی نہ بھرے یہاں تک کہ پیٹ پھول جائے اور بھاری ہو جائے جب جب کھڑا ہونا چاہئے بھاری پیٹ ہونے کی وجہ سے گر پڑے ایسے ہی سودخور کا حال ہوگا قیامت کے دن، عاقل انسان اتنا نہیں کھاتا جس کا دنیا اور آخرت میں تحمل نہ ہو سکے بس اس لئے بشارت ہے جو دنیا کے مال لینے حاصل کرنے میں میانہ روی اختیار کرتا ہے اس کو دنیا کی حرص ناحق لینے پر نہیں ابھارتی اور اس کو کچھ طلب کرنے کی حرص وشوق ہوتا بھی ہے تو شریعت کے تحت جس کی گنجائش اور اجازت ہے اس کو طلب کرتا ہے اور وہ حق والے سے اس کا حق نہیں روکتا اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اس کا دار ہے جس کا کوئی دار نہیں اور دنیا کے لئے وہ جمع کرتا ہے جس کو کچھ عقل نہ ہو **الدنیا دارمن لادارله ولنا يجمع من لا عقل له** اور اوپر وعید ذکر کی گئی تھی کہ اس کے ستر دروازے ہیں اور کم سے کم درجہ اپنی ماں سے زنا کے برابر ہے یعنی جو شخص رسول اللہ ﷺ کی بات مانے تو اس کو چاہئے کہ اس برے عمل سے فوراً توبہ کی طرف دوڑے اور اللہ جلیل کے دروازہ پر دستک دے کہ یا اللہ مجھے معاف فرما اور آئندہ کیلئے اس لعنت سے بچا یہ اس کی علامت ہوگی کہ اس کے پاس

بیدار دل ہے اور سمجھنے والی عقل ہے اور سننے والا کان ہے اس کے ساتھ اللہ پاک سے خیر کا ارادہ ہے اس لئے اس نے بات کو سنا اور مانا ہے۔

سود سے ممانعت اور جنگ کا اعلان

اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

یٰٓا اَیُّھَا الَّذِیْنَ	اے ایمان والو! اللہ پاک سے
اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا	ڈرو اور سودی کاروبار چھوڑ دو اگر تم واقعی
مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ	ایمان والے ہو، اگر تم باز نہیں آؤ گے تو اللہ
مُّؤْمِنِیْنَ ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا	اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار
فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ	ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کرلو گے سود سے
وَرَسُوْلِہٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ	تو تمہارے لئے اصل مال لینا درست ہے،
رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَاتَظْلِمُوْنَ	نہ تم ظلم کرو کہ زیادہ طلب کرنے لگو اور نہ تم پر
وَلَا تُظْلَمُوْن (بقرہ آیت ۲۷۸)۔	ظلم کیا جائے کہ اصل مال سے کم کیا جائے۔

تشریح: علامہ واحدیؒ الوسیط میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سودی کاروبار کرنے والے قبیلہ ثقیف کے لوگ کہنے لگے کہ ہم سب اللہ پاک کی طرف توبہ کرتے ہیں، ہم میں اللہ اور ان کے رسول ﷺ سے مقابلۂ جنگ کی طاقت نہیں ہے اور وہ اصل مال (بلا سود) پر راضی ہو گئے، یہ تھا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جذبۂ اطاعت، آج کل کے لوگوں کی طرح نہیں کہ ہزاروں وعیدیں سن کر

بھی توبہ کرنے کے لئے تیار نہیں، الا ماشاء اللہ۔علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ کو چاہئے کہ سودی کاروبار کرنے والوں کو توبہ کرنے اور سود سے باز رہنے کی تلقین کرے، اگر باز نہ آئیں تو وہ انکو مار بھی سکتا ہے (فتح القدیر/ص ۲۹۸)۔

کسی کو قرض دیکر اس سے فائدہ اٹھانا بھی سود ہے جس کو ایک حدیث شریف میں اس طرح فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قرض جس سے فائدہ اٹھایا جائے وہ بھی سود ہے **کل قرض جر نفعا فھو ربا** اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ نے سایہ میں کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کیا، ابوبکر کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک شخص کی دیوار کے نیچے میری ملاقات ہوئی اور وہ دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے لیکن پھر دور کھڑے ہو جاتے دھوپ میں اس شخص کی دیوار کے نیچے جو سایہ تھا وہاں بھی کھڑے نہیں ہوئے میں نے ان سے معلوم کیا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ میرا اس شخص پر قرض ہے اور مقروض کی کسی بھی چیز سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہے یہ بھی سود میں داخل ہے (روح البیان/ص:۳۷/ج:۱)۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سود کھانے والے کو بروز قیامت کہا جائے گا کہ اپنے ہتھیار لے لے اور خدا پاک سے لڑنے کیلئے تیار ہو جا اور کون ہے جس کو ایسی ہمت ہو سکے کہ اللہ پاک سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے، اللہ پاک کی جنگ کا سامان آگ ہے یہ ہے جس کو آیت پاک میں فرمایا گیا **فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ** کہ خدا تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کی جانب سے جنگ کا اعلان سن لو اور تیار ہو جاؤ اگر دم ہے۔

قرض دار کومہلت دینایا معاف کرنا باعث فضیلت ہے

اس کے بعد ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ	اگر قرض لینے والا واقعی تنگ دست
عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ	ہوتو اس کومہلت دے دینی چاہئے وسعت
وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ	وسہولت میسر آنے کے وقت تک اورتم بخش دو
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O (سورۂ بقرہ آیت:۲۸۰)۔	کہ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہو۔

اس آیت پاک میں اس بات کی ترغیب دی جارہی ہے کہ اپنے مقروض اور مدیون کومہلت دے دو یا پورا ہی قرض یا جتنا ہمت اور موقع ہو اس کو اتنا معاف کر دو اس کا بہت بڑا اجر وثواب ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص اپنے کسی معسر تنگ دست وغریب مقروض کومہلت دے گا یا اس کا قرض معاف کرے گا تو اللہ پاک آخرت کی پریشانیوں سے اس کو نجات عطا فرمائیں گے، عبداللہ ابن ابی قتادہؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ میرے والد کا کسی پر قرض چاہتا تھا جب انہوں نے اس کو طلب کیا تو وہ بیچارہ شخص چھپ گیا آخر کار مکہ میں پکڑا گیا اس سے اس بات کی وجہ پوچھی اس نے کہا کہ غربت وافلاس اور تنگدستی نے مجھے چھپنے پر مجبور کیا، حضرت ابوقتادہؓ نے اس پر اس سے حلف لیا اور اسکو معافی کا پروانہ لکھدیا اور یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے معسر کومہلت دے یا اس کا قرض معاف کردے اللہ پاک قیامت کی ہولنا کیوں سے نجات دیں گے۔

انسانی ہمدردی اللہ پاک کو کس قدر محبوب ہے

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا اس کی روح کو جب فرشتوں نے نکالنے کیلئے پکڑا اور اس سے کہا کہ کیا تیرے پاس کوئی بھلائی ہے اس نے انکار کیا فرشتوں نے اس کو یاد دلایا اس نے کہا بس اتنی بات یاد آ رہی ہے کہ لوگوں کے ساتھ قرض کے لین دین کا معاملہ کرتا تھا میں نے اپنے کارندوں کو یہ کہہ رکھا تھا کہ تنگ دست آدمی کو مہلت دیں یا معاف بھی کر دیا کریں اللہ پاک نے فرمایا فرشتوں کو معاف کر دو کچھ نہ کہو (بغوی رص:۲۶۵رج:۱)۔

فائدہ انسانی ہمدردی کا یہ عمل اللہ پاک کو کس قدر پسند آیا کہ اس کی معافی ہوگئی **سبحان اللہ العظیم وبحمدہ۔**

نیز ایک حدیث میں ہے جس کو ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جس کے رسول پاکﷺ مقروض تھے آقائے نامدارﷺ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا اور اس میں شدت وسختی برتنے لگا اور غیر مناسب باتیں کرنے لگا یہ دیکھ کر وہاں پر موجود صحابہ کرام نے اس کو روکا اور دھمکایا رسول اللہﷺ نے فرمایا اس کو کچھ نہ کہو جس کا حق ہوا ہے اس کو کہنے کی گنجائش ہوتی ہے اور ایک عمدہ اونٹ خرید کر اس کو دیدیا اور عرض کیا کہ اس کے اونٹ کے جو اس نے دیا تھا افضل وشاندار اونٹ کی شکل میں مال دیا ہے فرمایا آقائے نامدارﷺ نے وہی خرید کر دو جو تم میں بہتر ہے جو اپنے قرضہ کو اچھے انداز سے ادا کرے (بغوی رص:۲۶۹رج:۱)۔

دیکھئے یہ ہیں تعلیمات ہمارے اس عظیم الشان محبوب کی جس کی ہم امت ہیں ہمارے لئے ان احادیث میں نمونۂ عمل ہے۔

مالدار کا ٹال مٹول کرنا

ایک روایت میں ہے اس کو بھی حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مقروض و مالدار کا ٹال مٹول کرنا یعنی حیلہ بہانہ کرنا نہ دینے کا ظلم ہے اور جب کسی مالدار پر تم کو بھروسہ دلایا جائے کہ قرض اس سے وصول کیا جائے تو اب اسی کا پیچھا کیا جائے گا (ترمذی رج:۱)۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مومن انسان کی روح معلق رہتی ہے اپنے دین وقرض کی وجہ سے یہاں تک کہ اس کے قرض کو ادا کردیا جائے یعنی اس کی مغفرت نہیں ہوتی جب تک کہ قرض کی ادائیگی نہ ہوجائے۔

صحابۂ کرامؓ کا عمل

حضرت ابوقتادہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا عرض کیا یارسول اللہ کیا خیال ہے کہ اگر میں راہِ خدا میں شہید کردیا جاؤں اس حال میں کہ میں جہاد میں جمنے والا ہوں اور ثواب کی امید سے ایسا کررہا ہوں اور سامنے بڑھتا ہی چلا جاؤں اور پیچھے نہ ہٹوں کیا اللہ پاک میری جملہ خطائیں معاف فرمادیں گے؟ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بیشک ایسا ہی ہے پھر جب وہ جانے لگا اس کو بلایا خود یا کسی کے ذریعہ سے اور فرمایا کیا کہا تھا تم نے اس شخص نے پھر اپنی بات دہرائی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوائے قرض کے سب معاف ہے، جبرئیلؑ نے ابھی بتایا ہے اس لئے

تجھ کو بلا کر یہ بتایا ہے (بغوی رص:۲۶۶رج:۱)۔

اس کے بعد ارشاد خداوندی ہے:

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ	اوراس دن سے ڈرو جس میں
فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ	تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے
نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا	پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا پورا پورا ملے گا
یُظْلَمُوْنَO (سورۂ بقرہ آیت:۲۸)۔	اوران پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آخری وہ آیت ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اس آیت کو بقرہ کے آخر میں رکھدو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ایک قول کے مطابق دو دن حیات رہے اور ایک قول ۱۷ر یا ۱۹ر دن کا بھی ہے (روح البیان رص:۴۳۹رج:۱)۔ اس کے بعد اللہ پاک کو پیارے ہو گئے۔

جب قرض کی بات آ ہی گئی تو اس سلسلہ کی ایک اہم تاکیدی بات سنو کہ اس معاملہ کو لکھ لیا کرو ارشاد باری ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ	اے ایمان والو! جب معاملہ
آمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ	کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک تو
اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ	اس کو لکھ لیا کرو اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے
وَلْیَکْتُبْ بَیْنَکُمْ کَاتِبٌ	آپس میں کوئی لکھنے والا انصاف کے
بِالْعَدْلِ وَلَا یَأْبَ کَاتِبٌ	ساتھ لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی

اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَهُ
اللّٰهُ فَلْیَکْتُبْ وَلْیُمْلِلِ
الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ
وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا
یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْئًا فَاِنْ
کَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ
سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْلَا
یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ
فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ
وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ
مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاِنْ لَّمْ
یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ
وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ
مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ
اِحْدٰهُمَا فَتُذَکِّرَ
اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰی
وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا
مَادُعُوْا وَلَا تَسْئَمُوْآ

نہ کرے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو
سکھلا دیا اس کو چاہئے کہ لکھ لیا کرے
اور وہ شخص لکھوادے جس کے ذمہ وہ
حق واجب ہواور اللہ تعالیٰ سے جو اس
کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس میں
سے ذرا برابر کمی نہ کرے پھر جس شخص
کے ذمہ حق واجب تھا وہ اگر خفیف
العقل ہو یا ضعیف البدن ہو یا خود
لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا
کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوادے اور
دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ
کرلیا کرو پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ
ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے
گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو
تا کہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی
ایک بھی بھول جاوے تو ان میں ایک
دوسرے کو یاد دلا دے اور گواہ بھی
انکار نہ کیا کریں جب بلا لئے جایا کریں

اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا	اور تم اس کے لکھنے سے اکتایا مت کرو خواہ
اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ	وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو یہ لکھ لے نا انصاف کو
اَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ وَاَقْوَمُ	زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک
لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَنْ لَّا	اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے
تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ	اور زیادہ اس بات کا کہ تم کسی شبہ میں نہ
تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا	پڑو مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو جس کو
بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ	باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم
جُنَاحٌ اَنْ لَّا تَكْتُبُوْهَا	پر کوئی الزام نہیں اور خرید وفروخت کے
وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا	وقت گواہ کرلیا کرو اور کسی کاتب کو تکلیف
يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ	نہ دی جاوے اور کسی گواہ کو اور اگر تم ایسا
وَّاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ	کروگے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا اور خدا
بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ	تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ تم کو تعلیم فرماتا
اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ	ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے
عَلِيْمٌO (سورۂ بقرہ آیت:۲۸۲)۔	والے ہیں۔

یہ ہے خلاصہ تمام کتب کا۔

صاحب روح البیان نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ میں تمام آیات بلکہ تمام کتب بمنزلہ علی الانبیاء والمرسل کا خلاصہ آ گیا ہے یہ خاتمہ قرآن بھی ہے اور تمام سابق کتابوں کا خلاصہ بھی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن خاتم الکتب

السابقہ ہے اور یہ آیت ان کا خاتمہ ہے پھر لکھا ہے کہ جاننا چاہئے کہ جملہ کتب کا خلاصہ صرف دو باتیں ہیں (۱) درجات سفلی سے نجات اور دوسرے درجات علیاء کا حصول اور ان کے ذریعہ کامیاب ہونا اور درجات سفلی سات ہیں (۱) کفر (۲) شرک (۳) جہالت (۴) معصیت (۵) اخلاق ذمیمہ (۶) حجابات شیطانیہ (۷) حجابات نفسانیہ، اور ان سے بچنے کے طریقے اور ذریعے وہ درجات عالیہ کا پانا ہے اور وہ آٹھ ہیں (۱) معرفت ربانیہ (۲) توحید باری (۳) علم الٰہی کا حصول (۴) طاعات (۵) اخلاق حمیدہ کا حصول (۶) جذبات حق کا حصول (۷) انانیت کو فنا کرنا (۸) ہدایت الٰہیہ وجود باری کے ذریعہ بقاء کا حصول، اس آیت مبارکہ میں اس تمام مجموعہ کی طرف اجمالا اشارہ فرمایا گیا ہے اللہ پاک کا ارشاد **اتقوا اللہ** بہت جامع کلمہ ہے جو ان تمام معانی اور مضامین کے حصول کی سعی اور کوشش سے متعلق ہے، کیونکہ تقویٰ درحقیقت انسان کو ان تمام چیزوں سے دور کرنے کا نام ہے جو اللہ پاک سے انسان کو دور کرنے والی ہیں اور ان تمام اشیاء کو عمل میں لانے کا نام ہے جن سے انسان خداوند قدوس کے قریب ہوتا ہے اور اس بابت رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ تقویٰ کا خلاصہ اللہ پاک نے اس آیت کریمہ: **ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان** الخ میں بیان کر دیا ہے اس سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ جملہ درجات سافلہ اوصاف ذمیمہ سے نکلنا اور درجات عالیہ یعنی اوصاف حمیدہ محمودہ کو پانا تقویٰ کے مفہوم میں داخل ہے۔ جہالت سے علم کے ذریعہ اور معاصی سے طاعات کے ذریعہ اور اخلاق ذمیمہ سے اخلاق حمیدہ کے ذریعہ نکلنا ہے۔

معلوم ہوا کہ حقیقی تقویٰ اختیار کرنے کے بعد ایمان حقیقی حاصل ہوتا ہے پس

آیت کریم کا مطلب یہ نکلا جس قدر ممکن ہو اللہ پاک سے ڈرو اپنے جملہ وظائف عبدیت کوادا کر کے تم ہماری طرف رجوع کامل پاؤ گے اس وقت تمہارا ہماری طرف آنا حقائق ایمان وعرفان وثائق، یقین وایقان کے ساتھ ہوگا جس کی شروعات تم نے ہماری ہدایت کے ساتھ کی تھی اور انجام لطائف حقیقت کے ساتھ سعادت کا پاجانا اور ہمارے قرب ووصال تک پہنچ جانا ہو۔

خاتمہ سورۂ بقرہ

فائدہ: یہ ایک جامع ترین خلاصہ ہے کہ ہم ایمان والوں نے ان تمام چیزوں کو مانا، قبول کیا، تصدیق کی، اپنایا، اپنے اندر جذب کیا، اپنے اندر پیدا کیا جو بواسطہ سیدالمرسلین ﷺ اللہ نے ہم تک پہنچایا قرآن کریم کے مضامین کو اپنے اندر اتارا، ان اخلاق عالیہ سے متصف ہونا یہ حقیقت ہے، قرآن اور اس پر عمل کرنا یہ ہے مقصود قرآن، کیونکہ وہ ہدایت ہے اور ہدایت، ہدایت کب ہوگی جب اس کو قبول کیا جائے گا عملی جامہ پہنایا جائے گا، یہی وہ بات جس کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ حضور پاک ﷺ کے اخلاق قرآن کی آیات تھیں **کان خلقه القرآن** یعنی جو کچھ قرآن کریم میں انسان سے چاہا گیا ہے وہ سب نبی پاک ﷺ کی حیات طیبہ سے سمجھا جاتا تھا، ایک ایک سنت ایک ایک آیت پر عمل تھا اور اس کی تفسیر تھی ایک قرآن کتاب اللہ کی شکل میں ہے اور ایک قرآن سیرت پیغمبر ﷺ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے، قرآن پاک کو سمجھنا ہو تو سیرت طیبہ سے سمجھنا چاہئے یہ عملی قرآن ہے محض آیات کا پڑھنا باعث اجر وثواب ضرور

ہے مگر بلا سمجھے پڑھنا عمل کے بغیر مفید نہیں ہے، مقصود ہی نزول قرآن کا اسکو سمجھنا اس کے مطابق عمل کرنا ہے، جیسا کہ کسی بادشاہ نے اپنے غلاموں میں سے کسی کو امارت وعہدہ دیکر کسی علاقہ کی ریاست اور حکومت سپرد کردی ہو اور اس کیلئے ایک پروانہ بھی لکھدیا ہو کہ جملہ شہر والے اس کی اطاعت کریں پھر وہ وہاں آیا جہاں کا حکم ملا اور مملکت پر بیٹھ گیا اور لوگوں نے اس کی اطاعت بھی قبول کرلی کہ بڑے بادشاہ کا فرمان ہے اس کا نمائندہ ہے پھر بادشاہ نے اس کو لکھا کہ ہمارے لئے ایک محل بناؤ اور بڑا شاندار بناؤ مگر اس نے کچھ نہ کیا ہو اور ہر دن وہ منشور اور کتاب اپنے شہر والوں کو پڑھ کر سنائے اور جو حکم ملا وہ کام نہ کرے تو بادشاہ کی جانب سے خلعت اور انعام کا مستحق ہوگا یا پٹائی اور قید وحبس کا اسی طرح قرآن ایک منشور الٰہی ہے اللہ پاک نے اس کے اندر بندہ کو اپنی عبادت اور خدمت خلق کا حکم فرمایا، یہی ہے خلاصہ قرآن جیسا کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب مفسر لاہوری نے فرمایا کہ دو لفظوں میں تم کو قرآن پاک کا خلاصہ سمجھا دوں گا اپنے اللہ کو جو تمہارا خالق ہے اس کو راضی کرلے اور خلق خدا کو راضی کر واس کی خدمت کر کے بس اتنی سی بات ہے لہذا جسے منشور سلطان کو صرف پڑھ لینا کافی نہیں سمجھا جاتا اسی طرح قرآن کو صرف پڑھنا عمل کے بغیر کافی کیوں سمجھتے ہیں دخول جنت کیلئے وہاں تو **جزاء بما کانوا یعملون** ہے فرمایا گیا ہے جیسا کہ کسی نے کہا

مراد از نزول قرآن تحصیل سیرت   خویست نہ ترتیل سورۂ مکتوب بتجوید

(روح البیان رص: ۴۴۷ رج:۱)

عن بن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ لا حسد الا علی اثنین رجل اٰتاه الله القرآن وهو یقوم به اٰناء اللیل واٰناء النهار ورجل اٰتاه الله مالا فهو ینفق منه اٰناء اللیل واٰناء النهار (مشکوٰۃ رص:۱۸۴رج:۱)۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا رشک نہیں ہے مگر دو شخصوں پر یعنی کسی چیز میں رشک کرنا بہتر نہیں ہے مگر دو شخصوں کے حال پر ایک وہ شخص کہ اللہ نے اس کو قرآن دیا اور وہ شخص رات اور دن کے وقت قیام کرتا ہے قرآن کے ساتھ (یعنی قیام اللیل میں قرآن شریف پڑھتا ہے) اور دوسرا وہ شخص ہے کہ اللہ نے اس کو مال دیا ہے اور وہ دن رات کے اکثر حصے میں اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے۔

ایمان وحکمت

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَانَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۝ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۱۸)۔

جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطہ چاہیں گے فی الحال ہی دیدیں گے پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ ہو کر داخل ہوگا۔

ایمان کا حکمت کے ساتھ گہرا رشتہ ہے اسی وجہ سے ایک حدیث پاک میں

دونوں چیزوں کوایک ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے کہ **الایمان یمان والحکمة یمانیة** کہ ایمان بھی یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے یعنی اہلِ یمن میں ایمان اور حکمت قبول کرنے کی بڑی صلاحیت ہے اگر چہ اس روایت کا مقصود اصلی یمن کی تعریف کرنا ہے کہ وہ لوگ ایمان اور حکمت کے قریب ہیں مگر اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ایمان کا حکمت کے ساتھ قوی رشتہ ہے، اسی وجہ سے حکمت کا تذکرہ قرآن کریم میں بار بار آیا ہے، ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ جس کوحکمت عطا کی گئی اس کو بڑی بڑی خیر دے دی گئی **ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیرا۔**

اس موضوع پر بندہ ناچیز نے اپنے رسالہ فضیلت وحکمت میں اور فوائد شریفیہ میں تفصیلا کلام کیا ہے یہاں مقصود اس بات کو پیش کرنا ہے کہ جس کو قرآن کریم نے فرمایا کہ یہ باتیں حکمت کی باتیں بڑے کام کی باتیں ہیں جن کو جاننا اور ماننا اہل ایمان اہل قرآن کو بہت ضروری ہے، صرف یونان والوں کی حکمت سے کام نہ چلے گا فائدہ نہ ہوگا کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

کم بخوانی حکمت یونانیاں   حکمت ایمانیاں راہم بخواں

یعنی کب تک یونان والوں کی حکمت پڑھتے رہو گے ایمان والوں کی حکمت کو بھی پڑھو ہمیں اس حکمت کی ضرورت ہے جس سے ہمارا ایمان مضبوط اور قوی ہو ہمارا دل ودماغ روشن ہو اور ایسا وہ نسخہ کیمیا قرآن حکیم کا بتایا ہوا نسخہ ہے اور جو وہاں سے دیا جائے گا وہی اصل حکمت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا کی ہی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے اور جس کے واسطہ چاہیں گے فی الحال ہی دیدیں

گے اس میں کفار ومشرکین بھی شامل ہیں اور ریا کار اہل نفاق لوگ جن کے پیش نظر صرف دنیا ہی دنیا ہے اس کی عزت ودولت سے انہیں مطلب ہے ان کے نزدیک آخرت کی نعمت ودولت کی کوئی وقعت وقدر نہیں ہے نہ اس کے ان کے اعمال ہوتے ہیں ایسے ہی وہ شخص جس نے صرف دنیوی مفاد کیلئے ہجرت کی ایسے ہی وہ مجاہد جس نے صرف حصول غنیمت کے مقصد سے جہاد کیا اور شہرت دنیوی کو اپنا مقصود بنایا ایسے ہی وہ لوگ جو دینی اعمال کو صرف دنیا کیلئے اور آرام وراحت کیلئے اپنائے ہوئے ہیں آخرت ان کا مقصود نہیں ہے، ہم ان کو دنیا میں ہی دیدیں گے جس کو دینا چاہیں گے وہ بھی ہر ایک کو نہیں کیونکہ ہر ایک کو اس کی تمناؤں کے مطابق دینا بھی حکمت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ پاک آزماتے بھی تو ہیں کبھی مطلوب ومقصود انسانی کو پورا فرمادیتے ہیں اور کبھی نہیں بھی کرتے ہیں اور بعض مرتبہ ساتھ میں پورا فرمادیتے ہیں اور کبھی طلب کے کچھ عرصہ بعد اور کبھی بلا طلب پر بھی دیتے ہیں اللہ پاک کا اپنا نظام ہے جو ان کی حکمت ومصلحت پر چلتا ہے بندہ کی بندگی کا یہ تقاضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلے نہ کہ یہ سوچے کہ مولی تعالیٰ اس کی مرضی کے مطابق ہی ہر فیصلہ فرمائیں یہی اصل طریقہ عبدیت ہے اپنی مرضی کو فنا کرنا اور ہر وقت مرضی محبوب کو سامنے رکھنا، اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جس نے اپنا مقصود دنیا ہی کو بنایا نہ آخرت کو اس کو آخرت میں ہم کچھ نہ دیں گے بلکہ ہم اس کیلئے جہنم تجویز کردیں گے جس میں طرح طرح کے عذاب ہوں گے یہ شخص اس میں بدحال قابل مذمت ہوکر راندہ درگاہ ہوکر داخل ہوگا یہ اس کی بدنیتی کا وبال ہے کہ جہنم میں داخل کیا جائے گا اس بری حالت میں جس کو اللہ پاک نے مذموم اور مدحور سے تعبیر فرمایا،

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا ہی کو سب کچھ مقصود سمجھنا اور آخرت پر یقین ہی نہ رکھنا یا ایمان رکھتے ہوئے اس کو نظر انداز کر دینا کتنا مذموم عمل ہے اللہ پاک کی نظر میں اور ہم ان سب باتوں کو کچھ اہمیت نہیں دیتے اور اپنے آپ کو بڑا مخلص گردانتے ہیں، معلوم ہوا کہ کون مخلص ہے اور کون غیر مخلص و **الله یعلم المصلح منکم و منّا**۔

اس کے برخلاف جس نے آخرت کو اپنا مقصود اصلی بنالیا ہو اور وہ صرف اس کے لئے کوشش کرتا ہوگا ایسے لوگوں کی سعی اور کوشش مقبول ومشکور ہوگی یعنی وہ اپنے اعمال صالحہ کا عوض آخرت میں چاہتا ہے اسی کی نیت وارادہ کرتا ہے اور اس کی سعی اور کوشش یعنی عمل اور امر الٰہیہ کے مطابق ہوگا بشرطیکہ وہ ایمان بھی رکھتا ہو یعنی ایمان اور اخلاص ارادہ آخرت، اور عمل شریعت مقدسہ کے مطابق کرے تو اس کا عمل اللہ پاک کے یہاں مقبول ہوگا اور اس کی قدر دانی کی جائے گی اسکو ثواب دیا جائے گا یہ سب شرطیں ہیں اعمال صالحہ کے قبول ہونے کی باری تعالیٰ اس کو فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ○ (سورہ بنی اسرائیل آیت:۱۹)۔	اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے جیسی سعی کرنی چاہئے ویسی ہی سعی بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مؤمن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی۔

معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ نے انسان کو مرکب بنایا دنیا اور آخرت کی طرف توجہ

اور میلان سے اور ہر ایک کی طبیعت ومزاج میں دنیا اور آخرت کا میلان کا جب غلبہ ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ نفس جہنم کی طرف زور پکڑ رہا ہے اور جب آخرت کی طرف میلان وتوجہ کا غلبہ ہو تو سمجھ لو کہ روح جنت کے مراتب اور درجات کی جانب مائل ہے۔

دنیا کی مذمت

اور قلب انسان کے اندر دونوں قسم کے جذبات رکھے گئے ہیں اور یہ سب رحمٰن تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان کا قصہ ہے ایک انگلی لطف وکرم کی اور دوسری قہر وغضب کی ہے پس جس کو اللہ پاک اپنے قہر وغضب کا مظہر بنانا چاہتے ہیں تو اس کے دل کو دنیا دنی کی طرف موڑ دیتے ہیں اور وہ دنیا کا ہی مرید اور چاہنے والا بن جاتا ہے اسی کے ساتھ اپنے نفس کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ جہنم کے درجات اور گھروں تک پہنچتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے اور جس کے ساتھ اللہ پاک کا ارادہ خیر ہوتا ہے اور اس کو اپنے لطف وکرم کا مظہر دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے قلب کو عالم بالا کی طرف پھیر دیتے ہیں اور وہ آخرت کا مرید آخرت کا بیٹا آخرت کا فرزند بن کر ابھرتا ہے اور اسی کیلئے سعی یعنی عمل صالح کرتا ہے اور سچی طلب اپنے اندر رکھتا ہے ایمان کے ساتھ کیونکہ اصل الاصول تو ایمان ہی ہے جو ہر سعادت کی جڑ ہے ایسا شخص کامیاب ہوتا ہے، حدیث شریف میں فرمایا کہ دنیا کے بھی بیٹے ہیں اولاد ہے اور آخرت کے بھی بیٹے ہیں اس کی بھی اولاد ہے پس تم آخرت کی اولاد بنو دنیا کے بیٹے اور اس کی اولاد نہ بنو اور نہ اس کی اولاد میں سے ہو۔

عن ابی سعیدالخدریؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا حلوۃ خضرۃ و ان اللہ مستخلفکم فیھا فینظر کیف تعملون فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء (مشکوۃ شریف رص:۲٦۷رج:۲)۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ دنیا سرسبز وشاداب ہے اور حلاوت لذیذ ومزے دار بھی ہے کہ انسان کو بہت پسند آتی ہے اللہ پاک تمہیں اس کے اندر دوسروں کے بعد بھیجیں گے موقع دیں گے پھر دیکھیں گے کہ تم اس میں کیسا عمل کرتے ہو خبردار دنیا سے بچنا اور عورتوں کے فتنے سے بچنا اس لئے کہ بنی اسرائیل میں فتنہ کی شروعات عورتوں سے ہی ہوئی تھی۔

یعنی دنیا کا فتنہ اور اس میں بالخصوص عورتوں کا فتنہ بڑا خطرناک ہے کہ مردوں کو سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ عورتوں کا ہے اس سے نقصان دہ فتنہ کوئی نہیں ہے اسی لئے دنیا کے فتنوں اور عورتوں کی طرف سے میلان سے بہت زیادہ ڈرایا اور بچایا گیا ہے اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا کہ عاقلوں کی عقل کو بھی ختم کردیتی ہیں خود ناقص العقل والدین ہیں مگر اچھے اچھے مردوں کی عقل اور مزاج وطبیعت پر غالب آجاتی ہیں اور ان کو پچھاڑ دیتی ہیں۔

عن انس بن مالکؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت الاٰخرۃ ھمہ

ایک اور حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جس نے آخرت کو اپنی فکر کا مرکز بنایا اللہ پاک اس کے قلب کے اندر غنا کی شان پیدا فرمادیتے ہیں اور اس کے منتشر

جعل الله غناء ہ فی قلبه	معاملات کوجمع فرما دیتے ہیں اور دنیا اس کے
وجمع له شمله واتته الدنيا	پاس آتی ہے ذلیل وحقیر ہوکر اور جو اپنی ساری
وهی راغمة ومن كانت	فکر وتوجہ ہمت ومحنت کا میدان دنیا کو بناتا ہے
الدنيا همه جعل الله فقره	اللہ پاک اس کی آنکھوں کے درمیان فقر
بين عينيه وفرق عليه شمله	وفاقہ کردیتے ہیں اور اس کے معاملات کو
ولم يأته من الدنيا الا	منتشر کردیتے ہیں اور اس کو دنیا صرف وہی
ماقدر له(ترمذی شریف،ص:۳۰۷،ج:۲)۔	ملتی ہے جتنی مقدر میں ہوتی ہے۔

اس کے بعد ارشاد ربانی ہے کہ ہم دیتے تو سب کو ہیں جو دنیا کے مرید ہیں ان کو بھی اور جو آخرت کے ہیں ان کو بھی دیتے ہیں اور تیرے رب کی عطا وبخشش کسی سے بند نہیں کی جاتی ہے آپ دیکھئے کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے اور آخرت بڑے درجات والی جگہ ہے اور بڑی فضیلت والی شئے ہے دنیا تو اس کے مقابلہ ایسی ہے جیسا کہ دریا کے سامنے ایک قطرہ یعنی دنیا تو سب کیلئے ہے فاجر وفاسق کافر ومشرک بھی اس سے فائدہ اور نفع اٹھائے گا اور ایک ایمان والا مطیع وفرمانبردار انسان بھی اس سے اپنا حصہ لے گا یہ دسترخوان تو سب کیلئے بچھایا گیا ہے شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ؎

ادیم زمین سفرۂ عام اوست — بریں خوان یغمہ چہ دشمن چہ دوست
پس پردہ بیند عملہائی بد — ہم لا پردہ پوشد بالائی خود
وکر بر جفا پیشہ بشتافتی — کی از دست قہرش امان یافتی

اسی کو حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا: **ان ھـــذہ الــدنیـــا عرض حاضر یاکل منھا البر والفاجر الخ** مگر اصل تو آخرت ہے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اور دنیا فانی اور عارضی جگہ ہے اور آخرت باقی اور اصلی جگہ ہے، جس کو اللہ پاک نے ایک دوسری جگہ فرمایا: **بَـلْ تُـؤْثِـرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی** (سورۂ اعلیٰ)۔

اور یہاں فرمایا: **والاٰخرۃ اکبر درجات واکبر تفضیلا** آخرت کے درجات عام اہل ایمان کیلئے بھی ہیں پھر انمیں جو جس قدر عمل صالح کے ساتھ متصف ہوگا اسی کے بقدر درجات عالیہ کا مستحق ہوگا علم وعمل، اخلاص، اخلاق اور دیگر کمالات دینیہ کے اعتبار سے، ایک جگہ باری تعالیٰ نے فرمایا: **یَـرْفَـعِ الـلّٰـہُ الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوا مـنکم وَالَّذِیْنَ اُوْتُـوا الْـعِلْمَ دَرَجَاتٍ** کہ اللہ پاک نے ایمان والوں کے اور ان میں خاص کر اہل علم کے درجات بلند فرمائے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ عالم کا درجہ غیر عالم مومن پر سات سو گنا زیادہ ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جیسا کہ زمین وآسمان کے درمیان ہے۔

اسی طرح صلحا، اولیاء اللہ کے درجات ومراتب بہت بلند ہوں گے، ایسے ہی شہداء حضرات ہیں، صحابہ کرام ہیں ان کے مقامات اور بلند وبالا ہوں گے پھر انبیاء ومرسلین ہیں ان کے مقامات کا کیا پوچھنا ہے وہ تو سب سے ہی بلند مقام پر ہوں گے جیسا کہ دنیا کے اندر دینی مراتب وکمالات ہیں اسی حساب سے وہاں درجات ہوں گے،

دین پر عمل، دین کی اشاعت اوراس کی خدمت چونکہ ان کے حصہ میں سب سے زیادہ دین پر عمل اوراس کی خدمت واشاعت اوراس سلسلہ کے جملہ معاملات آئے ہیں جو ہم جیسوں کی تعبیر سے باہر ہیں۔

حکمت کی باتوں سے ایک بات یہ بھی ہے: **لَاتَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْماً مَخْذُولًا** اللہ پاک کے ساتھ دوسرا خدااور معبود مت بناؤ ورنہ بدحال بے یارومددگار رہو کر بیٹھے گا۔

معلوم ہوا کہ شرک کرنا عقل وحکمت ودانائی کے خلاف ہے بلکہ بڑی بے جابات ہے اورنہایت احمقانہ فکر ہے اور غلط عقیدہ وخیال ہے اس کی مذمت پر سابق میں لکھا گیا اور جتنا بھی لکھا جائے وہ کم ہے،قرآن پاک کا ایک بڑا حصہ کفروشرک کی مذمت پر موجود ہے یہ لفظ مذموم ومخذل بھی اس جگہ بہت سخت ہے جملہ فرشتوں ،عقلمند انسانوں، پیغمبروں اورولیوں کے نزدیک مذموم ومخذول ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا	اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے
تَعْبُدُوْآ اِلَّآ اِیَّاهُ	کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرواور تم
وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًااِمَّا	ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر
یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ	تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے
اَحَدُهُمَا اَوْ کِلٰهُمَا فَلَا	دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں سو ان کو کبھی

تَــقُــلْ لَّهُــمَــا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ٥ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا ٥ (سورۂ بنی اسرائیل آیت: ۲۳)۔

ہُوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے۔

حقوق الوالدین کا تذکرہ

رب العزت والجلال کا یہ فیصلہ ہے کہ تم عبادت کرنا کسی کی مگر اللہ پاک ہی کی یہ بات بھی سابق مضمون کی تکمیل ہے اس کے ساتھ ساتھ یہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے اور ان کے حقوق کا بیان ہے اور اپنے حقوق کے بعد فوراً رب العزت نے والدین کے حقوق کا تذکرہ فرما کر ان کے حقوق کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ انسان کے ظاہری وجود اور حیات وعیش کا ذریعہ وہی ہیں اور سبب اعلیٰ اور حقیقی وہ ہیں اللہ پاک جل مجدہ تو گویا سبب حقیقی کے بعد سبب ظاہری کی تعظیم کا بھی امر فرما رہے ہیں یعنی توحید کے ذکر کے بعد والدین کا تذکرہ فرمایا بہت ہی فضیلت کا اظہار ہے والدین کی کیونکہ وہ تربیت اور رحمت وشفقت میں اللہ پاک کی صفات کے آثار کے مظہر ہیں اور ان کے احسانات روز اول سے اولاد کے ساتھ وابستہ ہیں جبکہ ان احسانات کا

شدید محتاج تھا لہذا توحید کے بعد ان کے احسانات کا خاص ذکر فرمایا، چنانچہ ایک حدیث شریف میں تو والدین کے ساتھ حسن سلوک کو نماز، روزہ، حج وعمرہ، جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے (روح البیان رص: ۱۴۷)۔

ایک جگہ فرمایا کہ والدین نماز کے بعد افضل عمل ان کے ساتھ حسن سلوک ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے معلوم کیا یا رسول اللہ ﷺ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا، میں نے پوچھا پھر کونسا عمل ہے؟ فرمایا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، میں نے پوچھا پھر کونسا عمل ہے، فرمایا جہاد فی سبیل اللہ، پھر خاموش ہو گئے اگر میں زیادہ سوالات کرتا تو اور زیادہ جوابات عنایت فرماتے (ترمذی شریف رص: ۱۱رج: ۲)۔

والدین کی رضامندی کا مقام

ایک اور روایت میں ہے جس کو حضرت ابوالدرداءؓ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والدین جنت کے دروازوں میں سے بیچ کا دروازہ ہیں چاہے تو ان کی حفاظت کر چاہے ان کو ضائع کر دے۔

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک کی رضامندی والد کی رضامندی میں مضمر ہے اور اللہ پاک کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں مضمر ہے (ترمذی رص: ۱۲رج: ۲)۔

بیہقی میں ہے کہ اللہ پاک والدین کے خوش ہونے سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے ناراض ہونے سے ناراض ہوتے ہیں، نیز ان سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک

شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جہاد کا ارادہ ہے فرمایا کیا تمہارے والدین حیات ہیں؟ عرض کیا جی ہیں فرمایا ان کی خدمت کرو یہی جہاد ہے (بیہقی رص:۱۷۶رج:۶)۔

نیز مروی ہے کہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے جہاد کی بیعت کیلئے آیا ہوں اور والدین کو میں نے روتا ہوا چھوڑا ہے فرمایا لوٹ جا اور ان کو ہنساؤ جب کہ تم نے ان کو رُلایا ہے (بیہقی رص:۱۷۷رج:۶)۔

ایک جگہ اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اس حال میں بستر پر لیٹنا کہ والدین کو تم ہنساتے ہو اور وہ تمہیں ہنساتے ہوں یہ جہاد سے افضل ہے (بیہقی رص:۱۷۹رج:۶)۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ والدہ کے پاؤں کے نیچے جنت ہے یعنی ان کی خدمت سے جنت کا حصول ہوتا ہے (بیہقی رص:۱۷۸رج:۶)۔

ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ولد والد کا احسان ادا ہی نہیں کر سکتا صرف اس صورت میں کہ ان کو غلام و مملوک پائے اور خرید کر آزاد کرا دے (بیہقی رص:۱۸۲رج:۶)۔

حسن سلوک سے عمر و رزق میں برکت

ایک جگہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی برکت سے اللہ پاک عمر میں اضافہ فرماتے ہیں۔

اس کو حضرت انس بن مالکؓ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہﷺ نے جو شخص یہ چاہے کہ اللہ پاک اس کی عمر میں اضافہ فرمائیں اور رزق میں اضافہ فرمائے تو اس کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آنا چاہئے (بیہقی رص:۱۸۵رج:۶)۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جو نیک اولاد والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والی اپنے والدین کو رحمت کی نظر سے دیکھے پھر ہر بار دیکھنے پر اللہ پاک حج مبرور ومقبول کا ثواب لکھتے ہیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا چاہے دن بھر میں ۱۰۰رمرتبہ دیکھے فرمایا جی ہاں اللہ پاک بہت بڑے ہیں اور پاکیزہ ہیں (بیہقی رص:۱۸۶رج:۶)۔

متعلق حقوق الوالدین

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ والد کی زیارت عبادت ہے، کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے، قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا عبادت ہے اپنے کسی بھائی کو دیکھنا محبت سے یہ بھی عبادت ہے یعنی عبادت کرنے کی طرح ان اعمال کا بھی ثواب ہے (بیہقی رص ۱۸۷رج:۶)۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا جو اپنی والدہ کی آنکھوں کے درمیان کا بوسہ دے گا اس سے جہنم سے ایک ستر یعنی پردہ بن جائے گا (بیہقی رص ۱۸۷رج:۶)۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ بر یعنی بھلائی کی علامات میں سے یہ

باتیں ہیں (۱) والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا (۲) ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنا (۳) ان پر اپنا مال خرچ کرنا اور جملہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ خوش روی سے ملاقات کرنا ہے اور اچھی طرح اچھے اخلاق سے پیش آنا ہے (بیہقی ص ۱۸۷ ج:۲)۔

اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ	اگر پہنچ جائے تیرے
الۡکِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ کِلٰهُمَا	سامنے بڑھاپے کو ان میں سے ایک
فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا	یا دونوں تو نہ کہہ ان کو ہُوں اور نہ
تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا	جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات
کَرِیۡمًا ○ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۲۳)۔	ادب کی (ترجمہ شیخ الہند)۔

بوڑھاپے میں ان کی خدمت

کیونکہ بڑھاپے میں خدمت کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے جس سے بعض اوقات اہل وعیال بھی اکتانے لگتے ہیں زیادہ پیرانہ سالی میں ہوش وحواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے بڑی سعادت منداولاد کا کام ہے اس وقت والدین کی خدمت گذاری کرنا اور فرمانبرداری کرنا اور ان کی اطاعت سے جی نہ چرانا اس پر قرآن کریم نے تنبیہ فرمائی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلہ میں زبان سے ہوں بھی مت کرو اُف بھی نہ کرو بلکہ بات کرتے وقت پورے ادب وتعظیم کو ملحوظ رکھو سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ اس طرح بات کرو جیسے ایک خطاوار غلام سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے، والدین کی اطاعت ہر حال میں اولاد پر لازم ہے مگر عندالکبر خاص کر زیادہ اہم ہے اس وجہ سے اس کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اور جب ان کو پکارے تو اچھے کلمات سے پکارے

اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند نہ کرے نہ زور سے بولے بلکہ ہلکی آواز سے تواضع وادب سے بولے ہاں کوئی مجبوری ہو زور سے بولنے کی جیسے بہرہ پن وغیرہ تو اور بات ہے اور ان کی طرف غصہ سے بھی نہ دیکھے (روح البیان ص:۱۴۷ ج:)۔

امام مجاہدؒ نے فرمایا کہ اگر بوڑھاپے کی وجہ سے ان کا پیشاب وغیرہ نکل جائے تو ان سے گھن نہ کرے بلکہ اس کو صاف کرے جیسا کہ وہ تیرا سب صاف کرتے تھے تیرے بچپن میں (بغوی ص:۱۱۰ ج:۳)۔

والدین کے ساتھ ادب وتواضع کا حکم

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ	اور جھکا دے ان کے آگے
الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ	کندھے عاجزی کر کر اور کہہ اے رب
ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا	ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے پالا مجھ کو
(سورۂ بنی اسرائیل آیت:۲۴)۔	چھوٹا سا۔

یعنی جب میں بالکل کمزور اور ناتواں تھا انہوں نے میری تربیت میں خون پسینہ ایک کر دیا اپنے خیال کے موافق میرے لئے ہر ایک راحت وخوبی کی فکر کی ہزارہا آفات وحوادثات سے بچانے کی کوشش کرتے رہے بارہا میری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی آج ان کی ضعیفی کا وقت آیا ہے جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت وتعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا اس لئے یا اللہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں اور موت کے بعد ان پر نظر رحمت فرمانا۔

دراصل جناح الذل کا جملہ استعارہ بالکنایہ ہے ادب وتواضع کے بازو کو پرندہ کے بازو کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جب وہ اترتا ہے تو بازو کو جھکا تا ہے اور جب اڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو اٹھاتا ہے تو اترنے کے ٹائم اس کے بازو جھکتے ہیں اس طرح تواضع اور نرمی میں اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کرے۔

اوپر جو بات حضرت سعید بن المسیبؒ کے حوالہ سے لکھی گئی ہے اس قسم کی بات ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی ہے (روح البیان ص:۱۴۷ ج:۵)۔

والدین کی خدمت کی برکت

والدین کی طرف نظر رحمت کرنے کے سلسلہ میں اوپر ایک حدیث لکھی گئی ہے ان کی خدمت کے فضائل میں وہ روایت ہے جو بخاری شریف کے حوالہ سے لکھی گئی، استاذ ابواسحٰقؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے کل گذشتہ رات خواب میں دیکھا کہ آپ کی داڑھی جواہرات اور یواقیت سے مزین ومرصع ہے بہت چمک رہی ہے، فرمایا کہ تونے سچ دیکھا کل رات میں نے اپنی داڑھی اپنی والدہ کے قدموں سے رگڑی تھی سونے سے پہلے یہ اس کی برکت ہے ان کی خدمت خود کرے دوسروں سے نہ کرائے نہ ان کے سپرد کرے اس لئے کہ انسان کیلئے یہ کوئی عار وشرم کی بات نہیں ہے کہ وہ اپنے استاذ یا معلم، شیخ یا مہمان یا سلطان کی خود خدمت کرے اور برابر ان کیلئے دعائیں کرتا رہا کرے بلکہ والدین کے لئے دعا کی برکت سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے جب انسان ان کے لئے دعا ترک کردیتا ہے تو رزق کم پڑ جاتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ سے معلوم کیا گیا کہ کیا والدین کو صدقہ وخیرات کا

ثواب پہنچتا ہے؟ فرمایا ہر چیز پہنچتی ہے مگر سب سے زیادہ نفع بخش ان کیلئے استغفار کرنا ہے، حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کیلئے برابر استغفار فرماتے رہے یہاں تک کہ واضح ہوگیا کہ اللہ کا دشمن کافر ہی مرا ہے جب یہ بات ظاہر ہوگئی تب دعا کرنا ترک کیا میرے والد بزرگوار قدس سرہ نے بھی یہی بات فرمائی تھی کہ خالد سے کہنا میرے لئے دعا کرتا رہے، اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ نصیب فرمائے، کس قدر شفیق والد تھے محبت سے بھرے ہوئے انسان تھے، خلوص و ہمدردی اپنے متعلقین کی کوٹ کوٹ کر اللہ نے ان کے اندر بھر دی تھی۔

والدین کیلئے اولاد کی دعاؤں کا فائدہ

معلوم ہوا کہ اولاد کی دعاء کا بھی بڑا فائدہ ہے والدین کے حق میں اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ اللہ پاک کسی بندہ مومن کے درجات بلند فرماتے ہیں جنت میں وہ پوچھتا ہے یا اللہ میرے اعمال تو ایسے نہ تھے جو بعد الوفات مجھ کو ملے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ یہ سب تمہاری اولاد وغیرہ کے استغفار کی برکات ہیں جو تمہارے بعد کی گئی ہیں۔

والدین کے حقوق کا اگر خلاصہ کیا جائے تو تین چیزیں ہوتی ہیں (۱) محبت (۲) اطاعت (۳) خدمت، ان کے ساتھ محبت و ہمدردی کرنا فطری اور انسانی جذبہ ہونے کے ساتھ شرعی حکم بھی ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ جس محبت کا سلوک کیا کوئی دوسرا ایسا نہیں کرسکتا ہے ان کی محبت خلوص پر مبنی ہوتی ہے بے لوث اور بے غرض محبت کا یہ انداز دوسروں سے ناممکن ہے، دوسرا حق ان کی اطاعت کا ہے جس کا حکم متعدد نصوص

میں موجود ہے اس لئے یہ واجب کے درجہ کی شئی ہے اور تیسرا حق ان کی خدمت ہے اگر ان کو بدنی خدمت کی ضرورت ہو تو بدنی خدمت کو اپنی سعادت سمجھے اور اگر ان کو مالی خدمت کی ضرورت ہو تو مالی خدمت کرے جیسا کہ انہوں نے تجھ پر اپنا مال خرچ کیا اور ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر کی زیارت کے لئے جائے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرے اگر نافرماں بھی ہوگا تو فرمانبردار لکھا جائے گا۔

والدین کی نافرمانی کرنا گناہ کبیرہ ہے

والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے ایک حدیث میں یہاں تک کہ فرمایا گیا ہے کہ والدین کا نافرمان اور احسان جتانے والا اور شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا (بغوی رص:۱۱۱رج:۳)۔

اور ایک حدیث میں جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو یعنی ذلیل وخوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو پھر بھی وہ درود نہ پڑھے، رمضان کو پائے اور اپنی مغفرت کا سامان نہ کرے، اپنے بوڑھے والدین کو پائے اور ان کی خدمت کرے یا ان کو راضی کر کے جنت میں داخل نہ ہو یا یہ الفاظ ہیں کہ وہ اس کو جنت میں داخل نہ کردیں (بغوی رص:۱۱۱رج:۳)۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو گناہ کبیرہ کے بارے میں نہ بتاؤں، صحابہ نے عرض کیا ضرور بتائیں فرمایا شرک باللہ ہے جو سب سے بڑا گناہ ہے اور والدین کی نافرمانی، اور سہارا لگائے تشریف فرما تھے جب یہ فرمایا جھوٹی گواہی دینا جھوٹی گواہی دینا جھوٹی گواہی دینا بار بار فرماتے رہے یہاں

تک کہ ہم نے خیال کیا کہ اے کاش بس فرماتے بہت ہوگیا ہے (بیہقی ص:۱۸۹، ج:۶)۔

اورایک جگہ فرمایا کہ جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر قرار دی گئی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے والدین کو لعنت کرے اور فرمایا جن گناہوں کا وبال انسان کو دنیا کے اندر بھی ملتا ہے ان میں سے والدین کے ساتھ برا سلوک بھی ہے اور رشتہ ناطہ توڑنا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ پاک نے تین چیزوں کو حرام فرمایا اور تین اشیاء سے منع فرمایا والدین کی نافرمانی، بچیوں کو زندہ قبر میں دفن کرنا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بعض جاہل احمق کرتے تھے اور بے جا خرچ کرنا اور بلا ضرورت شدیدہ کے سوال کرنا اور کبھی فرمایا مال ضائع کرنا اور اصرار کے ساتھ مانگنا جس سے دینے والا پریشان ہو جائے (بیہقی ص:۱۹۰، ج:۲)۔

اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ والدین کے نافرمان کی طرف اللہ پاک نظر رحمت نہیں فرمائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوگا (بیہقی ص:۱۹۲، ج:۲)۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں ہوں اور کسی قاری کی تلاوت کی آواز آرہی ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے بتایا گیا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہیں اس پر رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی برکت یہی تو ہوتی ہے یہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی برکت ہے اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے (بیہقی ص:۱۸۷، ج:۲)۔

والدہ کا مقام ومرتبہ

ایک روایت میں ہے جس کو ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حاضر ہوکر دربارنبوی میں یہ پوچھا یا نبی اللہ میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں یا یہ کہا کہ میرے حسن سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے، فرمایا تمہاری والدہ حسن سلوک کی محتاج ہے پھر یہ ہی سوال کیا تیسری مرتبہ یہی جواب دیا چوتھی بار پھر سوال کیا اب کی بار فرمایا تمہارے والد، تین بار مسلسل جواب میں والدہ کا تذکرہ فرمایا اس سے ماں کے حقوق کی اہمیت اور فوقیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ ماں نے پہلے بچہ کو نو ماہ اپنے پیٹ میں رکھنے کی تکلیف برداشت فرمائی پھر وضع حمل کی شدید تکلیف کا سامنا کیا پھر اس کو دودھ پلا کر پرورش کیا اس درمیان ہزاروں بار اس کی گندگی صاف کی، گرمی، سردی کی راتوں میں اپنا آرام کھو کر اس کو راحت پہنچائی۔

اسی کو باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً	اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے یہاں تک کہ جب اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس برس کو پہنچتا ہے تو

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ	کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر
اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ	مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا
اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی	شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے
وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا	ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کیا
تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ	کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری
ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ	اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا
وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○	کردیجئے میں آپ کی جناب میں توبہ
(سورۂ احقاف آیت:۱۵)۔	کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں (بیان القرآن)۔

اور کہیں فرمایا:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ	اور ہم نے انسان کو اس کے ماں
بِوَالِدَیْہِ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا	باپ کے متعلق تاکید کی ہے اس کی ماں
عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِیْ	نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں
عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْلِیْ	رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ
وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ	تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا
الْمَصِیْرُ ○ وَاِنْ جَاھَدٰکَ	کر میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر
عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ	تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں
مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا	کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک

تُطِعْمُهَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (سورہ لقمان آیت:۱۴،۱۵)۔	ٹھہرائیں جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے (بیان القرآن)۔

نوٹ: یعنی شرک وکفر اور معصیت کے کاموں میں تو والدین کی اطاعت جائز نہیں ہے ایسے ان کے ساتھ حسن سلوک کے معاملات کئے جائیں گے کہ اللہ کی نافرمانی نہ ہو، حضرت سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا جو شخص پانچوں نمازیں پڑھے اس نے اللہ پاک کا شکر ادا کر دیا اور جو والدین کیلئے نمازوں کے بعد دعا کرے اس نے والدین کا بھی شکر ادا کر دیا (بغوی رص:۴۹۱رج:۳)۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی والدہ نے قسم کھائی تھی کہ یہ کیا دین اس نے اپنا لیا ہے اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر جب تک تو پہلے مذہب کی طرف نہ لوٹے گا میں کھانا وغیرہ نہ کھاؤں گی اور ایسا ایسا نہ کروں گی ،اور کئی روز تک ایسا ہی کیا، حضرت نے فرمایا کہ میری ماں اگر تیری سو جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے نکل جائے تب بھی میں اپنا سچا دین نہ چھوڑوں گا تم کھانا کھاؤ یا مت کھاؤ وہ تمہاری مرضی ہے پھر اس نے کھانا شروع کر دیا، اللہ پاک نے فرمایا کہ ایسے کاموں میں والدین کی اطاعت نہیں ہے **لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق** (بغوی رص:۴۶۱رج:۳)۔

اگر مسئلہ آئے رب العزت والجلال کی نافرمانی کا تو کسی کی بھی اطاعت نہ کی جائے گی مخلوق کے حقوق یہاں ختم ہیں خالق تعالیٰ کی نافرمانی کے سلسلہ میں کوئی سمجھوتہ کسی سے نہیں کیا جاسکتا ہے والدین ہوں استاذ ہو یا پیر ہوں کوئی ہو حلال اشیاء مطابق شریعت کاموں میں ضروری ہے۔

سورۂ عنکبوت میں اسی طرح کا مضمون ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَّإِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَآ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِيْنَ ○ (سورۂ عنکبوت آیت: ۸،۹)۔	اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرا جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں ہے تو تو ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو تمہارے سب کام جتلا دوں گا اور جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور نیک عمل کئے ہوں گے ان کو نیک بندوں میں داخل کر دوں گا (بیان القرآن)۔

پھر ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو بڑی بشارت سنائی ہے کہ ہم ان کو صالحین میں داخل کریں گے۔ یعنی صالحین کے گروہ میں داخل کریں گے وہ انبیاء و اولیاء اللہ ہیں اور کہا

گیا صالحین کی جگہ میں داخل کرنا مراد ہے یعنی جنت میں (بغوی ۶۲/۴، ج:۳)۔

دربار رسول میں باپ کی شکایت

رب العزت والجلال کو خوب معلوم ہے کہ تمہارے جی میں کیا ہے اگر تم نیک بنو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کو خوب بخشنے والا ہے، اللہ جانتے ہیں کون ولایت کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے والا ہے اور کون نافرمان ہے، ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے دربار عالی شان میں اپنے والد کی شکایت کی کہ اس نے اس کا سارا مال و دولت لے لیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس بڑے میاں کو بلوایا وہ ایک عصاء پر سہارا لگا کر حاضر ہوا ہے اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے، رسول پاک ﷺ نے معلوم فرمایا جو اس کے بیٹے نے شکایت کی تھی اس کے بارے میں، کہنے لگا کہ وہ زمانہ میں ضعیف تھا اور میں قوی تھا اگرچہ فقیر تھا اور اس کو اپنی کسی چیز سے منع نہیں کرتا تھا اب جبکہ میں ضعیف ہو گیا اور غریب بھی ہوں اور یہ قوی بھی ہے اور غنی بھی ہے یہ مجھ سے اپنے مال میں بخل کرتا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ پر اتنا اثر ہوا کہ آپ ﷺ رونے لگے اور آپ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا جو کبھی اس کی بات کو سنے گا وہ روئے بغیر نہ رہے گا پھر فرمایا کہ تم اور تمہارا مال و دولت اے لڑکے تمہارے والد کا ہی ہے، **انت و مالک لابیک**۔

اولاد کا ایک غلط خیال

ترمذی شریف میں بھی یہ روایت آئی ہے مگر صاحب روح البیان نے تفصیلا لکھی ہے، آج اولاد نے اس کے برعکس تصور کر لیا کہ ہمارے والد کی ساری دولت اس

کی حیات میں ہماری ہے اس کے مرنے کے بعد تو وہ اپنا حق شرعاً بھی سمجھتے ہیں اور شرعِ متین نے دیا بھی ہے مگر اس کی حیات میں اصل مالک ومختار والد ہی ہیں اور ان کو بھی اپنی اولاد کے درمیان برابری وانصاف کا حکم دیا گیا ہے، مگر اولاد پر والدین کی عظمت واطاعت کا حق بہت عظیم ہے اگر والدین کسی چیز کا حکم فرمائیں تو کیا کرے جواب یہ ہے کہ اگر اس بات کا تعلق خدمت سے ہے تو والدہ کو ترجیح دے اور اس بات کا تعلق احترام واکرام سے ہے تو والد کو مقدم کرے یا جو زیادہ ضرورت مند ہو اس کو ترجیح دے کسی کو انکار نہ کرے اور جب اس کے پاس آئیں تو ان کے اکرام میں کھڑا ہو جائے اور اگر دونوں نے اس سے ایک ساتھ کوئی چیز مانگی تو پہلے والدہ کو دے، فقہاء کرام نے فرمایا کہ والدہ کو نفقہ وخرچہ کے سلسلہ میں مقدم رکھا جائے گا باپ پر جبکہ ان کے پاس صرف اتنا ہو کہ کسی ایک کا کام چل سکے اس کی ان تمام خدمات کے عوض جو انہوں نے ہمارے ساتھ فرمائی ہیں اور اگر والدین نے بیوی کے جدا کرنے کا حکم دیا ہو بہت جلدی نہ کرے دونوں کے حقوق کی رعایت رکھے نہ اہل وعیال کی وجہ سے اپنے والدین کو ناراض کرے اور نہ ان کی حق تلفی کرے اور نہ ماں باپ کی وجہ سے اہل وعیال پر ظلم وزیادتی کرے بلکہ درمیان درمیان چلے ورنہ نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے، یہاں آ کر شادی شدہ نوعمر بیٹا بڑے نازک حالات سے گذرتا ہے کبھی والدین اس کو اہل وعیال کے خلاف ورغلاتے ہیں اور کبھی وہ بیوی وغیرہ کے چکر میں آ کر والدین کو ناراض کر دیتا ہے اس سلسلہ میں حضرت اقدس تھانویؒ نے بہشتی زیور میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اس

پر تفصیلی گفتگو ہے۔

والدین پر اولاد کے حقوق

ادھر والدین پر لازم ہے کہ اولاد پر اپنے ایسے معاملے نہ لادیں جن کی وجہ سے ان کو والدین کی نافرمانی کرنی پڑ جائے اور وہ معاملہ اور بدسلوکی پر اتر جائیں بلکہ اچھے معاملات میں ان کا تعاون کرے، بعض عارفین سے منقول ہے کہ میں نے اپنے ایک بیٹے کو جو تیس سال کا ہے کبھی اتنے لمبے عرصہ میں کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا جس کو انکار کر کے وہ گناہ گار ہو اس خوف سے کہ کہیں نافرمانی کی وجہ سے اس پر عذاب نہ آجائے، والدین پر بھی لازم ہے کہ اچھی طرح تربیت کریں آداب سکھائیں بزرگوں کے حالات سے باخبر کریں اور اپنے ساتھ بچوں کو اچھے ماحول میں لے جایا کریں تا کہ بزرگوں کی زیارت وصحبت سے ان کا باطن بھی روشن ہو، ورنہ جب اولاد خراب ہو جائے گی تو آنسو رونے پڑیں گے اور اس کا حل مشکل ہو جائے گا۔

دربارِ فاروقی میں بیٹے کی شکایت

ان کو بری سوسائٹی برے دوستوں کی صحبت سے بچایا جائے تا کہ ان کے اندر غلط جذبات وخیالات پیدا نہ ہوں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو ادب سکھاؤ اور اپنے پیغمبر ﷺ کی محبت اور سنت شریفہ سے مناسبت ان کے اندر پیدا کرو ایسے ہی قرآن کریم کی تلاوت کا ان کو عادی بناؤ نمازوں کا شوق پیدا کرو، ایک مرتبہ ایک والد نے اپنے بیٹے کی حضرت عمرؓ کے دربار میں شکایت کی کہ حضرت یہ بیٹا بڑا

نافرمان ہورہا ہے جب والد نے ساری شکایت کرلی تو بیٹے نے کہا میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہو، عرض کیا حضرت ایک فاحشہ عورت سے اس شخص نے نکاح کیا جس سے میں پیدا ہوا پھر اس نے میرا نام جعل رکھا جس کا معنی آپ کو معلوم ہی ہے (پائخانہ کا کیڑا) اس کے بعد نہ کبھی میری تربیت میں اس نے کچھ بھی حصہ لیا اور نہ سمجھایا سکھایا نہ کہیں اس مقصد کیلئے چھوڑا، حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس کے باپ کو الٹا ڈانٹا اور پھٹکار لگائی، ماں باپ کو بھی اپنے فرائض کا خیال ضروری ہے کہ اولاد کا نیک نام ہوجانا ان کیلئے بڑی سعادت ہے اور شاہی محلات سے بہتر ہے۔

حکمت کی باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ جس کو اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَاٰتِ ذَاالْـقُـرْبٰی	اور قرابت دار کو اس کا حق
حَـقَّـهٗ وَالْـمِسْـكِيْنَ وَابْنَ	دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی
السَّبِيْلِ وَلَاتُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ؀	دیتے رہنا اور بے موقع مت اڑانا
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ	بیشک بے موقع اڑانے والے شیطانوں
الشَّيٰـطِيْـنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ	کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے
لِـرَبِّـهٖ كَـفُـوْرًا ؀ وَاِمَّـا	پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور اگر تم کو
تُـعْـرِضَـنَّ عَـنْهُـمُ ابْتِغَـآءَ	اس رزق کے انتظار میں جس کی اپنے
رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا	پروردگار کی طرف سے توقع ہو ان سے
فَـقُـلْ لَّهُمْ قَـوْلًا مَّيْسُوْرًا ؀	پہلو تہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی سے

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا م بَصِيْرًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۲۶تا۳۰)۔

بات کہہ دینا اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیئے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیئے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہوکر بیٹھ رہو گے، بلاشبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہےاور وہی تنگی کردیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: ان مذکورہ آیات میں بھی بڑی زبردست حکمت کی بات بتائی ہے کہ قرابت داروں کے مالی اور اخلاقی حقوق ہیں ان کوادا کرواور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ قرابت دارمحارم چاہےان سے ولادت کا رشتہ ہو یا دوسرا رشتہ ہوجیسے والدین دادا وغیرہ اوراولاد بہن بھائی وغیرہ اگروہ غریب ومحتاج ہوں توان کونفقہ بھی ضروری ہوتا ہےاس کو فرمایا حق سے ان پرنفقہ کرنا مراد ہے (روح المعانی رص:۸۹رج:۹)۔

اوربعض تفسیروں میں جیسے تفسیر خازن یہ بھی لکھا ہے کہ یہ خطاب نبی پاک ﷺ کو ہے اور بعض نے فرمایا کہ سب کو خطاب ہے اور یہ ہی صحیح ہے کہ جب اللہ پاک نے والدین کے ساتھ بر واحسان کی نصیحت فرمادی تو اب اس جگہ اہل قرابت کو بھی ان کے حقوق دینے کیلئے فرمایا یعنی ان کے ساتھ بھی صلہ رحمی، مؤدت وملاقات اوراچھی اخلاق کے ساتھ پیش آنا اورضرورت پڑنے پرخرچ کرنا چاہیئے بلکہ لازم

ہے اگر یہ شخص مالدار ہے تو جیسا امام اعظمؒ کا مذہب ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا فقط اولاد کا خرچ والد کے ذمہ ہے اور اولاد پر والد کا اگر وہ محتاج ہو (تفسیر خازن رص:۱۷۲رج:۳)۔

اور محتاج وغریب لوگوں اور مسافروں کے حقوق کا ذکر ہے یہ حقوق انسانی ہیں کہ ان کا بھی خیال رکھا جائے گا یہ انسانی ہمدردی کا مقتضی ہے غربا اور مساکین تو زکوٰۃ کا مصرف بھی ہیں۔ آگے اعتدال کی تعلیم ہے کہ مال فضول اور بے موقع مت اڑاؤ اور فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغو بات میں خرچ کیا جائے یا حاجات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کرے کہ آگے چل کر تفویت حقوق اور ارتکاب حرام کا سبب بنے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ناحق خرچ کرنا تبذیر ہے اور بعض بزرگوں نے فرمایا معصیت میں خرچ کرنا چاہے تھوڑا بھی کیوں نہ ہو تبذیر ہے، علامہ زمخشریؒ نے فرمایا کہ غیر مناسب پر خرچ کرنا اسراف وتبذیر ہے ایسے کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور اپنے رب کی دی ہوئی نعمت مال کے ناشکرے ہیں، معلوم ہوا کہ مال کو خدا کی نعمت سمجھے جس سے عبادت میں دل جمعی ہو اور بہت سے اسلامی خدمات اور نیکیاں حاصل کرنے کا موقع ملے گا اس کو بے جا خرچ کرنا شیطانی عمل ہے جو حکمت ودانائی کے خلاف ہے یہ مضمون سورۂ فرقان کی آیات میں بھی ذکر ہوا ہے، اگر کہیں سے مال ودولت ملنے کی کچھ توقع ہو اور فی الحال نہ ہو تو رشتہ داروں اور جہاں جہاں خرچ کرنے کا تذکرہ ہے ان لوگوں سے اچھے انداز سے معذرت ظاہر کرے اور نرم بات کہے سختی سے پیش نہ آئے اور خرچ کرنے میں میانہ روی اپنائے نہ تو ہاتھوں کو گردن سے باندھے یعنی بخل سے کام لے اور نہ بالکل کھول ہی دے کہ اسراف وتبذیر کی نوبت آجائے اور دوسروں کے

غم میں فنا ہو جائے کہ اپنے اوپر پریشانی آ کھڑی ہو جائے ورنہ الزام خوردہ اور تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے یعنی بے جا سخاوت کا نتیجہ بھی کوئی زیادہ اچھا نہیں ہے لوگ جبکہ خود گھر کے لوگ الزام دیں گے اور ملامت کریں گے اور پھر خود کو بھی ندامت ہوگی اور غم ہوگا اور ایک تھکا ہارا شخص بن کر رہ جائے گا جیسے سفر سے انسان تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے اس کو فرمایا **فتقعد ملوما محسوراً** (روح المعانی ص:۹۳ ج:۹)۔

بعض مرتبہ خود نبی پاک ﷺ کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا مگر سائل کو عنایت فرما دیتے غایت حیاء وکرم مزاج کی وجہ سے کسی کو خالی ہاتھ واپس کرنا طبیعت شریفہ گوارا نہ کرتی اور خود پریشانی میں پڑ جاتے جیسا کہ ایک موقع پر بدن کی قمیص ہی دیدی اور خود گھر میں تشریف فرما رہے جس سے صحابہ کرام کو دقت ہوتی جب معلوم ہوا کہ نماز میں اس وجہ سے تاخیر فرمائی کہ باہر آنے کیلئے بھی کپڑے نہیں ہیں جس پر یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی، خازن ص:۱۷۲ ج:۳)۔

مزید ان حکمت اور دانائی ومصلحت کی باتوں میں ایک زبردست نصیحت یہ فرمائی گئی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۳۱)۔	کہ اپنی اولاد کو ناداری ومفلسی کے خوف سے قتل مت کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بیشک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

فائدہ: یہ اس بات کی بھی تردید کی جارہی ہے جو اس زمانہ جاہلیت میں رائج

تھی کہ بچوں کو فقر وفاقہ کے خوف اور دیگر وجوہات سے مار ڈالتے تھے یہاں اولاد سے مراد بنات ہیں جیسا کہ ان کا عمل تھا، بیان القرآن میں ایسا ہی لکھا ہے، صاحب روح المعانی نے بھی یہی لکھا ہے کہ ظاہر آیت سے اگر چہ تمہاری اولاد کے قتل کی ممانعت معلوم ہوتی ہے چاہے وہ مذکر ہوں مؤنث ہوں فقر وفاقہ کے خوف سے مگر دور جاہلیت میں صرف بنات کو درگور کیا جاتا تھا اس وجہ سے یہی مراد ہے اور قتل سے مراد بھی ان کو درگور کرنا ہی ہے (روح البیان رص:۹۵رج:۹)۔

معلوم ہوا کہ اعتدال درامور بہترین صفت ہے اسی کو فرمایا گیا **خیر الامور اوساطھا** یعنی درمیانی چال سے چلنا ہی جملہ معاملات میں افضل وبہتر ہے اور اس بارے میں تو رب العزت والجلال ہی کو معلوم ہے کہ کس کو زیادہ دینا ہے اور کس کو کم دینا ہے وہی اپنے بندوں کے حالات سے خبردار ہیں اور جان کار ہیں ان پر کچھ بھی مخفی نہیں ہے اس جگہ اللہ پاک نے غنی اور فقر کے نظام کی طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ یہ نظام اللہ پاک ہی کو معلوم ہے اور اس کی مصلحت کا پتہ انہی کو ہے، بعض بندے ایسے ہیں کہ جن کا ایمان مالداری کے ساتھ ہی باقی رہ سکتا ہے اگر وہ غریب ومفلس ہوجائیں تو ان کا دین وایمان خراب ہوجائے اور وہ تباہ وبرباد ہوجائیں اور بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر ان کو مالدار وغنی بنادیا جائے تو ان کا ایمان تباہ ہوجائے اور بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ صحت مند ہیں تو ہی ان کا ایمان صحیح رہتا ہے اگر وہ بیمار ہوجائیں تو ایمان خراب ہوجائے خدا تعالیٰ سے بھروسہ واعتقاد اٹھ جائے اور بعضے اس کے برعکس ہیں۔

اگر باری تعالیٰ شانہ سب کو مالدار وغنی، توانا وتندرست صحت مند بنادیتے تو

بگڑ جاتے خدا تعالیٰ کو یاد ہی نہ کرتے اور اگر سب کو غریب وفقیر اور بیمار کر دیتے تب بھی سب ہلاک ہو جاتے اس نظام میں جو اللہ پاک نے بنا رکھا ہے بے شمار مصالح ہیں جن کو وہی جانتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سات چیزوں سے قبل اعمال صالحہ کرے ایسی مالداری سے پہلے جو تمہیں طغیان یعنی سرکشی میں مبتلا کر دے یا ایسا فقر وفاقہ جو تمہیں آخرت والے اعمال بھلا دے ایسا بڑھاپا جو تمہیں بہکا دے کہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگو ایسا مرض جو بدن خراب کر دے موت جو آگے کی طرف بڑھا دے، معلوم ہوا مالدار بھی طغیانی میں مبتلا کرتی ہے دجال کا ظہور ہو جائے یا قیامت آ جائے جو بہت ہی ہیبت ناک اور تلخ ترین ہے (ترمذی رص:۵۶ رج:۲)۔

جیسا کہ ہم تبصرہ کرتے رہتے ہیں کہ فلاں بڑا عیش پرست ہے اگر ایسی عیش اور سامان راحت ہمارے پاس ہوتا تو کیا بات ہوتی ہماری، یہ نہیں سوچتے اس لئے کبھی شخص کو غریب ہی رکھا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو اللہ پاک کے ذکر میں مشغول رکھے اور جب نعمت ملے شکر سے اس کا قلب بھر جائے اور اللہ پاک پر توکل کرے اور اسی کے ساتھ التجاء کرے یہ اس کے حق میں بڑی نعمت ہے، معلوم ہوا کہ عاقل وہ ہے جو ہر حال میں اللہ پاک کے حکم کے سامنے سلینڈر رہے تابع وفرمان رہے اس کی ہر بات پر راضی رہے اور پریشانیوں کی جگہ پر صبر کرے اور جب نعمتیں مل جائیں شکر ادا کرے اور دوسروں پر بھی خرچ کرے موقع ہوتے خرچ کرنے کا کسی کو خالی ہاتھ اپنے دروازے سے واپس کرنا بہت برا عمل ہے، منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا جو ایسا کرے گا

فرشتے سات دن اس کے گھر سے نہ گذریں گے اور فقر وفاقہ کے ساتھ ہی اللہ پاک سے خوش ہوکر مر جائے گا وہ جنت میں بہت زیادہ غنی ہوگا (روح البیان/ص:۱۵۱/ج:۵)۔

حضرت اویس قرنیؒ کا حال

اس بارے میں بزرگوں کے مزاج اور رنگ مختلف رہے ہیں، حضرت اویس قرنیؒ جب صبح فرماتے یا شام تو گھر میں جو زائد بچا ہوتا کھانے پینے کی اشیاء کپڑے وغیرہ سب صدقہ کردیتے اور دعا کرتے کہ اے پروردگار جو بھوکا مر جائے اس کے بارے میں مجھ سے مواخذہ نہ کرنا جو عریان مر جائے اس کے بارے میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا۔

حضرت حسین بن منصور حلاجؒ فرماتے تھے کہ جو شخص بیس دن تک گھر میں بھوکا رہے اور پھر کھانے کو میسر آئے اور وہ یہ جانتا ہو کہ شہر میں اس سے زیادہ اس کا ضرورت مند موجود ہے اس کو اپنے اوپر ترجیح نہ دے تو اپنے مقام ومرتبہ سے گر جاتا ہے، خود حضرت ابن منصورؒ کا اپنا یہی حال تھا، دوسرے لوگ اس درجہ پر کہاں پہنچتے ہیں بظاہر تو یہ حال حضرت اویس قرنیؒ کے حال سے اونچا ہے مگر شیخ محمد بن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اویس قرنیؒ کا قول مقام اعلیٰ اور درجۂ عالیہ کی بات ہے اور ان کا حال زیادہ اونچا ہے کہ خود اپنا مال خرچ بھی فرمادے اور اس درجہ اپنے خالق ومالک کے سامنے عاجزی ومسکنت کا اظہار بھی فرمایا اور بندگانِ خدا پر رحمت وشفقت فرمارہے ہیں یہ حال نبی پاک ﷺ کے حال سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے جو رحمۃ للعالمین ہیں۔

لیکن عارف جس کا حال شیخ حلاج جیسا ہو اپنے نفس اور دوسرے کے نفس کے

درمیان فرق کرنے والا اور اپنے اوپر شدت وسختی برتنے والا اور دوسروں کے ساتھ ایثار ورحمت کرنے والا وہ ایسا ہی کرے گا جیسا کہ بعض موقعوں پر حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی ایسا ہی کیا جس پر وَيُـؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔والی آیت دلالت کرتی ہے،لیکن جوان جیسے مقام پر نہ ہووہ اپنےنفس کو بھی غیروں کےنفس کی طرح سمجھے گااوراس پرتوجہ دے گا جس طرح وہ محتاج ہیں میں بھی محتاج ہوں۔

عارف کاادب

عارف باادب مؤمن جب اپنا صدقہ دینے کیلئے نکلے یا بیٹھے تو جو مسکین غریب اس کوسب سے پہلے ملے اس کودیدے اگراس کو چھوڑ کر دوسرے مسکین غریب کے خیال میں رہے گا تو یہ بات غیر مناسب ہوگی اس وقت وہ اپنے رب سے اعراض کرنے والا اوراپنی خواہش وجذبات کی طرف منتقل ہونے والا شمار کیا جائے گا،اس لئے کہ یہ عارف شخص بمنزلہ رسول کے ہیں جس کو اپنی دعوت وتبلیغ کیلئے کسی کو خاص کرنے اور کسی کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے جو بھی پہلے اس کومل جائے اسی کو اپنی دعوت وتوحید واطاعت اعمال صالحہ کی پیش کرنا ضروری ہے ایسے ہی ولی کامل پیغمبر کا خلیفہ اور نائب ہے جب اللہ پاک اس کوکوئی رزق دیں تو جان لے کہ وہ لوگوں کی طرف اللہ پاک کا بھیجا ہوا ایک بندہ ہے جس کو اللہ پاک نے اس کی توفیق بخشی ہے تو عقل کے آسمان سےنفوس کی زمین پراترے اوراس کا حصہ اس شخص کودیدے جو پہلے اس کے پاس آیا ہے اس اعتبار سے خوداس کانفس بھی ایک ان نفوس میں سے ہے جواس کے آس پاس آرہے ہیں اس کا

حق بنتا ہے اسی راز کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا وابدأ بنفسک ثم بمن تعول پہلے اپنے نفس پر خرچ کرے پھر اپنے اہل وعیال پر جن کو اللہ پاک نے اس کی ذمہ داری میں دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ خود کو معرفت الٰہی اور احکام الٰہیہ سے آراستہ کرنا پھر اپنے رشتہ داروں کو حقائق دینیہ سے آراستہ کرنا ہر طرح کے معروف کے ساتھ کتنا اہم ہے، کیونکہ ان کا بھی تیرے ساتھ تعلق ہے اور وہ بھی تیرے دروازے کو پکڑے ہوئے ہیں اس درجہ تیرے ساتھ دوسرے متعلق نہیں ہیں جتنے متعلق تیرے ساتھ تیرے اہل وعیال ہیں اور قرابت دار ہیں ہاں جب پیچھے رہ جائیں تو جو بھی تیری طرف معرفت حق کیلئے متوجہ ہو اس کو اسرار الٰہیہ سے آگاہ کر اور حکم الٰہیہ سے واقف کر اس کی بھوک اور طلب کے اعتبار سے اور احتیاج وضرورت کے اعتبار سے اس وقت وہی اللہ پاک کے خاص ہیں اسی جیسے موقع کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دی کہ اللہ پاک کی خصوصی رحمتوں کے چند لمحات ہوتے ہیں ان کو غنی مت سمجھو (روح البیان رص:۱۵۳رج:۵)۔

زنا کی قباحت

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۲)۔

اور پاس بھی نہ جاؤ زنا کے وہ ہے بے حیائی اور برا راستہ۔

فائدہ: ان حکمت کی باتوں میں سے ایک ضروری بات یہ بھی ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ اس جملہ میں اللہ پاک نے کس قدر اہمیت کے ساتھ روکا ہے اس قبیح کام سے صرف یہ نہیں فرمایا کہ زنا مت کرو بلکہ یہ فرمایا کہ اس فعل قبیح کے قریب بھی

مت جاؤ اس میں زیادہ تاکیدی ممانعت ہے یعنی ان اسباب سے بھی بچو جس سے انسان اس فعل قبیح کے قریب ہوجاتا ہے اجنبی عورتوں کی طرف بدنظری اور ان کے ساتھ کلام اور کسی بھی انداز سے ظاہرا اور خفیۃً ایسے تعلقات سے جو تم کو اس برائی میں مبتلا کردیں سخت اجتناب کرو، اس میں غض بصر یعنی نظر کو پست رکھنے کا حکم وارد ہوا ہے کہ یہ حفظان شرمگاہ کا سبب ہے اور اسی وجہ سے نکاح کا حکم دیا گیا ہے جبکہ اگر خوف زناء ہوتو نکاح کرنا واجب ہوجاتا ہے یہ بھی اسی لئے ہے کہ زناء سے مکمل حفاظت ہوجائے، شریعت مطہرہ نے نکاح کو عام اسی لئے فرمایا کہ زناء کا خاتمہ ہو اور غض بصر کا حکم اسی لئے آیا کہ دواعیٔ زناء سے اعضاء کی حفاظت ہو نظر کو نیچے رکھنے کی فضیلت میں آیا ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص اپنی نظر کو نیچے رکھے گا اللہ پاک اس کو عبادت میں نہایت لذت عطا فرمائیں گے، جب اس کی نظر محفوظ ہوگی دل بھی محفوظ ہوگا اور عبادت کی حلاوت اسی پر موقوف ہے آج کل جو عبادات کی کیفیات حسنہ ختم ہوگئی ہے کہ نظر بد کے ہی اثرات ہیں چاہے وہ براہ راست عورتوں کو دیکھنا ہو یا موبائل کے ذریعہ غلط اور بے حیائی کے مناظر دیکھنا ہو ان حرام چیزوں نے ہمیں تباہ کردیا ہے، اللہ پاک حفاظت فرمائے اور ہماری نسلوں کی بھی، اس دور کا یہ سب سے خطرناک فتنہ چلا ہے جس نے ہر برائی کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، روایت میں ہے کہ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جس کے ذریعہ بندوں کو ہلاک کرتا ہے اور ہر نظر بد پر شیطان امید لگائے رہتا ہے اب اس کے ذریعہ اس کو ہلاک کردوں گا (بیہقی رص:۷/۳۱۷ رج:۴)۔

ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی شرم گاہوں کی

حفاظت کرو اپنی نظروں کو نیچے رکھو۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ان عورتوں کے پاس داخل نہ ہو جن کے شوہر کہیں غائب ہوں (گئے ہوئے ہوں)۔

ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ دیور کے بارے میں کیا خیال ہے فرمایا وہ تو موت ہے، رواہ البخاری (بیہقی رص:۳٦۸رج:۴)۔

یعنی مر جائے مگر یہ کام نہ کرے جبکہ اس کا یہ حال ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا یا مطلب یہ ہے کہ جس طرح موت سے انسان بچتا ہے اس سے بھی ایسے ہی بچو۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے اور نہ کوئی عورت سفر کرے مگر یہ اس کا محرم موجود ہو اور یہ فرمایا کوئی عورت کے پاس نہ جائے مگر یہ کہ اس کے پاس اس کا محرم موجود ہو (بیہقی رص:۳٦۸رج:۴)۔

نیز فرمایا اگر کسی مجبوری میں جانا پڑ جائے تو اس بات کا استحضار رکھے کہ اس کے ساتھ اس کا اللہ موجود ہے جو اس کو دیکھ رہا ہے (بیہقی رص:۳٦۹رج:۴)۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص میرے سامنے چھ باتوں کی گارنٹی لے میں اس کے لئے جنت کی گارنٹی لیتا ہوں (۱) جب بولو تو سچ بولو (۲) وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو (۳) جب تمہارے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کو صحیح طور پر ادا کرو (۴) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (۵) اپنی نظروں کو نیچی رکھو (٦) اپنے ہاتھوں کو ناحق کام اور ظلم وغیرہ سے باز رکھو (بیہقی رص:۳٦۴رج:۴)۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ راستوں پر مت بیٹھو صحابہ نے عرض کیا یا رسول

اللہ کبھی بیٹھنا پڑ جاتا ہے ضرورت کے تحت فرمایا راستہ کو اس کا حق دو عرض کیا وہ کیا حق ہے فرمایا نظر نیچی رکھنا کسی کو تکلیف دینے سے پرہیز کرنا سلام کا جواب دینا اچھی بات کا حکم کرنا بری بات سے روکنا (بیہقی رص:۳۶۱رج:۴)۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ پاک نے ابن آدم پر زناء کا ایک حصہ ضرور لکھا ہے کبھی اس کی آنکھ زنا کرتی ہے کبھی وہ اس سے بدنظری کرتا ہے کبھی زبان کہ وہ اس سے غیر محرموں سے بات کرتا ہے آمنے سامنے یا فون وغیرہ پر جیسا کہ اس دور میں ہے دوسرے اعضاء جیسے ہاتھ غلط لگا دیتا ہے وغیرہ وغیرہ نفس اس برے کام کی تمنا کرتا ہے کبھی اس کی تصدیق کر دیتا ہے کہ اس میں واقع ہو جاتا ہے اور کبھی تکذیب کرتا ہے کہ بچ جاتا ہے (بخاری رص:ج:۲ربیہقی رص:۳۶۵رج:۴)۔

یعنی اعضاء کا غلط استعمال ان کا زناء ہے جن سے انسان اس فعل قبیح کے قریب ہوتا تھا اس وجہ سے دواعی زنا اور اسباب فعل حرام پر بھی اس کا اطلاق فرمایا گیا ہے تا کہ انسان اس سے بچ کر رہے یہی ہے کہ اللہ پاک نے اس جگہ یہ تعبیر فرمائی لا تقربوا الزناء کہ زنا کے قریب بھی نہ جانا۔

ادھر عورتوں کو منع فرمایا گیا کہ زیب و زینت کے ساتھ اور خوشبودار مہک کے ساتھ نہ نکلیں، بے پردہ نیم برہنہ یا پینٹ شرٹ جیسا چست لباس کہ ہر ہر عضو ظاہر ہو اور مردوں کیلئے جاذب نظر چیز شہوت اور ان کی طبیعتوں طوفان برپا کرنے والی کوئی حرکت اور کیفیت اختیار کرنا سخت گناہ اور قبیح ہے جیسا کہ اس دور میں بے حیائی اور بے شرمی عریانی کے مناظر عام ہیں اسی لئے وہ بات صحیح ثابت ہوگئی ہے جو

روایات میں آئی ہے کہ قیامت کے قریب سچ کم ہو جائے گا اور جھوٹ کا دور دورہ ہوگا ادھر زناء کاری کا ظہور ہوگا یہاں تک کہ ایسا بھی وقت آئے گا کہ لوگ گدھوں کی طرح برسرِ عام زنا کریں گے شرم کرنے والا خود نظر بچا کر گذر جائے گا جیسا کہ دنیا کے مہذب ملکوں امریکہ اور برطانیہ میں ہوتا ہے اور بے وجہ قتل کا بازار گرم ہوگا جیسا کہ اس وقت میں ہو رہا ہے نکاح کے معاملات کم ہو جائیں گے زناء کے اسباب زیادہ ہو جائیں گے حالانکہ اسلام نے ان تمام امور پر پابندی عائد کی اور تمام اسباب زناء پر قدغن لگایا ہے عورتوں کو منع کیا کہ زمانہ جاہلیہ کی طرح فیشن نہ کریں ارشاد فرمایا:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۝ (سورۂ احزاب آیت:۳۳)۔	اور تم اپنے گھر و میں قرار سے رہو اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والوں تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک وصاف رکھے (بیان القرآن)۔

اور بلاضرورت گھر سے نہ نکلیں فرمایا وقرن فی بیوتکن اگر نکلیں تو سادہ لباس میں نکلیں جو زیب وزینت کے ساتھ نکلے گی وہ قیامت کے دن بے نور ظلمت کی طرح ہوگی حدیث پاک ہے:

عن میمونة ابنة سعد وكانت خادمة للنبي صلى الله عليه وسلم قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل الرافلة في الزينة في غير اهلها كمثل ظلمة يوم القيامة لانور لها (ترمذی باب کراہیۃ خروج النساء فی الزینۃ ابواب الرضاع رترمذی رص:۲۲۰رج:۱)۔

حضور علیہ السلام کی خادمہ میمونہ بنت سعد کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے شوہر کے علاوہ دوسروں کیلئے بناؤ سنگھار کرنے کے بعد ناز نخرے سے چلنے والی عورت اس طرح ہے جیسے قیامت کے دن کا اندھیرا جس میں روشنی کا شائبہ تک نہیں۔

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت پردہ کی چیز ہے جب وہ بے پردہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو دیکھتا ہے (ترمذی) یعنی لوگوں کے دل میں اس کے دیکھنے کا شوق پیدا کرتا ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں ایک جگہ ہے کہ عہد الست میں عورتوں سے وہی عہد و میثاق لیا گیا جو سانپوں سے لیا گیا کہ اپنے سوراخوں سے باہر نہ نکلیں اگر باہر نکلو گے یا تم کسی کو نقصان پہنچاؤ گے یا کوئی تمہیں نقصان پہنچادے گا اسی طرح ٹھیک عورت کا حال ہے یا تو اس کو کوئی اپنے جال میں پھنسالے گا اور نقصان پہنچائے گا یا یہ کسی کو نقصان پہنچادے گی کیونکہ شیطان دونوں کے ساتھ لگا ہوا ہے عورتوں کیلئے اجنبی مردوں سے زیادہ خطرناک کوئی اور چیز نہیں ہے اور مردوں کیلئے اجنبی عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی اور چیز نہیں ہے اور ایک کا دوسرے کی جانب میلان اس طرح ہے کہ اس سے بچنا

غیرممکن ہے، بعض بزرگوں کے کلام میں ہے کہ غیرمحسوس طریقہ سے عورت ایک نظر میں مرد کے دل میں اتر تی چلی جاتی ہے اور اپنا زہر چھوڑ جاتی ہے، حضرت سعید ابن الحسیب فرماتے ہیں کہ شیطان ہر چیز سے مایوس ہوجاتا ہے مگر عورتوں کی طرف سے مایوس نہیں ہوا اور فرمایا کہ میں ۸۴؍سال کا ہوگیا ایک آنکھ بھی جاتی رہی ہے دوسری آنکھ سے کام چلا رہا ہوں مگر میرے نزدیک عورت سے زیادہ خوف کی اور اندیشہ کی چیز کوئی اور نہیں ہے (بیہقی رص:۴۰۷۳رج:۴)۔

اسی وجہ سے عورتوں کو حبال الشیطان یعنی شیطان کا جال کہا گیا ہے، سارے نیٹ کا خلاصہ عورتیں ہی ہیں اور اس پر نشر ہونے والی خرافات اس لئے ہیں کہ اچھے عام انسان کو زنا کی طرف راغب کیا جاسکے اور غلط کام میں مبتلا کردیا جائے بلکہ بہت سی تنظیمیں اسی کیلئے کام کررہی ہیں کہ شراب، زناء کیسے نوجوانوں میں عام ہو اور وہ بہت سے نوجوانوں کو اس میں پھنسانے کیلئے مستقل محنت کررہے ہیں اور یہ شیطانی دجال فن فی زماننا عروج پر ہے خدا کی پناہ۔

زناء کے نقصانات

ایک حدیث میں ہے کہ بوقت زناء مومن کا ایمان نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر سایہ کی طرح ہوجاتا ہے جب وہ توبہ کرتا ہے تب لوٹ جاتا ہے، بعض صحابہ سے مروی ہے کہ زنا سے بچو اس میں ۶؍برائیاں ہیں، تین دنیا میں تین آخرت میں، جو تین برائیاں دنیا میں نقد ہیں (۱) رزق میں کمی آجاتی ہے اس کی برکت چلی جاتی ہے اور وہ خیر سے محروم ہوجاتا ہے (۲) عمر میں کمی آتی ہے (۳) لوگوں میں نفرت وبغض پیدا ہوتا ہے

اور چہرہ کی رونق ختم ہوجاتی ہے،اورآخرت میں ایسے شخص پراللہ پاک کاغضب نازل ہوگا (۲) حساب وکتاب سخت ہوگا (۳) جہنم میں داخل کیا جائے گا (روح البیان ،ص:۱۵۴،ج:۵)۔

یہاں قرآن کریم نے دو جملے استعمال فرمائے (۱) یہ فاحشہ یعنی بے حیائی کا کام ہے اور بے حیائی والے کام ہر عاقل کی نظر میں مذموم ہیں (۲) یہ برا راستہ ہے کیونکہ زنا سے انساب میں گڑبڑ ہوجاتی ہے اور طرح طرح کی برائیاں اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور سب کیلئے بری راہ نکلتی ہے ،ایک دوسرے کی عورت پرنظر کرے گا یہ اس کی عورت پر اور یہ اس کی عورت پر یہ فعل باعث ہلاکت ہے اور انتہائی مذموم شئے ہے۔

فضائل نکاح

زنا سے بچنے کیلئے نکاح کی بہت اہمیت ہے اسی وجہ سے شریعت نے نکاح کی بہت ترغیب دی ہے چنانچہ اس سلسلہ کی چند احادیث لکھی جاتی ہیں۔

حضرت علقمہؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے استاذ گرامی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے ساتھ چل رہا تھا حضرت عثمان ابن عفان ذی النورین نے ان سے ملاقات فرمائی منی میں اوران سے گفتگو فرمارہے تھے کہ دورانِ گفتگو فرمایا کہ اے عبداللہ ابن مسعود کیا نوجوان لڑکی سے آپ کا نکاح نہ کردیں جس سے پرانی یادیں تازہ ہوجائیں گی زندگی کی ،فرمایا مجھے اب تو اس کی ضرورت نہیں ہے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ نوجوانوں کے گروہ جوتم میں سے اسباب نکاح کی طاقت رکھتا ہو تو وہ ضرور شادی کرے کہ نکاح کرنا نگاہ کو پست کردیتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جس کو اس بات کی طاقت نہ ہو تو وہ

روزہ رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے جیسے آدمی کو خصی کر دیا گیا ہو (بخاری رج:۲)۔

فائدہ: اس حدیث پاک میں لفظ باءۃ کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں دونوں احتمال ہیں (۱) بمعنیٰ جماع ہو یا بمعنی مؤنتِ نکاح یعنی نان ونفقہ مہر وغیرہ اب مطلب واضح ہے کہ ان تمام اسبابِ نکاح پر قادر ہے تو نکاح ضرور کرنا چاہئے اور ان اسباب پر قادر نہ ہو اور قوتِ جماع ضرور رکھتا ہو شہوت کے زور کو روزہ رکھ کر مضمحل کرے اور زنا کے خطرہ سے بچے (۲) یہاں بھی نکاح کے دو بڑے فائدے، نظر کی حفاظت اور شرم گاہ کی حفاظت کا بیان وارد ہوا ہے اس کے علاوہ اور فوائد ہیں، مثلاً تسکین قلب جس کو قرآن کریم نے لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا کہہ کر بیان فرمایا اور نیک اولاد جو اصل غرض نکاح ہے حضور پاک ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ اے جابر مقصود نکاح اولاد کو بنانا قرآن کریم نے اس فائدہ عظمیٰ کی طرف اشارہ فرمایا: نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ کہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم وہاں آسکتے ہو جیسے چاہو جس طرح کھیت سے مقصود زراعت ہے اسی طرح نکاح سے مقصود نیک صالح اولاد ہے اور صالح اولاد انسان کیلئے مستقل ایک الٰہی تحفہ ہے اور نیک نامی کا ذریعہ ہے، حدیث شریف میں ہے:

عن أبي هريرة رضي قال: قال	جب انسان مرجاتا ہے تو
رسول الله صلى الله عليه وسلم	اسکے اعمال ختم ہوجاتے ہیں مگر تین
إذا مات الإنسان انقطع عنه	اعمالوں کا ثواب جاری رہتا ہے ایک
عمله إلا من ثلثة إلامن صدقة	صدقۂ جاریہ، دوسرے ایسا علم جس سے

جاریة أو علم ینتفع بہ أو ولد صالح یدعو له(مشکوٰۃ ص:۳۲، ج:۱)۔ فائدہ اٹھایا جائے، تیسرے نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

اور فرمایا کہ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے إن أولادکم من أطیب کسبکم الحدیث (ترمذی)۔ اور بہترین اولاد ان کیلئے فرحت وسرور کا باعث بھی ہے جس کی طرف رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا میں تصریح ہے کہ اولاد صالح کو آنکھوں کی ٹھنڈک بتایا گیا ہے۔

جو میری سنت پر نہ چلے اس کا مجھ سے کیا تعلق ہے

(۲) حضرت انس ابن مالکؓ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرامؓ جمع ہو کر ازواجِ مطہرات کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے تعلق سے معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے جب ان کو بتایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم تصور کیا اور پھر تبصرہ کیا کہ کہاں نبی پاک ﷺ اور کہاں ہم آپ کے تو اللہ پاک نے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دئے ہیں اس لئے ہمیں بہت زیادہ عبادت کی ضرورت ہے ان میں سے ایک بولا بہر حال میں آج سے پوری رات نماز پڑھوں گا آرام ہی نہ کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں آج سے مستقل روزہ رکھوں گا کبھی روزہ نہ چھوڑوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں آج سے نکاح وشادی نہ کرنے کا عہد کرتا ہوں اور عبادت کیلئے فارغ ہو جاؤں گے، جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور بتایا گیا کہ فلاں فلاں حضرات آئے تھے اور یہ یہ پوچھا اور ایسا ایسا کہا، رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی ظاہر فرمائی اور پھر ان کو بلوایا اور فرمایا کہ تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟ اللہ پاک

سے تم سب میں سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور گناہوں سے بچنے والا ہوں الحمدللہ، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا ہوں آرام بھی کرتا ہوں اور نماز تہجد بھی پڑھتا ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں، جو میری سنتوں سے اعراض کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا (رواہ البخاری ج:۲ ورواہ البیہقی ص:۲۸۱ ج:۴)۔

(۳) عطیہ ابن شیر مازنیؓ کہتے ہیں کہ عکاف بن ودع حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے حضور پاک ﷺ نے پوچھا کہ اے عکاف تم شادی شدہ ہو؟ عرض کیا نہیں بلکہ باندی ہے، فرمایا نہیں، فرمایا حالانکہ صحت مند اور مالدار انسان ہو پھر کیا مجبوری ہے؟ کہا الحمدللہ بالکل صحیح ہوں صحت مند انسان ہوں اور مالدار بھی الحمدللہ، فرمایا تم تو شیاطین میں سے ایک ہو (یعنی ایسا کرکے) یا تو نصاریٰ کی طرح رہبانیت اختیار کیے ہو تب تو تم ان میں سے بن جاؤ گے یا تو تم ہماری طرح ہو جاؤ جیسا ہم کرتے ہیں نکاح کیونکہ نکاح ہمارا طریقہ ہے اس کو اپناؤ جان لو تمہارے کنوارے نوجوان بدترین لوگ ہیں اور اگر وہ اس حال میں مرجائیں تو برے مرنے والے افراد ہیں بلکہ شیاطین ہیں، بہترین افراد شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت ہے جو برائیوں سے پاک ہیں، اے عکاف شادی کر عورتیں داؤدؑ کے ساتھ بھی ہیں، ایوبؑ کے پاس بھی اور یوسفؑ کے پاس بھی، یہ سب حضرات عورتوں والے تھے، اے عکاف ضرور شادی کر، عرض کیا جب آپ میرا نکاح کریں گے جس سے بھی چاہے کریں تب ہی کروں گا، فرمایا اللہ کا نام لیکر اس کی برکت کے ساتھ کریمہ بنت کلثوم حمیری سے شادی کرلو (بیہقی ص:۳۸۱ ج:۴)۔

(۴) ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مالدار

انسان شادی نہ کرے حالانکہ شادی کرنے کی وسعت رکھتا ہواس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۵) ابونجیح کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین یا مسکین ہے وہ شخص جس کے پاس بیوی نہ ہو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اگر چہ وہ مالدار ہو فرمایا ہاں اگر چہ مالدار ہی کیوں نہ ہو اور مسکین مسکین ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ اگر چہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو، فرمایا ایسا ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ رسولِ خدا ﷺ کی نظر میں نکاح کس قدر اہمیت رکھتا تھا اور اس عملِ خیر کی کس درجہ حیثیت تھی اللہ کی نظر میں اور ان کے پیارے رسول کی نظر میں یہ ہی وجہ ہے جب حضرت عثمان ابن مظعون ؓ نے یہ چاہا کہ بے نکاح زندگی گذاریں اور اس کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے سختی سے انکار کردیا جس پر انہوں نے کہا کہ اگر ہمیں کچھ بھی اجازت وگنجائش ہو جاتی تو ہم خصی کی طرح ہو جاتے۔

(۶) حضرت انس ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں نکاح کا حکم فرماتے اور مجرد و بے نکاح رہنے سے سختی سے روکتے تھے اور تاکید سے فرماتے کہ ایسی عورتوں سے شادی کرو جو محبت بھی کرنے والی ہو اور بچے بھی خوب جننے والی ہو (اس کا اندازہ خاندان کی عورتوں سے لگایا جاسکتا ہے) میں قیامت کے دن تمہاری کثرت پر اور انبیاءؑ کے مقابلہ فخر کروں گا (ترمذی ربیہقی رص:۳۸۳ رج:۴)۔

(۷) ایک حدیث پاک میں نکاح کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔

(۸) حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی مؤمن نکاح کرتا ہے تو اس نے آدھا دین مکمل کر لیا ہے اور باقی آدھے میں اللہ سے ڈرتا رہے اور کبھی یہ

فرمایا کہ جس کو اللہ پاک نے اچھی بیوی عنایت فرمائی ہو اللہ پاک نے آدھے دین پر اس کا تعاون فرمادیا مزید آدھے دین میں وہ اللہ پاک سے ڈرتا رہے (بیہقی رص:۳۸۳رج:۴)۔

(۹) ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہے کہ وہ اللہ پاک سے پاک صاف ملاقات کرے تو پاک باز عورتوں سے شادی کرے (رواہ بن ماجہ عن انسؓ)۔

(۱۰) نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ باکرہ عورتوں سے شادی کرو وہ شیری دہن ہوتی ہیں اور ان کا رحم زیادہ کھلا ہوتا ہے اور کم پر راضی ہو جاتی ہیں (رواہ ابن ماجہ) یعنی ان کے اندر ولادت کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اور عمدہ اخلاق عمدہ کلام ہوتی ہیں الا ماشاء اللہ، اس لئے حضرت جابرؓ نے جب شادی کر لی اور رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے معلوم فرمایا کہ باکرہ ہے یا ثیبہ؟ جب انہوں نے بتایا کہ ثیبہ ہے تو فرمایا کہ باکرہ سے شادی کرتے جو تمہارے ساتھ کھیلتی مزاح کرتی اور تم اس کے ساتھ مزاح وتفریح اور خوش طبعی کرتے (رواہ البخاری والترمذی)۔

(۱۱) نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مؤمن کو اللہ کے تقویٰ کے بعد زوجۂ صالحہ سے عمدہ کوئی نعمت نہیں ملتی ہے اگر اس کو دیکھے تو اس کو خوش کردے اگر قسم کھائے تو سچا کردے اور کہیں چلا جائے اس سے غائب رہے تو اپنی جان اور شوہر کے مال کی پوری حفاظت کرے (رواہ ابن ماجۃ ررسائل ملاعلی قاریؒ رص:۶۳ رج:۱)۔

(۱۲) اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جو کم خرچ والا ہو (بیہقی) پہلے تو لوگ بہت زیادہ خرچ کرتے تھے اب لاک ڈاؤن دور میں لوگوں نے

ماشاءاللہ بڑی سادگی کے ساتھ نکاح کئے ہیں خوب اس حدیث پر عمل کا موقع ملا ہے۔

(۱۳) نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تین افراد کی نصرت اللہ پاک کے ذمہ ہے، غلام ومکاتب جس ارادہ بدلۂ کتابت (آزادی کی رقم دیکر اپنے کو آزاد کرالینا) یہ پہلے دور میں تھا جیسا کہ آج کل جب لوگ تھانوں میں پولیس کے ہاتھ چڑھ جاتے ہیں تو رقومات دیکر اپنے کو رہا کراتے ہیں جس کو ضمانت کہتے ہیں مگر ان جرائم سے باز آنے کو تیار نہیں ہیں یہ بڑے افسوس کی بات ہے، دوسرا وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ پاکیزہ رہنے کا ہو اور تیسرا مجاہد فی سبیل اللہ ہے (مشکوٰۃ)۔

(۱۴) **وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا کلھامتاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ** (رواہ مسلم عن عبداللہ بن عمرؓ)۔	رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ساری کی ساری فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور بہترین چیز دنیا کی اشیاء میں نیک بیوی ہے۔

اسی لئے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً کی تفسیر میں امام محمد ابن کعب قرطبیؒ سے الزوجۃ الصالحۃ مروی ہے کہ حسنۃ کا مصداق نیک بیوی ہے نیک عورت کی پہچان یہ ہے کہ اس کا حسن خدا کا خوف ہو اور قناعت اس کی مالداری ہو اور اس کا زیور عفت و پاکدامنی ہے، برے کاموں سے اپنے آپ کو بچائے اور تہمت کی جگہوں سے احتراز کرے اسی لئے کہا جاتا ہے عورت کبوتر کی طرح ہے جہاں اس کے باز واڑ جاتے ہیں ایسے ہی عورت جب اچھے کپڑے پہنتی ہے تو گھر میں نہیں بیٹھتی (روح البیان رص: ۲۴۰ رج: ۴)۔

(۱۵)**نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تنکح المرأة لأربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداک** (متفق علیہ)۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عورت سے چار وجوہات سے نکاح کیا جاتا ہے، مالداری کی وجہ سے، خاندانی برتری کی وجہ سے، اور کبھی حسن و جمال کی وجہ سے اور کبھی دینداری کی وجہ سے، تو دینداری کو اختیار کر تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں۔

یہ آخری کا جملہ تحریض کے لئے عمل پر ابھارنے کیلئے فرمایا، حقیقت میں مقصود مدعا دنیا مقصود نہیں ہے، یا یہ مطلب ہے اگر ایسا کرو گے تو ذلت ہاتھ آئے گی، معلوم ہوا کہ مدار دینداری کو مانا جائے گا، نصاریٰ خوبصورتی کو مدار بناتے ہیں اور یہود مالداری کو مطمح نظر رکھتے ہیں۔

(۱۶)**وقال النبی صلی الله عليه وسلم تزوجوا النساء فإنهن يأتين بالمال** (رواہ البزاز عن عائشہ)۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عورتوں سے شادی کرو وہ اپنے ساتھ مال لاتی ہیں۔

یعنی ان کے ساتھ مالی برکت بھی آتی ہے، اولاد کی برکت بھی ہے اور دوسری برکات بھی، یہ مطلب نہیں ہے کہ مال کا مطالبہ کرو۔

(۱۷)**وقال النبی صلی الله عليه وسلم تزوجو اولا تطلقوا فان الطلاق يهتز منه العرش** (رواہ الطبرانی، رسائل ملاعلی قاریؒ ص:۶۵ رج:۱)۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ شادی کرو اور طلاق نہ دو اس لئے کہ طلاق سے عرش الٰہی بھی ہلنے لگتا ہے۔

کہ اللہ پاک کا غصہ نازل ہوتا ہے خاندان برباد ہوتے ہیں شیطان تفریق سے بہت خوش ہوتا ہے جو اللہ پاک کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔

(۱۸)وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجوا ولا تطلقوا فإن اللہ لایحب الذواقین ولاالذواقات (رواہ الطبرانی رملاعلی قاریؒ ص:۶۵ ج:۱)۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے شادی کرو اور طلاق نہ دو اللہ پاک مزہ چکھنے والے مردوں اور مزہ چکھنے والی عورتوں کو پسند نہیں فرماتے۔

ان تمام روایات سے نکاح کی بیحد ترغیب ثابت ہوتی ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ نکاح زنا سے تحفظ کا ذریعہ ہے جس کا اظہار ان روایات میں فرمایا گیا ہے۔

(۱۹)قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أحق الشروط ان توفوا بہ مااستحللتم بہ الفروج (رواہ الشیخان)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ پوری کی جانے کے لائق وہ شرطیں (معاملات) ہیں جن کے ذریعہ تم نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔

یعنی نکاح کے لوازمات نان نفقہ وغیرہ سب سے زیادہ پورا کئے جانے کے لائق اور ادا کئے جانے کے لائق ہیں اسی سے شریعت مقدسہ نے نان نفقہ کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے۔

(۲۰)وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا ھذاالنکاح فی المساجد

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ نکاح مسجدوں میں کرو علی الاعلان کرو اور گھروں کے باہر خوشی میں نکاح کے دف

واضربوا علیه بالدفوف (رواہ الترمذی عن عائشہؓ)۔ بجاؤ تاکہ خوب اس کی تشہیر ہو جائے اور سب کو پتہ چل جائے۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے چار چیزیں انبیاء و مرسلین کی سنت ہیں: حیاء، عطر کا استعمال کرنا، مسواک کرنا، نکاح کرنا (ترمذی)۔

(۲۱) وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من أحب فطرتی فلیستن بسنتی ومن سنتی النکاح (رواہ البیہقی عن ابی ہریرۃ)۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میری فطرت سے محبت رکھتا ہے اس کو چاہیے میرے طریقہ کو اپنائے اور نکاح کرنا بھی میری سنت ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ جو میری سنت کو اپنائے گا اس کا تو مجھ سے تعلق ہوگا اور جو میری سنت سے اعراض کرے گا اس کا مجھ سے تعلق نہ ہوگا **من اخذ بسنتی فھو منی ومن رغب عن سنتی فلیس منی** (رواہ ابن عساکر عن ابن عمرؓ)۔

(۲۲) وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أربع من أعطیھن فقد أعطی خیر الدنیا والاٰخرۃ قلبا شاکرا ولسانا ذاکرا وبدنا علی البلاء صابرا وزوجۃ لاتبغیه خوفا فی نفسها وماله (رواہ الطبرانی عن ابن عباس)۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ چار چیزیں جس کو مل گئیں اس کو دنیا اور آخرت کی ہر خیر دیدی گئی، شکر کرنے والا دل ذکر اللہ کرنے والی زبان، بلاؤں پر صبر کرنے والا بدن، نیک صالح بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے۔

اللہ پاک کو خیانت کرنے والے ناپسند ہیں، اللہ پاک نے فرمایا: اِنَّ اللّٰـــہَ لَایُحِبُّ الْخَآئِنِیْن کہ اللہ پاک خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

خیانت بھی زنا کاری اور فاحشہ ہے اور نکاح عفت وعصمت کا ضامن ہے اور اللہ پاک کو انسان کا عفت وعصمت کے ساتھ رہنا پسندیدہ ہے اسی عفت وعصمت کی برکت تھی کہ اللہ پاک نے حضرت یوسفؑ کو کس قدر اونچا مقام عطا فرمایا کہ حکومت مصران کے حوالہ کر دی اوران کو علاقہ مصر میں ایک مقام عطا فرمایا حکومت وسلطنت کا، کہ وہ جہاں چاہیں جاسکیں اوران کو عالم والوں کیلئے ایک بہترین نمونہ بنادیا اللہ پاک نے ان کے تعلق سے کتنے بلند کلمات ارشادفرمائے کہیں فرمایا: وَلَـمَّا بَـلَـغَ اَشُـدَّہٗ اٰتَیْـنَاہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا وَّکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْن اور کہیں فرمایا: وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَالْمُحْسِنِیْنَ اور کہیں فرمایا اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْن کہ یوسفؑ ہمارے مخلص بندوں میں ہیں اور یہ سب تقویٰ وطہارت اور ایمان کی کرامت وبرکت ہے اللہ پاک نے اس کا خلاصہ کیا وَلَاَجْـرُالْاٰخِـرَۃِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَـنُـوا وَکَـانُوْ یَتَّقُوْنَ کہ آخرت کا اجر وثواب برحق ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں اور اللہ پاک سے ڈرتے ہیں ان سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہیں زنا اور اس کے اسباب سے بچنا ہی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک شخص مسکی (مشک والا) سے بڑا مشہور ومعروف تھا اس وجہ سے کہ اس سے مشک وعنبر کی طرح عمدہ خوشبو مہکتی تھی، اس شخص سے

اس کی وجہ معلوم کی گئی تو اس نے کہا کہ میں بہت خوبصورت وحسین چہرہ والا انسان تھااور میرے اندر حیاء کا مزاج بھی بہت زیادہ تھا جس کی وجہ سے مجھےلوگوں سے ملنا جلنا پسند نہ تھا لوگوں نے میرے والد کو مشورہ دیا کہ اس کو بازار میں بٹھایا کرو یہ لوگوں کے ساتھ جب ملے گا تو اس کی طبیعت میں تبدیلی آئے گی اور اس کا مزاج کھلے گا جو بندش ہے اس کی طبیعت پر وہ دور ہوگی انہوں نے مجھ کو ایک دوکان میں بٹھادیا کپڑے والے کی اور وہاں میں کچھ کام بھی کرتا تھا ایک دن ایک بڑھیا آئی اس نے مجھ سے کچھ سامان طلب کیا میں نے اس کی طلب کے موافق کپڑے اور دیگر سامان نکال کر اس کو دیدیا جب قیمت دینے کا مرحلہ آیا اس نے کہا کہ تم اگر میرے ساتھ چلو تو میں اپنے گھر سے اس سب سامان کی قیمت دیدوں گی میں اس کے ساتھ چل پڑا کچھ دور چل کر اس کا محل آ گیا وہاں اس نے مجھے اندر داخل ہونے کیلئے کہا میں اندر داخل ہوگیا بہت شاندار محل تھا بڑا خوبصورت اس میں ایک قبہ کافی بڑا یعنی ہال کمرہ اس کے اندر ایک عمدہ سریر پڑا تھا جس کے اوپر ایک بہترین قالین بچھا تھا وہاں ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی تھی اس بڑھیا نے مجھے اس کے پاس چھوڑ دیا اور خود ادھر ادھر ہٹ گئی اس نے مجھے اپنی طرف کھینچا میں حیران تھا یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے میں نے اس سے کہا واللہ مجھے اس وقت استنجے کی ضرورت ہوتی ہے اس نے کہا کوئی حرج نہیں پہلے اس سے فارغ ہوجاؤ یہاں کوئی اور نہیں ہے میرے اور تمہارے علاوہ میں نے اس سے بیت الخلاء کے بارے میں معلوم کیا میں نے بڑا استنجا کیا اور اس عمل قبیح سے بچنے کیلئے تدبیر اختیار کی کہ اپنی غلاظت اپنے چہرہ اور

بدن پر لگائی اور باہر نکلا جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی تو پاگل آدمی ہے اس کو باہر نکالو پھر اس بڑھیا نے مجھے باہر نکال دیا میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ظاہری غلاظت کی وجہ سے باطنی اور حقیقی غلاظت سے بچ گیا اس طرح میں نے اس سے خلاصی اور نجات پائی گھر آ کر یہ سب صاف کیا اور اچھی طرح طہارت کی رات میں خواب دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ آج تم نے یوسف ابن یعقوب والا کام کیا ہے پھر وہ شخص کہنے لگا کہ پہنچاتے ہو میں کون ہوں میں نے کہا نہیں پہچانتا ہوں فرمایا کہ میں جبرئیل ہوں اور یہ سب تمہاری عفت وتقویٰ کی برکت ہے اور جب سے ہی یہ عمدہ خوشبو مجھ سے مہکتی ہے۔

دیکھئے رب نے اس شخص کو کتنا بڑا انعام دیا کتنی بڑی بشارت ملی سبحان اللہ یہ ہے ایمان وتقویٰ۔

ایک بار ابلیس علیہ اللعنہ حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ جب تم غصہ کرو تو دھیان رکھنا اس وقت میں تمہارے قریب ہوں گا اور میرا چہرہ تمہارے دل میں ہوگا اور میری آنکھ تمہاری آنکھوں کے اندر اور میں تمہارے اندر خون کی طرح دوڑوں گا اور جس وقت جہاد میں دشمن سے مقابلہ کرو گے دھیان رکھنا اس وقت میں تمہاری اولاد بیوی وغیرہ کو یاد دلاؤں گا ہر مؤمن کے ساتھ میرا یہی معاملہ ہوتا ہے اور جس وقت تم کسی غیر محرم عورت کے پاس بیٹھتے ہو اس وقت میں درمیان میں ہوتا ہوں اس کی طرف تمہاری طرف رسول بن کر آتا ہوں اور تمہاری جانب سے

اس کی طرف قاصد نمائندہ بن کر جاتا ہوں دونوں کو ایک دوسرے کی طرف مائل کر دیتا ہوں اور دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہوں اور دونوں کو پھنسانے کی کوشش کرتا ہوں (روح البیان رص:۱۵۵رج:۵)۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں کسی عورت پر نظر پڑی دل میں غلط وسوسہ آتا ہے اور میلان ہوتا ہے اگر شادی شدہ انسان ہے تو اپنی بیوی کے پاس آکر اپنی تسکین کرے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ اس کے پاس بھی وہی ہے جو اس کے پاس ہے اور اگر بیوی نہیں ہے تو نکاح کرنے میں عجلت سے کام لے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ تین چیزوں میں دیر مت کرو نکاح میں جب لڑکا لڑکی کا جوڑ مل جائے (۲) نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے (۳) جنازہ میں جب حاضر ہو جائے ، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو خاص زور دیکر فرمایا (رواہ الترمذی رص:۴۲رج:۱)۔

عن علیؓ أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال له یاعلی ثلاث لا تؤخرها الصلاة إذا اٰنت،والجنازة إذا حضرت والأیم إذا وجدت لها كفواً (باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل رترمذی رص:۴۲رج:۱)۔	حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا اے علی ! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، نماز کا جب وقت ہو جائے ، جنازہ جب حاضر ہو جائے اور غیر شادی شدہ عورت جب اس کا ہم پلہ رشتہ مل جائے۔

ناحق قتل نہ کرو

وَلَا تَـقْتُـلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَـرَّمَ اللّٰـهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰناً فَلَا يُسْرِفْ فِي الْـقَتْـلِ اِنَّـهٗ كَانَ مَنْصُوْراً o (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۳۳)۔

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر اور جو شخص ناحق قتل کیا جاوے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو اس کو قتل کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرنا چاہئے وہ شخص طرف داری کے قابل ہے (بیان القرآن)۔

ان کاموں سے جن کا تعلق حکمت سے ہے ایک امر یہ بھی فرمایا کہ نہ قتل کرو اس جان کو جس کو اللہ نے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، مگر حق پر، صحیحین میں ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تین صورتوں میں جان کے بدلے جان، یا زانی شادی شدہ، یا جو شخص دین کو چھوڑ کر جماعت مسلمین سے علیحدہ ہو جائے۔

اور قصاص لینے کا معاملہ بھی حکومت کے حوالے ہے خود قصاص نہیں لے سکتا ہے ورنہ اور فساد بڑھ جائے گا۔

ومن قتل الخ اور جو شخص مظلوم قتل کیا گیا ہے ہم نے اس کے وارث کیلئے قصاص کا موقع رکھا ہے حق رکھا ہے مگر وہ بھی قتل کے سلسلہ میں اس سے آگے نہ بڑھے تب ان کو مدد خدا ملتی ہے اور وہ منصور ہوگا، یعنی اولیائے مقتول کو اختیار ہے کہ حکومت سے کہہ کر خون کا بدلہ لیں لیکن بدلہ لیتے وقت حد سے نہ گذریں مثلاً قاتل کی جگہ غیر قاتل کو سزا دلوانے لگیں یا قاتل کے ساتھ دوسرے بے گناہوں کو بھی شامل کرلیں یا قاتل

کے ناک کان وغیرہ کاٹے اور مثلہ کرنے لگیں۔

انہ کان منصوراً یعنی خداتعالیٰ نے اس کی مدد کی کہ بدلہ لینے کا حق دیا اور حکام کو امر فرمایا کہ حق دلوانے میں کمی نہ کریں بلکہ ہر کسی کو لازم ہے کہ خون کا بدلہ دلانے میں مدد کریں نہ یہ کہ قاتل کی حمایت کرنے لگے اور وارث کو بھی چاہئے کہ ایک کے بدلہ دو نہ مارے یا قاتل ہاتھ نہ لگا تو اس کے بھائی بیٹے کو مار ڈالا جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا ہرگز ہرگز ایسا نہ کرے خود ظالم بن جائے گا (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

امام بغویؒ نے سلطان کی تفسیر میں فرمایا قاتل پر ولایت قتل یعنی قتل کا اختیار ہے امام مجاہدؒ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ چاہے قصاص لے چاہے اس سے دیت خون بہا لے چاہے اس کو معاف کر دے اور اسراف فی القتل جس سے منع کیا ہے ان اقوال کے ساتھ جو اوپر لکھے گئے ہیں حضرت سعید بن جبیرؒ کا قول بھی اسی طرح کا ہے کہ قاتل ایک ہے اور اس کے عوض جماعت کو قتل کرے یہ اسراف اور ظلم عظیم ہے (بغوی ص:۱۱۴ ج:۳)۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ○ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۳۴)۔	اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اچھے ارادہ سے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، عہد پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔

ان حکمت دینی کے کاموں میں سے ایک کام یہ ہے کہ یتیم کے مال کو غلط

طریقہ سے استعمال نہ کرو اس میں خلاف شرع تصرف مت کرو یہاں بھی وہی انداز ہے جو زنا کے سلسلہ میں تھا کہ تصرف غلط تو دور کی بات ہے قریب جانے کا ارادہ بھی نہ کرو یہاں تک کہ یتیم اشدعمر کو پہنچ جائے ۱۸ر،۲۰ر سال کے درمیان کا زمانہ جس میں عقل وشعور رشد وہدایت کا اندازہ ہونے لگتا ہے کہ اب اس کے اندر یہ اوصاف آگئے ہیں سمجھدار بردبار ہوگیا ہے اپنی زندگی کے بارے میں یہ کیسے رہتا ہے جب اس کی لیاقت وصلاحیت سمجھ لے تب اس کا مال ودولت اس کے حوالہ کردے اس سے قبل صرف حفاظت اور نگہداشت رکھے اور بقدر ضرورت اس پر خرچ کرے عہد سے مراد جیسا کہ سابق میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے کہ جملہ معاملات ہیں جن کا بندہ نے التزام کیا ہے اس میں امر الٰہیہ کو اختیار کرنا اور ممانعت کی چیزوں سے بچنا اور وہ معاملات بھی ہیں جو بندہ دوسرے بندوں کے درمیان کرتا ہے ان سب ذمہ داریوں کا قیامت میں سوال ہوگا اس لئے روایت میں ہے کہ تم میں سے ہر ایک مسئول وذمہ دار ہے اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

صحیح صحیح ناپ تول کرو

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمُ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ٥ (سورۃ بنی اسرائیل آیت:۳۵)۔

اور جب ناپ کردو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کردو یہ اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

فائدہ: ان حکمت کی باتوں میں ایک حکمت سے لبریز یہ حکم بھی ہے کہ کیل اور وزن بالکل انصاف سے کرو اس میں ذرا بھی گڑ بڑ اپنے نفع کے خیال سے کرنا اور دوسروں کو دھوکہ دینا گناہ کبیرہ ہے، پیسے پورے لئے اور اشیاء خوردنی میں کمی کر دی یہ جرم ہے چونکہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اور بھی زیادہ سنگین ہو جاتا ہے اس سے بہت بچنا چاہئے۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ لوگو! دو ایسی چیزیں ہیں جن کے اندر گڑ بڑ کر کے تم سے پہلے والے لوگ بھی ہلاک ہو گئے خبردار تم اس سے بچنا ایک کیل ہے دوسرے وزن ہے۔

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأصحاب الكيل والميزان إنكم قد وليتم أمرين هلكت فيه الأمم السالفة قبلكم (ترمذی ص:۲۳۰، ج:۱)۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ناپ تول کرنے والوں سے فرمایا تمہیں ایسے دو کاموں کی ذمہ داری ملی ہے کہ جس میں کمی بیشی کرنے کی وجہ سے سابقہ امتیں ہلاک ہو گئیں (اس میں قومِ شعیبؑ کی طرف اشارہ ہے)۔

اس حدیث شریف میں اشارہ ہے قوم شعیبؑ کی جانب کہ ان کا یہ خاص مرض تھا کہ ناپ تول میں کمی کیا کرتے تھے، حضرت شعیبؑ نے ان کو توحید وعبادت الٰہی کی دعوت اور شرک سے ممانعت کے ساتھ ساتھ اس وقت کے رائج مرض ناپ

تول میں کمی کرنے سے بھی روکا جیسا کہ وہ ہر رسول و نبی کا طریقہ تھا کہ پہلے ایمان وتوحید، عبادت الٰہی کی دعوت دیتے کفر وشرک سے منع کرتے اور پھر اصلاح اعمال کی دعوت دیتے اور برائیاں چل رہی ہوتی ان سے روکتے ایسے ہی شعیبؑ نے کیا ان کواس سے روکا جس کا ذکر سورۂ اعراف میں کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَآءَ تْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَo (سورۂ اعراف آیت:۸۵)۔	اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اے لوگو اللہ پاک کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آ چکی ہے پس تم ماپ پوری کرو اور تول بھی پورا دو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو اور خرابی مت ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

حضرت شعیبؑ نے معاشرتی اصلاح اور حقوق العباد کی حفاظت پر خاص زور دیا اور مدین والوں کو اور دوسری جگہ ایکہ کا ذکر ہے ہوسکتا ہے کہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی ہوں اور اگر دو جگہ کی قومیں ہیں تب بھی کہا جائے گا کہ وہ دونوں کی طرف مبعوث ہوئے اور چونکہ یہ قومیں فی الجملہ ان امراض میں شریک تھیں اس لئے ان کو

سمجھایا اور اس چیز سے سختی سے روکا۔

بندوں کے حقوق کی رعایت اور باہمی معاملات کی درستی جس کی طرف فی زمانا اچھے اچھے لوگوں کو کم توجہ ہوتی ہے جو اپنے آپ کو مفتی بھی سمجھتے ہیں مگر باری تعالیٰ عز اسمہ کے نزدیک یہ چیزیں کس قدر اہم ہیں کہ ایک جلیل القدر پیغمبر کا مخصوص وظیفہ دعوت وتبلیغ یہی بیان فرمایا اور جب ان کی قوم نے نہیں مانا تو تباہ کر دیئے گئے (خدا کی پناہ) معلوم ہوا کہ یہ گناہ کبیرہ ہے جس پر سخت عذاب نازل ہوا۔

قوم شعیبؑ پر عذاب الٰہی

جس کو اللہ پاک نے فرمایا:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِی دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ○ الَّذِیْنَ كَذَّبُوا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوا شُعَیْبًا كَانُوا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ○ (سورۂ اعراف آیت: ۹۲)۔

پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہوگئی جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی وہی خسارہ میں پڑ گئے۔

متعدد آیات کے جمع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر ظلہ، صیحہ، رجفہ کی طرح عذاب آئے یعنی اول بادل نے سایہ کرلیا جس میں آگ کے شعلے اور چنگاریاں تھیں پھر آسمان سے سخت ہولناک اور جگر پاش آواز ہوئی اور نیچے سے زلزلہ آیا (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا ایسے ہوگئے جیسے وہاں کبھی نہ تھے جنہوں نے

حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا تھا خود ہی تباہ ہو گئے، یعنی جو دوسروں کو ان کی بستیوں سے محض ایمان لانے کی وجہ سے نکل جانے کی دھمکیاں دیتے تھے اور NRC لائے تھے وہ خود ہی نیست و نابود ہو گئے اور خائب وخاسر ہو کر رہے، اسی طرح ہمارے اس دور میں اسلام دشمن مسلمانوں کے دشمن چال چل رہے ہیں مساجد و مدارس کو ویران کرنے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے پر لگے ہوئے ہیں انشاءاللہ العزیز ان کا انجام بھی خطرناک ہوگا اور دنیا تماشا دیکھے گی اللہ پاک کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔

ایک دوسری جگہ فرمان ہے **واوفوا الکیل والمیزان بالقسط ذلک خیر واحسن تاویلا** یعنی کیل اور وزن ناپ تول ٹھیک ٹھیک کرنا انجام کار باعث برکت ہے، یعنی اس میں خیر بھی ہے اور برکت بھی، اہل ایمان کو اللہ پاک کے اس جملے پر یقین رکھنا چاہئے نہ اس طرز پر چلنا چاہئے جو ان لوگوں کا تھا جن پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور وہ ہمیشہ کیلئے تباہ کر دئے گئے یہ ہے ہمارا ایمان بالقرآن ایمان باللہ ایمان بالرسول کا تقاضہ اور آخرت میں لائق ثواب عمل جس کی امید کی جائے آخرت کے انجام کی بہترائی ظاہر ہے اور دنیا کے اندر بھی برکت ہے جسے ہی لوگوں کو کسی کے بارے میں اچھے معاملات کا علم ہوگا تو وہ اس کے پاس سے تجارت کریں گے اور کاروبار بہترین چلے گا امانت داری اور سچائی کاروبار کی ترقی کی بنیاد ہے اس کی جگہ آج کل لوگوں نے جھوٹ اور دھوکہ دغابازی پر یقین جمالیا ہے حالانکہ وہ ہلاکت ہے اور سچائی اور امانت باعث برکت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **التاجر الصدوق الأمین مع النبیین** وہ تاجر جو سچائی اور امانت داری کے ساتھ تجارت کرے گا وہ انبیاء وصدیقین کے ساتھ محشور ہوگا سبحان اللہ العظیم (ترمذی/ص:۱۴۵/ج:۱)۔

اتنی بڑی بشارت کو چھوڑ کر حشر محض دنیوی نفع کے خاطر کذابین اور دجالین کے ساتھ کرانا پرلے درجہ کی حماقت اور جہالت ہے اور اعلیٰ درجہ کی ضلالت وگمراہی وخسران ہے (اللہ کی پناہ)۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ مارکیٹ تشریف لے گئے اور تجارت کرنے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے تجار سن لو تم بروز قیامت فجار بنا کر اٹھائے جاؤ گے ہاں مگر وہ جو اپنی تجارت میں اللہ سے ڈرے اور سچائی اختیار کرے دھوکہ وغیرہ نہ دے۔

عن إسماعيل بن	اسماعیل ابن عبید ابن رفاعہ رضی اللہ عنہ
عبيد بن رفاعة عن أبيه عن	اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل
جده أنه خرج مع النبي	کرتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ
صلى الله عليه وسلم إلى	عیدگاہ کی طرف نکلے تو دیکھا کہ لوگ
المصلى فراى الناس	خرید وفروخت کر رہے ہیں آپ ﷺ
يتبايعون فقال يا معشر التجار	نے فرمایا اے تاجرو وہ سب حضور ﷺ
فاستجابوا لرسول الله	کی طرف متوجہ ہوگئے اپنی گردنیں
صلى الله عليه وسلم ورفعوا	اٹھالیں اور آپ کی طرف دیکھنے لگے
أعناقهم وأبصارهم إليه فقال	آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن
إن التجار يعثون يوم القيمة	تاجر گناہ گار اٹھائے جائیں گے ہاں
فجارا إلا من اتقى الله	البتہ اگر کوئی اللہ سے ڈرے نیکی کرے
وبر وصدق (ترمذی ۲۳۰، ج:۱)۔	اور سچ بولے تو وہ اس حکم میں داخل نہیں۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تاجروں کو صدقہ کرنے کی خاص ہدایت فرمائی کیونکہ شیطان اور گناہ تجارت کے معاملات میں زیادہ آتے ہیں اس لئے صدقہ کی تاکید کی تاکہ صدقہ کے ذریعہ اس کی کچھ تلافی ہوتی رہے۔

عن قيس بن أبي غرزةؓ قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نسمى السماسرة فقال يامعشر التجار إن الشيطان و الإثم يحضرا ن البيع فشوبوا بيعكم بالصدقة (ترمذی،ص:۲۲۹،ج:۱)۔	حضرت قیس ابن ابی غرزہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے لوگ ہمیں سماسرہ کہا کرتے تھے آپ نے فرمایا اے تاجروں کی جماعت خرید وفروخت میں شیطان اور گناہ دونوں موجود ہوتے ہیں لہذا تم لوگ اپنی خرید وفروخت کو صدقہ کے ساتھ ملا دیا کروتا کہ کفارہ ہوجائے۔

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تجارت میں جھوٹ بولنے والے کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے قیامت کے دن۔

عن أبی ذرؓ عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: ثلثة لاينظر الله إليهم يوم القيمة ولا يزكيهم	حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف نہ رحمت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور نہ ہی انہیں پاک کریں گے

ولهم عذاب أليم قلت	اوران کیلئے دردناک عذاب ہے، میں نے
من هم يارسول الله فقد	عرض کیا وہ کون ہیں یا رسول اللہ! وہ تو برباد
خابوا وخسرو قال	ہوگئے اور خسارہ میں رہ گئے، آپ ﷺ نے
المنّان والمسبل إزاره	فرمایا ایک احسان جتلانے والا دوسرا تکبر کی
والمنفق سلعته بالحلف	وجہ سے شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچی رکھنے والا
الكاذب (ترمذی/ص:۲۳۰/ج:۱)۔	اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔

ایک شخص مرنے کے قریب تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ آگ کے دو پہاڑ آگ کے دو پہاڑ اس سے پوچھا گیا اس نے کہا دو میکال تھے ایک سے لیتا تھا اور ایک سے دیتا کم وزیادہ کرتا تھا (روح البیان/ص:۱۵۷/ج:۵)۔

وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ	اور نہ پیچھے پڑ اس بات
عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ	کے جس کی خبر نہ ہو بیشک کان
كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا o	آنکھ اور دل ان سب کی اس سے
(سورۂ بنی اسرائیل آیت:۳۶)۔	پوچھ ہوگی۔

فائدہ: یعنی بے تحقیق زبان سے مت نکال نہ اس کی اندھا دھند پیروی کرے آدمی کو چاہئے کہ کان آنکھ دل دماغ سے کام لے اور بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منھ سے نکالے، یا عمل میں لائے سنی سنائی باتوں پر بے سوچے کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عمل درآمد نہ کرے اس میں جھوٹی شہادت دینا غلط تہمتیں لگانا بے تحقیق خبر کسی کے

درپے آزار ہونا یا بغض وعداوت قائم کر لینا باپ دادا کی تقلید یا رسم ورواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا ان دیکھی یا ان سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتانا غیر معلوم اشیاء کے بارے میں دعوی کرنا کہ میں جانتا ہوں یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت داخل ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت میں تمام اعضا وجوارح کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا بے موقع تو خرچ نہیں کیا (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

حضرت امام قتادہؒ نے فرمایا کہ لاتقف کے معنیٰ لاتقل کے ہیں مت کہو ایسی بات جس کی خبر صحیح نہ ہو تحقیق کے ساتھ، امام مجاہدؒ نے فرمایا کسی کو بلا تحقیق الزام مت دو آدم سے کان آنکھ دل دماغ کے بارے میں سوالات ہوں گے (بغوی ص:۱۱۴ ج:۲)۔

کہ آنکھوں سے کیا دیکھا، کانوں سے کیا سنا، دل دماغ کہاں استعمال کیا، یہ سب اللہ پاک کی امانتیں ہیں یہاں زبان کا ذکر نہیں آیا جب کہ زیادہ خرابیاں اس سے پیش آتی ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ لوگوں کو جہنم میں منہ کے بل گرانے والی وہ زبان کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہیں (ترمذی)۔

یہ اس لئے ہے کہ یہ زبان درازیاں جو زبان کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہیں یہ کان کے راستہ سے تو آتی ہیں پھر انسان اس پر زبان چلاتا ہے اسی وجہ سے حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا جسم صغیر ہے جرائم کبیر ہیں یعنی زبان کا سائز چھوٹا ہے اور جرم بڑے بڑے ہیں۔

اور فرمایا جو دو چیزوں کی ضمانت لے میں اس کیلئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں وہ

جواس کے دو جبڑوں کے بیچ میں ہے (زبان) اور جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے (شرم گاہ) (ترمذی ربیہقی رص:۲۳۵رج:۴)۔

کان، آنکھ، دل کا ظلم کیا ہے

روح البیان رص:۱۵۸رج:۵ر میں ہے کہ کان کا ظلم اس کا غیبت سننا ہے لغو رفث بہتان تہمت گانے فحش امور سننا ہے اوراس کا عدل اس کا تلاوت میں احادیث شریفہ میں علوم اور حکمت کی باتوں میں مواعظ ونصیحت میں حق بات میں استعمال ہونا ہے۔

اور بصر کا ظلم محرمات اور اجنبی عورتوں کو دیکھنا اپنے سے زیادہ دنیاداروں کو دیکھنا اور دین میں کم تر لوگوں کو دیکھنا دنیا اوراس کی زیب وزینت کو دیکھنا ہے اوراس کا عدل وانصاف قرآن میں نظر کرنا علوم میں نظر کرنا علماء صلحاء کی زیارت اور زمین وآسمانوں کو چشم عبرت سے دیکھنا ہے۔

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جب سے میری نظر رسول اللہ ﷺ پر پڑی ہے میں اپنی شرمگاہ کو نہیں دیکھتا دوسرے کی غلط جگہ کا کیا سوال یہ خیال کر کے جو نظر آپ ﷺ کے چہرہ پر واقع ہوگی اب اس کا ایسا استعمال سراسر بے ادبی ہے، سبحان اللہ کیا ادب ہے۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ سے منقول ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور جب سے حضور ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی ہے کبھی اپنی شرمگاہ کو داہنے ہاتھ سے نہیں چھوا اور نہ بدبودار چیزیں کھائی جب سے قرآن پاک کی تلاوت کا آغاز فرمایا (روح البیان رص:۱۵۸رج:۵)۔

اور فُؤَادُ: یعنی دل کا ظلم حسد، عداوت، دشمنی، حُبِّ دنیا کا قبول کرنا ہے اور غیر اللہ سے تعلق پیدا کرنا ہے اور اس کا عدل وانصاف ان تمام امور سے اس کو صاف رکھنا ہے اور اس کے اندر برے اخلاق کی جگہ اچھے اخلاق اور بری صفات کی جگہ اچھی صفات لا کر تبدیلی پیدا کرنی ہے (روح البیان رص:۱۵۹رج:۵)۔

اوپر کے مضمون کی مناسبت سے چند قابل عمل باتیں لکھی جاتی ہیں، بات آئی ہے اس لئے دل نے چاہا کہ کچھ اس کے متعلق بھی لکھدی جائیں۔

عن عقبة بن عامر قال: قلت يارسول الله ما النجاة قال: أملك عليك لسانك وليسعك بيتك وابك على خطيئتك۔	حضرت عقبہ ابن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول نجات کیسے میسر ہوسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اپنے گھر کو لازم پکڑو، اپنے گناہوں پر رویا کرو۔
عن أسود بن أحرم قلت يا رسول الله أوصني قال هل تملك لسانك قلت فما أملك اذالم املك لساني	اسود ابن احرمؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے وصیت کر دیجئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنی زبان پر قابو کر سکتا ہے؟ تو میں نے کہا کہ میں قابو نہیں کر سکتا جب میری زبان بے قابو ہوجائے ،

قال فهل تملك يدك قلت فما أملك إذالم أملك يدي قال فلا تقل بلسانك إلامعروفا ولا تبسط يدك إلا إلى خير۔	حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنے ہاتھ پر قابو کرسکتا ہے؟ تو میں نے کہا میں قابو نہیں کرسکتا جب میرا ہاتھ بے قابو ہو جائے، تو حضور ﷺ نے فرمایا تو اپنی زبان سے بھلی بات ہی کہہ اور اپنے ہاتھ کو خیر کے کام میں ہی استعمال کر۔
قال عليه السلام إن أكثر خطايا ابن آدم في لسانه۔	حضور پاک ﷺ نے فرمایا ابن آدم کی اکثر غلطیوں کا ذریعہ زبان ہے۔
وقال عليه السلام رحم الله عبدا تكلم فغنم أوسكت فسلم (بیہقی رص:۱۴۱ر:۴)۔	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس بندہ پر رحم کرے جس کا بولنا باعثِ غنیمت ہو یا جس کی خاموشی باعثِ سلامتی ہو۔
عن أنس بن مالك ؓ قال من سره أن يسلم فليستلزم الصمت۔	حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں جو سلامتی کو پسند کرے اس کو چاہئے کہ خاموشی کو لازم پکڑ لے۔
قال عليه السلام طوبى لمن عمل بعلمه وأنفق الفضل من ماله وأمسك الفضل من قوله۔	حضور ﷺ نے فرمایا: مبارکباد ہو اس کے لئے جو اپنے علم پر عمل کرے اور اپنے مال میں سے زیادتی کو خرچ کرے اور فضول باتوں سے رکا رہے۔

عن بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تكثر الكلام بغير ذكر الله فإن كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة للقلب وان أبعدالناس من الله القلب القاسي۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذکرِ الٰہی کے علاوہ کثرتِ کلام سے پرہیز کرو کیونکہ اس سے دل سخت ہوجاتا ہے اور سخت دل والا اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور ہوتا ہے۔

وقال عليه السلام من كان يومن بالله واليوم الأخر فليقل خيرا أوليصمت (رواہ البخاری)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ خیر کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله لايلقى لهابالا يرفع الله بهادرجات وإن العبدليتكلم بالكلمة من سخط الله لايلقى لها بالا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان بعض اوقات اللہ کی رضامندی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کا قطعا اسے خیال بھی نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کردیتے ہیں اور بعض اوقات بندہ

یھوی بھا فی جھنم ، رواہ البخاری وفی روایۃ لھما یھوی بھا فی النار أبعد مابین المشرق والمغرب (مشکوۃ ص:۴۱۱،ج:۴)۔

اللہ کی ناراضگی کا ایسا کلمہ نکالدیتا ہے جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا اوراس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اتنی دو رجا گرتا ہے جتنا مشرق اور مغرب میں فاصلہ ہے۔

وعن سھل بن سعدقال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یضمن لی مابین لحییہ ومابین رجلیہ أضمن لہ الجنۃ(مشکوۃ ص:۴۱۱،ج:۲)۔

حضرت سہل ابن سعدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جوشخص مجھے دوچیزوں کی ضمانت دے میں اس کیلئے جنت کی ضمانت دیتاہوں ایک وہ چیز جو اس کے جبڑوں کے درمیان ہےاور ایک وہ چیز جواس کی ٹانگوں کےدرمیان ہے۔

تکبر کی مذمت وقباحت

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَیِّئُہٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھاًo(سورۂ بنی اسرائیل آیت:۳۸،۳۷)۔

اورزمین پراتراتاہوامت چل، نہ تو زمین کو پھاڑسکتا ہےاورنہ پہاڑوں کی لمبائی کوپہنچ سکتا ہے، یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔

فائدہ:ان آیات میں تکبراورتبختر سے چلنے کی ممانعت مقصود ہےیعنی متکبروں

کی چال چلنا انسان کو زیبانہیں دیتا نہ تو زور سے پاؤں مارکر انسان زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ سینہ تاننے سے اونچا ہوکر پہاڑوں کے برابر ہوسکتا ہے بلکہ انسان عاجز وبے بس ہے وہ قدرت الٰہی کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، متکبرانہ انداز اختیار کرکے چلنے سے ایسا ہی لگتا ہے کہ قدرت الٰہی کا مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس لئے یہ انداز اس ضعیف وناتواں انسان کے مناسب نہیں بلکہ اس کی شان تو تواضعانہ چلنے میں ہے جو عباد الرحمٰن کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو چلنے میں اور دیگر معاملات میں ظاہر ہوتی ہے اور تکبر ایک مذموم صفت ہے وہ بھی متکبروں کی اداؤں سے رفتار وگفتار اور دیگر اداؤں سے ظاہر ہوتی ہے، تکبر نے شیطان کو ذلیل وخوار کردیا اور لعنت کا طوق پہنا دیا جن انسانوں نے شیطان کے طرز پر چل کر تکبر کیا وہ چاہے اہل حکومت ہوں یا اہل ثروت ودولت یا اہل علم وعبادت ہوں یا خاندان وحسب کی وجہ وہ سب عنداللہ برے انجام تک پہنچے، قرآن کریم نے ان کا تذکرہ فرمایا شیطان کے بارے میں فرمایا: اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَکَانَ مِنَ الۡکَافِرِیۡنَ۔

فرعون کے بار میں فرمایا:

اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا يَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَيَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَهُمۡ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ (سورۂ قصص آیت:۴)۔	فرعون سرزمین میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا کہ ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا واقعی وہ بڑا مفسد تھا۔

قارون کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْقَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَاتَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ٥ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَالْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ٥

(سورۂ قصص آیت:۷۷)۔

قارون موسیٰ کی برادری میں سے تھا سو ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں جبکہ اس کو اس کی برادری نے کہا کہ تو اترا مت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تجھ کو خدا نے جتنا دیا ہے اس میں عالمِ آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ فراموش مت کر اور جس طرح خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو بیشک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔

نیز اللہ پاک نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ

کیا تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جس نے حضرت ابراہیمؑ سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے بارے میں

اِبۡـرٰهٖـمُ رَبِّـیَ الَّذِیۡ يُحۡىٖ وَيُـمِيۡــتُ قَـالَ اَنَـا اُحۡـىٖ وَاُمِيۡـتُ قَـالَ اِبۡـرٰهٖمُ فَاِنَّ الـلّٰـهَ يَـاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡـمَشۡـرِقِ فَـاۡتِ بِهَـا مِنَ الۡـمَـغۡـرِبِ فَبُهِـتَ الَّذِی كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ (سورۂ بقرہ آیت:۲۵۸)۔

اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی جب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکالدے اس پر متحیر رہ گیا وہ کافر اور اللہ تعالیٰ ایسے بیجا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے۔

وَقَـالَتِ الۡيَهُوۡدُ وَالـنَّـصٰـرٰى نَـحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا الـلّٰــهِ وَاَحِبَّـآؤُهٗ قُلۡ فَلِمَ يُـعَـذِّبُـكُمۡ بِذُنُوۡبِكُمۡ بَلۡ اَنۡتُـمۡ بَشَــرٌ مِّـمَّـنۡ خَـلَقَ يَـغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَـآءُ وَلِـلّٰـهِ مُلۡكُ السَّــمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡـنَهُـمَا وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ۝

(سورۂ مائدہ آیت:۱۸)۔

اور یہود و نصاریٰ دعوی کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں آپ یہ پوچھئے کہ اچھا تو پھر تم کو تمہارے گناہوں کے عوض عذاب کیوں دیں گے بلکہ تم من جملہ اور مخلوقات کے ایک معمولی آدمی ہو اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے اور جس کو چاہیں گے سزا دیں گے اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان میں بھی اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

وَقَالُوا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْنَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَO (سورۂ بقرہ آیت:۱۱۱)۔	اور یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پاوے گا بجز ان لوگوں کے جو یہودی ہیں یا ان لوگوں کے جو نصرانی ہیں یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں آپ کہیئے کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔
وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَادُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَّيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَO (سورۂ آل عمران آیت:۷۵)۔	اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار بھی مال کا اس کے پاس امانت رکھ دو تو وہ اس کو تمہارے پاس لا رکھے اور انہیں میں سے بعض وہ شخص ہیں کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے مگر جب تک کہ تم اس کے سر پر کھڑے رہو اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے بارے میں کسی طرح کا الزام نہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں اور وہ بھی جانتے ہیں۔

یہ سب باتیں متکبرانہ ہیں (خدا کی پناہ)

تکبر کی مذمت اور تواضع وعاجزی انکساری کی فضیلت پر آیات واحادیث میں بہت کچھ وارد ہوا ہے۔

(۱)قال عمرو هو على المنبر يا أيها الناس تواضعوا فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم من تواضع لله رفعه الله فهوفي نفسه صغير وفي أعين الناس عظيم ومن تكبر وضعه الله فهو في أعين الناس صغير وفي نفسه كبير حتى لهو أهون عليهم من كلب أو خنزير (بیہقی رص:۲۷۶رج:۴)۔	عباس بن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے منبر پر فرمایا اے لوگو! میں نے رسول اللہﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ جو شخص تواضع عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ پاک اس کو بلندی عطا فرماتے ہیں وہ اپنے آپ میں چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں عظیم ہوتا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اس کو اللہ پاک ذلیل کر دیتے ہیں وہ لوگوں کی نگاہ میں ذلیل وخوار ہوتا ہے اور اپنی نظر میں بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ ان کے نزدیک وہ کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔
(۲)عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تكبر تعظما وضعه الله ومن	حضرت ابو ہریرۃؓ سے بھی یہی مضمون منقول ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو تکبر کرتا ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے اللہ پاک اس کو ذلیل کر دیتے ہیں

تواضع تخشعا رفعه الله (بیہقی رص:۲۷۷رج:۴)۔

اور جو تواضع کرتا ہے اپنے آپ کو پست سمجھتے ہوئے اللہ پاک اس کو بلند فرماتے ہیں۔

(۳)عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن آدمی الا وفی راسه سلسلتان سلسلة فی السماء وسلسلة فی الأرض فإذا تواضع العبد رفعه الملک الذی بیده سلسلة فی السماء وإذا تجبر جذبته السلسلة التی فی الأرض (بیہقی رص:۲۷۶رج:۴)۔

حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ ہر آدمی کے سر میں دو زنجیریں ہیں ایک زنجیر کا تعلق آسمان سے ہے اور ایک کا تعلق زمین سے ہے جب کوئی بندہ خدا تواضع کرتا ہے وہ فرشتے جس کے ہاتھ میں آسمان والی زنجیر ہے اوپر کھینچتا ہے اور جب کوئی تکبر و جبر کرتا ہے وہ زنجیر اس کو نیچے کھینچتی ہے جو زمین میں ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس شخص کے اندر ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا (رواہ البخاری والبیہقی رص:۲۷۹رج:۴)۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کردار اچھا ہو عمدہ لباس پہنے اس کے چپل عمدہ ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک خود جمیل ہیں جمال کو پسند فرماتے ہیں، یہ جمال پسندی تکبر نہیں ہے لیکن جو حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے اور حق کا انکار کفر ہے اور تقویٰ ایمان ہے، معلوم ہوا کہ حدیث شریف

میں تکبر سے مراد تکبر علی اللہ کرنا ہے جو کفر و شرک ہے یعنی ایمان قبول نہ کرنا۔

اسی کو ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جنت میں کچھ بھی تکبر کرنے والا داخل نہ ہوگا اس کو ایک حدیث پاک میں یوں فرمایا گیا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا یعنی کفر ہوگا اللہ پاک اس کو چہرے کے بل جہنم میں اوندھا کر دیں گے اور جو لوگوں کو حقیر سمجھے گا اگر وہ کفر و شرک نہ کرتا تو فجو روالا عمل ہوگا سزا پا کر جنت میں داخل ہوگا تب بھی معلوم ہوا کہ تکبر خطرناک عمل ہے چونکہ تکبر کی حقیقت میں رسول اللہ ﷺ نے دو چیزیں ذکر فرمائی کہ حق کا انکار دوسرے لوگوں کو حقیر جاننا، واللہ اعلم۔

(٦)عن أبی هریرةؓ قال :قال رسول الله ﷺ فيما يحكى عن ربه عزوجل الكبرياء ردائی والعظمة إزاری فمن نازعنی واحدا منهم قذفته فی النار (بیہقی ص:۲۸۱ ج:۴)۔	حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے جو میری ان صفات میں مجھ سے جھگڑا کرے گا کسی ایک چیز میں بھی میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سره أن يتمثل عبادالله له قياماً فليتبوا مقعده من النار (بیہقی ص:۲۸۲ ج:۴)۔	ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ لوگ تعظیماً اس کے سامنے کھڑے رہیں تو وہ شخص اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(۷) ایک دوسری جگہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ایک دوسرے کی تعظیم کیلئے جس طرح عجمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں میرے واسطے کھڑے نہ ہوں۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی نہایت تواضع کا عالم ہے اس پر بندہ حقیر نے اپنے رسالہ خیر الکلام میں تفصیلا کلام کیا ہے۔

(۸) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے پائجامے لنگی وغیرہ کرتا بھی اس میں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا کرتا ہوتا ہے دراز کرے تکبر کی وجہ سے وہ جہنم میں جائے گا (بخاری)۔

(۹) اور کہیں ارشاد فرمایا جو اپنا کپڑا تکبر کے ساتھ دراز کرے گا اللہ پاک اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے بروز قیامت **من جر ثوبه من المخيلة فان الله لا ينظر اليه يوم القيامة** (بیہقی فی شعب الایمان ص:۲۸۲ ج:۴)۔

(۱۰) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ متکبروں کو اللہ پاک قیامت کے دن چیونٹیوں کی شکل میں ذلیل وخوار بنا کر اٹھائیں گے ان پر ہر طرف سے ذلت چھائی ہوگی اور ان کو جہنم میں ایک جگہ لے جایا جائے گا جس کو بولس کہتے ہیں وہاں بڑی خطرناک آگ جو آگوں کی سردار ہوگی موجود ہوگی اور پینے کیلئے جہنمیوں کا عسارہ ان کے ابدان سے نکالا ہوا پیپ قیح خون پسینہ کا مجموعہ دیا جائے گا (اخرجہ الترمذی والبیہقی ص:۲۸۸ ج:۴)۔ (خدا کی پناہ)

(۱۱) ایک روایت میں ہے کہ متکبروں کو جہنم کے نیچے کے طبقہ میں رکھا جائے گا

یہی وجہ ہے کہ تکبر کے ازالہ کیلئے مشائخ اولیاء اللہ نے مریدوں سے سخت مجاہدات و محنتیں کرائی ہیں اور ایسے کام کرائے ہیں جن سے طبیعت میں مسکنت و عاجزی، تواضع وانکساری پیدا ہواس کا ثبوت روایات سے ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے خادموں کے ساتھ کھائے اور دراز گوش پر سواری کرے اور بکری کو باندھے وہ متکبر نہیں ہے۔

نیز یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صوف کا پہننا، فقراء اور مومنین کے پاس بیٹھنا، حمار پر سوار ہونا، بکری باندھنا وغیرہ کرنے والا تکبر سے بری ہے۔

(۱۲) خود رسول اللہ ﷺ نے بہت سے موقعوں پر دراز گوش کی سواری بھی فرمائی ہے آپ ﷺ سے زیادہ شان والا کون ہوگا۔

عن أنسؓ قال: كان رسول الله ﷺ يركب الحمار ويجب دعوة العبد ويتبع الجنازة ويعيد المريض وقال كان رسول الله ﷺ يوم خيبر ويوم النضير على حمار عليه اتحاف مخطوم بحبل من ليف (بیہقی رص:۳۹۰ رج:۴)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گدھے کی سواری بھی کرتے تھے دعوت بھی قبول کرتے تھے جنازہ میں بھی شرکت کرتے تھے اور مریض کی عیادت بھی کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر اور بنونضیر کے دن ایسے گدھے پر سوار تھے جس پر کھجور کی چھال سے بنی ہوئی زین تھی۔

(۱۳) بعض مرتبہ رسول اللہ ﷺ زمین پر بھی تشریف فرما ہوتے اور اسی پر کھالیا کرتے اور بکری باندھ بھی لیتے اس کا دودھ بھی نکال لیتے اور گھریلو کام بھی کر لیتے۔

عن عروة قال سالت عائشةؓ هل كان رسول الله ﷺ يعمل فی بيته قالت نعم كان رسول الله ﷺ يرف ثوبه ويخصف نعله ويعمل فی بيته كی يعمل أحدكم فی بيته (بیہقی رص:۲۹۰رج:۴)۔

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ گھر کا کام کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں رسول اللہ ﷺ کپڑے بھی سی لیا کرتے تھے، جوتے بھی ٹھیک کرلیا کرتے تھے اور گھریلو کام بھی کرلیا کرتے تھے جیسے تم میں سے کوئی گھریلو کام کرتا ہے۔

پشت خر دکّان مال و مکسب ست — جان تو سرمایۂ صد قالب ست
خر برہنہ برنشیں اے بوالفضول — خر برہنہ نے کہ راکب شد رسول
النبی قد رکب معروریا — والنبی قیل سافر ما شیًا

گدھے کی کمر مال اور کمائی کی جگہ ہے۔ تیری جان سو قالبوں کا سرمایہ ہے۔ اے بکواسی! ننگی پشت والے گدھے پر چڑھ جا۔ کیا ننگی پشت والے گدھے پر رسول ﷺ سوار نہیں ہوئے؟۔ نبی ﷺ ننگے پشت (گدھے) پر سوار ہوئے۔ کہا گیا ہے نبی ﷺ نے پیدل سفر کیا (مثنوی شریف رص:۹۷ردفتر دوم)۔

(۱۴) نافع بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں

کہ میرے اندر تکبر ہے حالانکہ میں حمار پر سواری بھی کر لیتا ہوں بکری کا دودھ بھی نکال لیتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے اندر یہ باتیں ہوں گی وہ تکبر سے بری ہے (بیہقی رص:۲۹۱رج:۴)۔

(۱۵)ایک روایت میں ہے:

قال رسول الله ﷺ	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
من حمل بضاعته فقد بری من الكبر (بیہقی رص:۲۹۱رج:۴)۔	جو شخص اپنا سامان خود اٹھائے وہ تکبر سے بری ہے۔

بلکہ آں شہ ہم پیادہ رفتہ است — بار ایں وآں بسے پذرفتہ است

شد خر نفسِ تو بر میخش بہ بند — چند بگریزد ز کار و بارِ چند

بارِ صبر و شکر اُو را بُرد نیست — خواہ در صد سال خواہی سی وبیست

بلکہ وہ شاہ (ﷺ) پیدل بھی چلے ہیں۔اس کا اور اس کا بوجھ بہت اٹھایا ہے۔تیرا خرِ نفس (قبضہ سے) نکل گیا اُس کو کھونٹے سے باندھ۔تو کاروبار سے کب تک گریز کرے گا؟۔صبر اور شکر کا بوجھ اس کو اٹھاتا ہے۔خواہ سو۱۰۰رسال میں خواہ تیس اور بیس سال میں۔(مثنوی رص:۹۷ردفتر دوم)

کفار ومشرکین نے ہمارے پیارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ یہ رسول تو کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازار میں بھی جاتے ہیں جس کو اللہ نے اس طرح نقل کیا:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَاالرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ○ (سورۂ فرقان آیت:۷)۔

یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا۔

اللہ پاک نے اس کی تردید میں فرمایا آپ سے پہلے جو رسول ہوئے ہیں وہ بھی اپنی ضروریات کو پورا کرتے تھے کھانے وغیرہ کی اور ان کو مہیا کرنے کیلئے بازار بھی جاتے تھے اس میں کونسا حرج ہے۔

ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اَتَصْبِرُوْنَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ○ (سورۂ فرقان آیت:۲۰)۔

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کیلئے آزمائش بنایا ہے کیا تم صبر کرو گے اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ ضروریات بشریہ سے انبیاء ومرسلین کو الگ سمجھنا حماقت ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ضروریات بشریہ نبوت کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ نبی بھی بشر ہی ہوتا ہے مگر عام بشر جیسا نہیں بلکہ جیسے یاقوت ہوتا ہے احجار کے مابین ہوتا تو یاقوت بھی ایک پتھر ہی

ہے مگر اس کی شان بان اور قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے اگر اللہ پاک فرشتوں کو رسول بنادیتے تو لوگوں کو ان سے مناسبت نہ تھی ان سے فائدہ روحانیہ کا مدار مناسبت پر ہے پھر اگر لوگ ان کے ساتھ گستاخی کرتے تو فوراً ہی کام تمام کر دیا جاتا اور لوگ تباہ و ہلاک ہو جاتے جیسا کہ بعض آیات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ کوئی معیوب امر نہیں ہے بلکہ تواضع کی بات ہے کہ آدمی اپنا سامان خود خریدے اور لائے، یہی طریقہ علاجِ نفس کا اسلاف کرام کا تھا مثلاً حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ تکبر کا علاج یہ کرتے کہ جب لوگ سو جاتے تو حضرت ان کے پاؤں دباتے کیونکہ جاگنے کی حالت میں کون ان سے پاؤں دبواتا، آپ ایک سفر میں تھے لوگوں سے الگ ہو کر کسی مسجد میں چلے گئے وہاں مؤذن نے نکال دیا کئی بار ایسا ہوا ساتھی تلاش کرتے تھے، لوگ جرنیل کو پہنچے اور مسجد میں پایا اب مؤذن گھبرایا کہ یہ تو کوئی بڑا آدمی بڑا مجاہد معلوم ہوتا ہے فرمایا اطمینان رکھو کچھ نہیں ہوگا، حضرت عمرؓ نے ایک بار اپنی کمر پر مشک لا دی اور اس کو لیکر پھرے اور فرمایا کہ ایک وفد آیا تھا اس نے میری تعریف کی تھی جس سے دل میں تکبر کا خطرہ پیدا ہوا اس کا علاج کیا، سیدنا احمد رفاعیؒ کی خاطر روضہ اقدس سے دست اقدس ظاہر ہوا اور آپ نے بوسہ دیا سب نے دیکھا مگر آپ نے اس کا علاج کیا کہ میری کرامت دیکھ کر لوگ میری تعظیم شروع نہ کر دیں۔

حضرت علیؓ نے ایک بار اپنے کرتہ کی آستین کاٹ دی تا کہ عیب دار ہو جائے

اور فرمایا اس لباس کی وجہ سے کیفیت قلبی میں فرق محسوس ہورہا تھا یہ اس کا علاج کیا، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی دارالعلوم قدس سرہ کی سادگی اور تواضع کا جو عالم تھا وہ مشہور ہے کہ کوئی لباس سے پہچان نہ سکتا تھا کہ یہ مولانا محمد قاسم ہیں اور فرماتے اگر ساتھ میں مولوی کا لقب نہ لگا ہوتا تو اپنے آپ کو ایسا چھپاتا کہ پتہ ہی نہ چلتا کہ قاسم کون تھا کب پیدا ہوا اور کب مرگیا اس قدر تواضع کا عالم تھا، ایک بار حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب سبق پڑھا رہے تھے جب یہ حدیث آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر بھی فضیلت نہ دو طلبہ نے اعتراض کیا ایسا کیوں فرمایا جبکہ آپ ﷺ کی فضیلت منصوص ہے آیات وروایات میں معلوم ومشہور ہے فرمایا جو افضل ہوتا ہے وہ ایسا ہی کہا کرتا ہے، طلبہ کا اشکال دور نہ ہوا فرمایا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں ہر شخص مجھ سے افضل ہے اس پر طلبہ رونے لگے اور عرض کیا خوب سمجھ میں آ گیا بس کر دیجئے یہ تھی حضرت اقدس گنگوہیؒ کی تواضع ایسے بہت سے بزرگوں کے واقعات ہیں جن سے ہمیں بہترین سبق ملتا ہے اور عبرت ونصیحت سیکھنے کو ملتی ہے۔

اللہ پاک نے یہ واقعات بیان فرمانے کے بعد فرمایا:

ذٰلِکَ مِمَّا اَوْحٰی	یہ باتیں اس حکمت میں کی
اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَةِ	ہیں جو خدا تعالیٰ نے آپ پر وحی کے
(سورۂ بنی اسرائیل آیت:۳۹)۔	ذریعہ سے بھیجی ہیں۔

یہ سب باتیں ان باتوں سے ہیں جو حکمت کی ہیں جن کو آپ کے رب نے

آپ کی طرف وحی کی ہے، معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ کے احکام اور امور بیان کردہ ایسی حکمت ہے جس سے انسان دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوتا ہے یہ حکمت عملیہ ہے اور احکامات محکمہ ہیں جن کے اندر نسخ اور فساد کا احتمال نہیں ہے یہی انسان کی حیات میں کام آنے والی باتیں ہیں۔ پھر فرمایا:

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً	اوراللہ برحق کے ساتھ کوئی اور
اٰخَرَ فَتُلْقٰی فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا	معبود تجویز مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ
مَّدْحُوْرًاO (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۳۹)۔	اور راندہ ہوکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اور اللہ پاک کے ساتھ کسی کو خدا نہ ٹھہراؤ ورنہ جہنم میں پڑے رہو گے الزام کھائے اور رحمت الٰہی سے دور کئے ہوئے ملوم، یعنی تم اپنے اوپر خود ملامت کرو گے اور تمام فرشتے اور لوگ بھی اور مدحوراً مطرودہ من رحمت الله اللہ کی رحمت سے پھٹکارا ہوا۔

فائدہ: مذکورہ بالا نصائح کا بیان بھی توحید کے مضمون سے شروع کیا تھا اور خاتمہ پر بھی توحید یاد دلائی گئی ہے جو ایمان واسلام کی جڑ ہے اس کے بغیر ایمان واسلام کا تصور نہیں ہوسکتا ہے۔

ایک عارفانہ مضمون

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ جو ایک نہایت بڑا عارفانہ ذوق رکھتے ہیں کہ بعض اہل تحقیق نے فرمایا کہ کلمہ توحید لا الٰہ الا الله جب کوئی کافر کہتا ہے تو اس سے

ظلمت کفر دور ہوتی ہے اور اس کے قلب میں توحید کا نور پیدا ہوتا ہے اور جب کوئی مومن کہتا ہے تو اس سے ظلمت نفس دور ہوتی ہے اور اس کے قلب میں وحدانیت کا نور اجاگر ہوتا ہے اگرچہ دن بھر میں ایک ہزار بار کہے ہر مرتبہ ایسی چیزوں کی نفی ہوتی ہے جن کی نفی پہلی بار نہ ہوئی تھی اور علم باللہ کے مقام کی کوئی انتہا نہیں ہے اللہ پاک نے فرمایا: قـــل ربی زدنی علماً ۔

اے برادر بے نہایت در گھیست ہر کجا کہ میرسی باللہ مأیست

آپ کا ذکر کیے بغیر دنیا اچھی نہیں لگتی

یحیٰی بن معاذؒ نے فرمایا کہ دنیا یا اللہ آپ کے ذکر کے بغیر اچھی نہیں لگتی ہے اور آخرت آپ کے عفو و کرم کے بغیر اچھی نہیں ہے اور جنت آپ کی ملاقات کے بغیر اچھی نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے کہ دنیا ملعون ہے اور وہ سب جو اس میں ہے مگر اللہ کا ذکر اور اس کے متعلق اشیاء اور عالم یا متعلم ۔

حکایت قابل عبرت

شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ ایک بزرگ پہاڑ میں عبادت کرتے ہیں میں نے ان کی خانقاہ کے پاس رات گذاری تو ان کو یہ دعا کرتے پایا، یا اللہ فلاں فلاں بندہ آپ سے مخلوق خدا کی تسخیر مانگتا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ میرے ساتھ اچھا معاملہ نہ کریں تاکہ میں صرف آپ ہی کی طرف متوجہ اور ملتجی رہوں کسی اور کی طرف نہ دیکھوں ۔

ایک وزیر اور اس کا محبوب بادشاہ

حکایت کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کو اپنے ایک وزیر سے بہت محبت تھی سب پر اس کو ترجیح دیا کرتا تھا یہ دیکھ کر لوگ اس سے حسد کرنے لگے اور طعن و تشنیع کرنے لگے بادشاہ سلامت نے سب کی دعوت کر دی ایک عمدہ محل کے اندر مرغوبات اور لذائذ سب کے سامنے رکھدئے اور کہا جس کو جو پسند ہو وہ لے لے سب نے اپنی من پسند چیز لے لی مگر اس وزیر نے جس سے لوگ حسد کیا کرتے تھے کہا مجھے تو صرف آپ ہی پسند ہیں۔

عاشق تو اپنے معشوق کو ہی اختیار کرتا ہے اور اس کی محبت میں مصروف ہو کر دوسروں سے آزاد ہو جاتا ہے (روح البیان رص:۱۶۰رج:۵)۔

اسی جیسا مضمون جو ان آیات میں آیا ہے باری تعالی نے سورۂ انعام میں ذکر فرمایا اس میں مزید باتیں بھی فرمائی گئی ہیں کچھ یہ بھی جو یہاں مذکور ہوئی ہیں اور ان باتوں کو صراط مستقیم سے تعبیر فرمایا ہے ہم نے اس کو دوسرے رسالہ میں ذکر کر دیا ہے۔

اوپر سے یہاں تک قرآن کی بیان کردہ حکمت کی باتوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے بلاشک وشبہ قرآن کریم کی ہر بات میں ایمان وحکمت، عقل وہدایت، فوز ونجات ہے یہی وجہ ہے کہ باری عزاسمہ نے قرآن پاک کی ایک صفت حکیم بھی ذکر فرمائی ہے جیسا کہ سورۂ یٰسں شریف کے آغاز میں ایسی ہی سورۂ لقمان کی ابتدا میں فرمایا۔

قرآن کریم ہدایت، رحمت، بشارت ہے

الٓـمّٓ تِـلْـكَ اٰيٰـتُ	الٓـمّٓ، یہ آیتیں ہیں ایک پُر
الْـكِتٰبِ الْـحَـكِيْـمِ ۝ هُـدًى	حکمت کتاب کی جو کہ ہدایت اور

وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (سورۂ لقمان آیت: ۱ تا ۵)۔

رحمت ہے نیک کاروں کیلئے جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں یہ لوگ اپنے رب کے سیدھے رستہ پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

فائدہ: یہاں قرآن کریم کی صفت حکیم لانا بھی خود بہت حکمت پر مبنی ہے کہ پوری سورۃ میں ہی حضرت لقمان حکیمؒ اور ان کے ارشادات حکمت کا ذکر ہے اور اس کے بعد قرآن کریم کو ہدایت ورحمت قرار دیا جو بلاشبہ حکمت پر مشتمل ہے ہدایت ہے اور رحمت وبرکت ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کے آغاز میں فرمایا گیا ہے کہ متقین کیلئے ہدایت ہے یہاں فرمایا گیا کہ ہدایت ورحمت کا ذریعہ ہے محسنین یعنی نیکی کرنے والوں کیلئے معلوم ہوا کہ جو محسن ہے وہ متقی ہے اور جو متقی ہے وہی محسن ہے۔

صفت احسان کا تذکرہ قرآن وسنت میں بہت جگہ آیا ہے اور سابق میں قدرے کلام اس پر گذرا بھی ہے، حدیث جبرئیلؑ کے حوالہ سے کہ اس میں فرمایا **ماالاحسان** کے جواب میں **ان تعبدالله کانک تراه الخ** کہ ایسی عبادت کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور یہ درجہ حاصل نہ ہو تو سمجھو کہ اللہ پاک تم کو دیکھ رہے ہیں لہذا جو شخص اس وصف کے ساتھ موصوف ہوگا اللہ پاک کی طرف ضرور متوجہ ہوگا کہ اس کو دیکھ سکے اور متوجہ الی اللہ ہونے والے کیلئے ضروری ہے کہ حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑے چونکہ وہ

پاک ذات جہات سے منزہ ہے۔

اللہ پاک کو پانا نہایت آسان ہے

اسی لئے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے اللہ میں آپ کو کہاں پاؤں ارشاد ہوا جب تم نے میرا قصد وارادہ کرلیا تو مجھے پالیا اور مجھ تک پہنچ گئے اس بات کا اشارہ تھا (کہاں) این کے ذریعہ اس پاک ذات کے بارے میں سوال نہیں ہوسکتا کہ اس طرف توجہ کی جائے۔

صوفی بہ فنانست کہ من این الی این
ایں نکتہ عینا نست من العلم الی العین
خامی مکن اندیشہ زنزدیکی وداری
لاقرب ولا بعد ولاوصل ولا عین

الغرض قرآن کریم ہدایت ہے بشارت ہے رحمت ہے، ضلالت سے ہدایت ہے عذاب الٰہی سے رحمت ہے اوراس وجہ سے ہدایت فرمایا ہے کہ فلاح وکامیابی کے اصول واسباب ذرائع اور دواعی کا بیان ہے اوران الطاف الٰہیہ کا جو انعامات وحسنات کا ذریعہ ہیں پھر کیوں یہ ہدایت ورحمت ہوگا عابدین ومحسنین کے لئے اور یہ عارفین کیلئے بھی محبت ہے، اور محسنین کون حضرات ہیں ان کے اوصاف بیان فرمائے ہیں کہ نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور اقامت کے معنی ومطلب ہے کسی شے کا حق ادا کرنا ہے، نماز کو قائم کرنے کا مطلب یہ نکالا کہ اس کے شرائط اور آداب وغیرہ کو پورا پورا ادا کرنا۔

شرائط نماز دو قسم کی ہیں

اور نماز کے شرائط دو قسم کے ہیں کچھ شرائط جواز میں ان کو فرائض بھی کہا جاتا ہے اس میں اوقات وحدود صلاۃ ہیں جن کو احادیث شریف میں بیان فرمایا گیا ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

لا تقبل صلاة	کہ کوئی بھی نماز طہارت کے بغیر
بغیر طهور ولا صدقة	قبول نہیں ہوتی اور صدقہ وخیرات مال حرام
من غلول (رواہ الترمذی)۔	خیانت کے مال سے قبول نہیں ہوتا۔

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

مفتاح الصلاة	نماز کی مفتاح طہارت ہے
الطهور تحريمها	اور آغاز وشروعات تکبیر تحریمہ کے ساتھ
التكبير وتحليلها	ہے اور اختتام اور اس سے باہر نکلنے کا
التسليم (رواہ الترمذی)۔	راستہ سلام ہے۔

اسی طرح کچھ شرائط قبول میں یعنی تقویٰ وخشوع اور اخلاص باری تعالیٰ اس کو اللہ پاک نے فرمایا: **اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ** کہ اللہ پاک متقیوں کا ہی عمل قبول فرماتے ہیں، اور قبول حسن ہے یعنی اللہ پاک کی پسندیدگی کو پہنچ جانا جب کوئی عمل اللہ پاک کی رضامندی کی جگہ واقع ہوتا ہے تبھی قبول ہوگا ورنہ ہوسکتا ہے کہ صرف ذمہ بری ہو جائے کام صحیح ادا ہو جائے جواز کی حد اور قبول نہ ہوگی اسی لئے علماء نے فرمایا کہ

قبولیت بھی دوطرح کی ہے(۱) قبولیت بمعنی صحت وجواز (۲) قبولیت بمعنی رضاء الٰہی، اوراس پرانعام کا استحقاق ہوتا ہے اوراصل یہی ہے اقامت صلاۃ کہ دوقسم کی شرائط اس کے اندر جمع اور متحقق ہوں جہاں بھی قرآن کریم میں مدح میں یہ جملہ آیا ہے وہاں اقامت کا ذکر ہے صــلــو، یــصــلــون نماز پڑھو یا پڑھتے ہیں نہیں فرمایا گیا بلکہ اقیـمـوا، **یقیمون الصلاۃ** کی ہی تعبیر بلیغ واقع ہوئی ہے، تاویلات نجمیہ میں ہے کہ **یقیمون الصلاۃ** سے اشارہ اس طرف ہے کہ مداومت کے ساتھ سچی توجہ، حضور قلب اور ماسوی اللہ سے اعراض کرتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مخلوق کے سامنے پانچ گھاٹیاں ہیں جن کو کمزور اور دبلا پتلا انسان (یعنی کمزور ایمان والا) طے نہیں کرسکتا، حضرت صدیق اکبرؓ نے معلوم کیا وہ کیا ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (۱) موت اور اس کی سختی (۲) قبر اور اس کی وحشت ناکیاں (۳) منکر نکیر اور ان کا سوال اور ان کی ہیبت ورعب (۴) میزان اور اس کا ہلکا ہونا (۵) پلصراط اور اس کا باریک ہونا، جب صدیق اکبرؓ نے یہ سب سنا تو رونے لگے اور بہت روئے کہ ان سب سے گذر کر تب جنت ملے گی اللہ اکبر آسان کام نہیں ہے یہاں تک آسمان والے بھی رو پڑے، حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ رو نہیں کیا تم نے نہیں سنا کہ ہر بیماری اور پریشانی کا علاج ہے سوائے موت کے فرمایا جو نماز فجر پڑھے گا اس پر موت اور اس کی سختیاں آسان ہو جائیں گی اور جو عشا پڑھے گا اس پر پلصراط اور اس کا باریک پن آسان ہو جائے گا اور جو ظہر کی نماز

پڑھے گا اس پر قبر اور اس کی ہولناکیاں آسان ہو جائیں گی اور جو عصر پڑھے گا اس پر منکر نکیر کا سوال اور ان کی ہیبت آسان ہو جائے گی اور جو مغرب کی نماز پڑھے گا اس پر میزان اور اس کا ہلکا پن کا معاملہ آسان ہو جائے اور جو نمازوں میں سستی کرے گا اسے عندالموت کلمہ پڑھنے میں دشواری ہوگی، العیاذ باللہ (روح البیان، ص:۶۴، ج:۷)۔

نمازوں کی اہمیت

اللہ پاک نے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ۝ (سورۂ بقرہ آیت:۲۳۸)۔	محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔

علماء میں اختلاف ہوا کہ صلاۃ وسطیٰ یعنی درمیانی نماز کا مصداق کیا ہے، مشہور قول کے مطابق تو عصر ہی ہے کیونکہ فجر اور ظہر اس سے قبل اور مغرب وعشا اس کے بعد ہے اور یہ بالکل واضح ہے بیشتر صحابہ وتابعین سلف وخلف سے یہی مروی ہے، مگر بعض علماء نے فجر کو اس کا مصداق قرار دیا ہے کیونکہ وہ ایسے وقت میں پڑھی جاتی ہے کہ رات کا اندھیرا جا رہا ہے اور دن کا اجالا آ رہا ہے **بین سواد من اللیل وبیاض من النہار**، اور بعض نے فرمایا کہ ظہر صلاۃ وسطیٰ ہے اس وجہ سے وسط نہار میں اس کی ادائیگی کی جاتی ہے **لانہا تصلی فی وسط النہار**، اور بعض نے فرمایا کہ مغرب اس کا مصداق ہے اس

لئے کہ نماز تین قسم کی ہیں دو رکعت والی اور چار رکعت والی اور مغرب ان کے درمیان صرف تین رکعت والی ہے، اور بعض نے فرمایا کہ عشاء اس کا مصداق ہے کیونکہ وسطیٰ کے ایک معنی یہ ہوتے ہیں کہ فضیلت والی اور عشاء کی فضیلت ظاہر ہے کہ یہ اس امت اور پیغمبر کی نماز ہے کہ صرف وہی پڑھتے ہیں، ان تمام اقوال کو علماء کبار نے اختیار فرمایا ہے، قرآن کریم میں فجر کی فضیلت کا بیان آیا ہے کہ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْداً وہاں فرشتے آتے ہیں اور نماز میں شرکت کرتے ہیں رات والے جو آئے ہوتے تھے نماز میں شرکت کے بعد وہ چلے جاتے ہیں اور دن پر مقرر ہونے والے آجاتے ہیں، ظہر کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ۔

نمازوں کی فرضیت علماء نے کیسے سمجھی

مغرب وعشاء کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد ربّانی ہے:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ (سورۂ روم آیت: ۱۷، ۱۸)۔	سو تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت صبح کے وقت اور تمام آسمان وزمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے اور بعد زوال اور ظہر کے وقت۔

بقول شیخ ابو منصور ماتریدیؒ کے جملہ نمازوں کا بیان ان آیات میں موجود ہے (بدائع الصنائع ص: ۸۹، ج: ۱)۔

یعنی حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ اوراَقِمِ الصَّلَاۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّیْلِ الخ اوراَقِمِ الصَّلَاۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ الی غسق اللیل وقرآن الفجر الخ o میں کیونکہ فجر کی نماز دن کے ایک کنارہ میں پڑھی جاتی ہے اورظہر وعصر دوسرے کنارے میں پڑھی جاتی ہیں اور دن کے دو ہی کنارے ہوتے ہیں صبح وشام، غداۃ عشی، غداۃ دن کا شروع ہے اورعشی آخری حصہ اورزلفا من اللیل میں مغرب وعشاء داخل ہیں کیونکہ یہ دونوں رات کے اوقات میں ادا کی جاتی ہیں، نیز دلوک سے مراد زوال کا وقت ہے اس کے بعد نماز کا حکم ہے الی غسق اللیل رات کی تاریکی تک اس میں ظہر وعصر کا بیان ہے، قرآن الفجر میں فجر کا اور مغرب وعشاء کی فرضیت کا بیان دوسری آیات میں آیا ہے۔

اوربعض حضرات نے فرمایا کہ دلوک شمس سے مراد غروب شمس ہے لہذا اب اس میں مغرب وعشاء کا بیان ہے اورفجر کا قرآن الفجر میں اورصلاۃ ظہر وعصر کی فرضیت دوسری دلیل سے ثابت ہے اورارشاد باری: فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّاوَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ o (سورۂ روم آیت: ۱۷، ۱۸)۔ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے فرمایا کہ حین تمسون سے مراد مغرب وعشاء ہے حین تصبحون سے مراد فجر ہے اور عشیا سے مراد صلاۃ عصر ہے اور حین تظھرون سے مراد ظہر ہے اور یہاں تسبیح سے مراد نماز ہے اس لئے تسبیح نماز کے لوازمات میں سے ہے یا اس وجہ سے کہ تسبیح کی

غرض تحمید باری تعالیٰ ہے یعنی ان کی پاکیزگی کو بیان کرنا تسبیح ہے اور یہاں نماز سے مقصود ہے کہ اس میں بھی اظہار عجز اظہار ضعف بندہ اور جلال باری کا اظہار ہے اور ان کیلئے عظمت و کبریائی کا اثبات ہے۔

شیخ ابو منصورؒ نے یہ فرمایا کہ ان آیات سے علماء نے پانچوں نمازوں کی فرضیت سمجھی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان اسلاف عظام ائمہ کبار کی افہام ہماری طرح ہوتی تو سوائے تسبیح کے الفاظ کے کچھ اور نہ سمجھتے۔

اوقات صلاۃ کی حکمت

اور پھر اوقات بھی ایسے رکھے ان میں بھی زبردست حکیمانہ نظام اختیار کیا گیا ہے، صبح سویرے آدمی آرام کر کے اٹھے اس کے اعضاء پر جو شیطانی گرہیں لگی ہوتی ہیں وضو کرنے سے یا غسل کرنے سے وہ گرہیں کھل جاتی ہیں اور فجر کی نماز اور اس سے قبل سنن فجر جو اس کی تیاری ہے پڑھتا ہے تو صحت بھی پاتا ہے اور برکت بھی پاتا ہے اور عبادت الٰہی کا لطف بھی پاتا ہے پھر اس کو دنیوی صناعت، تجارت، زراعت یعنی مشاغل کیلئے ایک طویل وقفہ ملتا ہے جس میں وہ اپنے لئے ذرائع معاش اپناتا ہے اور رزق موعود کو حاصل کرتا ہے اور اسباب کو کام میں لاتا ہے اور اپنے مالک حقیقی مسبب الاسباب پر بھروسہ کرتا ہے۔

عارف باللہ ولی کامل و اکمل حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

لقمۂ حلال ضروری ہے

اُدخلوا الابیات من ابوابھا واطلبوا الارزاق من اسبابھا

لقمۂ کاں نورِ افزود و کمال آں بود آوردہ از کسب حلال

روغنے کاید چراغ ما کشد آب خوانش چوں چراغے را کشد

علم و حکمت زاید از لقمۂ حلال عشق و رقّت زاید از لقمۂ حلال

چوں ز لقمہ تو حسد بینی دوام جہل وغفلت زاید آنرا داں حرام

ہیچ گندم کاری و جو بردہد دیدۂ اسپے کہ کرّہ خر دہد

لقمہ تخم ست و برش اندیشہا لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا

زاید از لقمۂ حلال اندر دہاں میل خدمت عزم رفتن آں جہاں

زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور در دل پاک تو و در دیدۂ نور

گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔رزقوں کو ان کے ذرائع سے تلاش کرو۔جس لقمہ نے نوراور کمال برسایا۔وہ حلال کمائی سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے۔وہ تیل جوآتے ہی ہمارے چراغ بجھادے۔چونکہ وہ چراغ کوگل کرتا ہےاس کو پانی کہو۔حلال لقمہ سےعلم اوردانائی پیدا ہوتی ہے۔عشق اوردل کی نرمی حلال لقمہ سے پیدا ہوتی ہے۔جب تو دیکھے کہ لقمہ سے ہمیشہ حسد اورمکر۔جہالت وغفلت پیداہوتی ہے تو اس کو حرام سمجھ۔کبھی ایسا ہوا کہ تونے گیہوں بوئے اور جو پیداہوئے۔تونے دیکھا کہ گھوڑی نے گدھے کا بچہ جنا ہو۔لقمہ بیج ہےاوراس کا پھل

خیالات ہیں۔لقمہ سمندر ہے اور اسکے موتی خیالات ہیں۔منہ میں حلال لقمہ سے پیدا ہوتا ہے۔عبادت کا رجحان ومیلان، اس جہاں (آخرت) میں جانے کا ارادہ۔ اے سردار حلال لقمہ سے حضوری رب پیدا ہوتی ہے۔تیرے پاک دل اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے (مثنوی شریف رص: ۱۸۷ تا ۱۸۸ ردفتر اول)۔

ہمارے پرانے اکابر اعلام اولیاء اللہ کو لقمۂ حلال کا جتنا خیال رہتا تھا ہم اخلاف نے اتنا ہی اس میں وسعت اور ڈھیل پیدا کر لی، نتیجہ یہ نکلا کہ حلال وحرام کا امتیاز وفرق باقی نہ رکھا اور جب لقمۂ حلال پیٹ میں نہ پہنچا تو عبادات کا لطف بھی جاتا رہا اور خیالاتِ فاسدہ اعمال قبیحہ بھی وجود پذیر ہوئے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

الغرض یہ درمیانی وقفہ بعد فجر کا ارتفاقات دنیا کے حصول کے بعد ہے پھر آرام کا وقفہ اور نماز ہے پہلے یا بعد میں اپنی اپنی ترتیب پر پھر ایک اور وقفہ ملا عصر تک دنیوی نفع حاصل کرنے کا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا اب دن جلدی جلدی جارہا ہے اے طالب دنیا کچھ کما تا ہوتو اس سے بھی اپنا پیٹ بھرلے اب تو دن بالکل ہی ختم ہوا اور غروب ہو چلا اور ایک انقلاب عظیم عالم میں برپا ہوگیا سورج بھی اپنے رب کو سجدہ کرنے چلا عالم کو فائدہ پہنچا کر، اللہ پاک نے فرمایا: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا اس کی تفسیر میں یہ مضمون آیا ہے کہ وہ اپنے رب کو سجدہ کرتا ہے اور جب امر الٰہی پھر نکلتا ہے عبرت پکڑ، اے طالب دنیا تو بھی سجدہ کر اللہ پاک کی عبادت میں لگ مغرب کی نماز ادا کر اور کھانا وغیرہ کھا اور آرام کی تیاری کر اس سے پہلے پھر نماز عشاء پڑھ لے تاکہ

تیرے دن کے آغاز کی طرح اختتام دن بھی اللہ پاک کی عبادت پر ہو جائے اس طرح تیرا جینا اٹھنا اور پورادن کمانا بھی ایک طرح کی عبادت بن سکتا ہے جبکہ نیت وارادہ کمانے سے بھی یہی ہواور تو رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ کا مصداق بن سکتا ہے۔

فضائل نماز

اوقات صلاۃ کی حکمت پر حجۃ اللہ فی الارض شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں رص:۱۸۸رج:ا ر پر گفتگو فرمائی ہے، پھر نماز میں کتنی اہمیت وفضیلت ہے۔

کچھ تو پہلے بھی لکھا گیا ہے مزید لکھا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ملا تو کچھ حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ان لوگوں کی نمازوں کا کیا ہوگا جنہوں نے تحویل قبلہ سے قبل نمازیں پڑھی ہیں اور وہ بیت المقدس کی طرف رخ کیا کرتے تھے، اللہ پاک نے آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ ۝ کہ اللہ پاک تمہارے ایمان ودین کو ضائع کرنے والے نہیں ہیں، یہاں پر نماز کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نماز ایمان کا جزء لاینفک ہے اسی واسطے فرمایا گیا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ دوسرا کوئی معبود نہیں ہے اور نماز پڑھنا، زکوۃ دینا، روزہ رکھنا، حج کرنا (الترغیب والترہیب رص:۲۳۹رج:۱)۔

ان امور پر پوری ملت کا اتفاق ہے کہ یہ اسلام کے ارکان عظیمہ ہیں جن کا بیان

آیات وروایات میں تفصیلاً آیا ہے حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ آدمی اور شرک وکفر کے درمیان بس نماز چھوڑنے کا فاصلہ ہے، الفاظ حدیث یہ ہیں **ان مابین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلاۃ** (بیہقی رص:۳۶۶ رج:۳)۔

بریدہ بن حصیبؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں **العھد الذی بیننا وبینھم الصلاۃ فمن ترکھا فقد کفر** وہ عہد جو ہمارے اور دوسروں کے درمیان ہے وہ نماز ہے جس نے اس کو چھوڑ دیا اس نے کفر کا کام کیا۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں مراد کفر سے وہ کفر ہے جس سے انسان مباح الدم ہو جاتا ہے وہ کفر نہیں ہے جو بالکل شروع میں تھا کیونکہ نماز قائم کرنے کو بھی جان کی حفاظت کے اسباب میں شمار کیا گیا ہے، ایک صحابی نے ایک منافق شخص کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع کیا اور فرمایا کیا وہ شخص گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، عرض کیا مگر اس کی گواہی کا کیا اعتبار، فرمایا کیا وہ نماز پوری پڑھتا ہے، عرض کیا جی ہاں، فرمایا جب گواہی بھی دیتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے تو ایسے لوگوں کے قتل سے مجھ کو اللہ پاک نے منع کیا ہے (بیہقی رص:۳۶۷ رج:۳)۔

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مخنث مہندی وغیرہ لگا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ بیٹھا آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کیلئے اس نے ایسا کیا ہے، فرمایا اس کو یہاں سے ہٹا دو چنانچہ اس

کو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ پہنچا یا گیا کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کو قتل نہ کر دیا جائے ، فرمایا ہر گز نہیں نمازی شخص ہے اور نماز پڑھنے والوں کے قتل سے مجھے منع کیا گیا ہے (بیہقی ص:۳۵ ج:۴)۔

(۴) حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا استقامت کے ساتھ دین پر چلو اور تم اس کا حق ادا نہیں کر سکتے ہو یعنی جیسا چلنا چاہئے ویسا نہیں چل سکتے تو کوشش تو پوری کرو، اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں بہترین عمل نماز ہے اور وضو پر محافظت سوائے مومن کے دوسرا کوئی نہیں کر سکتا ہے (بیہقی ص:۳۷ ج:۴)۔

(۵) حضرت ابو مالک اشعریؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طہارت آدھا ایمان ہے اور الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور **لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر** کہنا آسمان و زمین کی فضاء کو بھر دیتا ہے اور نماز نور ہے اور صدقہ برہان ہے اور صبر حیاء ہے اور قرآن پاک تیرے حق میں حجت اور کبھی خلاف، اور ہر انسان جب صبح نکلتا ہے تو اپنے آپ کو آزاد کراتا ہے یا ہلاک کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کا حق ادا کر رہا ہے تو تلاوت کا عمل اس کیلئے گواہ اور دلیل ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا ہے تو پھر اس کے خلاف گواہی دے گا اور یہ فرمایا انسان کے بارے میں کہ اگر صبح سے نکل کر دن بھر اچھے اعمال کئے تو بچ جائے گا اور برے اعمال کئے تو ہلاک و تباہ ہوگا۔

(۶) حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے

کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھ کو جنت میں داخل کر دے، فرمایا واہ واہ کتنا زبردست سوال کیا اور جس کیلئے اللہ ہی آسان فرما دیں اس کیلئے بہت آسان بھی ہے، پھر فرمایا پانچوں نمازیں پڑھے اور فرض زکوٰۃ دیا کرے اور کیا میں تجھ کو نہ بتاؤں کہ راس الامر اور عمود اسلام اور اس کے کوہان کی بلندی کیا ہے راس الامر خود اسلام ہے اور عمود اسلام نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ، اور کیا میں تجھ کو ابواب خیر نہ بتاؤں صوم ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کا کفارہ ہے اور رات میں عبادت کرنا (اونچا عمل ہے) اور پھر آیت کریمہ **تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ** الخ تلاوت فرمائی (بیہقی رص:۳۹رج:۳)۔

(۷) حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ پاک کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چیز کیا ہے؟ فرمایا نماز کو اس کے صحیح وقت پر پڑھنا جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں نماز کو دین تو اہم ترین ستون ہے (بیہقی رص:۳۹رج:۳)۔

(۸) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اچھی طرح طہارت کرے جیسا کہ اللہ پاک نے حکم دیا ہے پھر نماز پڑھے یہ پانچوں نمازیں اس کے لئے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں (بیہقی رص:۴۳رج:۳)۔

(۹) حارث حضرت عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں کہتے ہیں جب حضرت عثمان تشریف فرماتے تھے ہم بیٹھ گئے مؤذن آیا حضرت عثمان نے اس سے پانی منگوایا اور وضو کی پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے وضوء فرمایا اور

فرمایا جو شخص میری طرح وضوء کرے (اچھے انداز سے) پھر نماز ظہر پڑھے تو ظہر سے فجر کے درمیان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، پھر عصر پڑھے اس کے درمیان کے گناہ معاف ہوتے ہیں پھر مغرب پڑھے تو اس درمیان کے گناہ معاف ہوتے ہیں پھر عشا پڑھے تو اس درمیان کے گناہ معاف ہوتے ہیں پھر وہ رات کو آرام کرے اور جب بیدار ہو تو اٹھ کر نماز پڑھے تو اس درمیان کے گناہ معاف ہوتے ہیں یہ حسنات سیئات کو ختم کرتی ہیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یہ حسنات ہیں تو باقیات صالحات کیا ہیں؟ فرمایا **لا الٰہ الا اللہ سبحان اللہ الحمدللہ و اللہ اکبر لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** (بیہقی رص:۴۴رج:۳)۔

(۱۰) اسی طرح ایک جگہ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ کی نماز درمیانی اوقات میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے (بیہقی رص:۴۴رج:۳)۔

(۱۱) حضرت قیس بن ہلالؓ سے مروی ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے وہ حضور پاک ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن نماز کا تذکرہ فرمایا اور یہ فرمایا جو نمازوں کی مواظبت (پابندی) کرے گا یہ نمازیں اس کے لئے نور، برہان و نجات ہوں گی اور جو ان کا اہتمام نہیں کرے گا وہ قیامت میں قارون، فرعون، ہامان، ابی ابن خلف کے ساتھ محشور ہوگا، یعنی کافروں کی صف میں شامل ہوگا (خدا کی پناہ)۔

(۱۲) نیز یہ بھی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص پانچوں نمازوں کی پابندی کرے

گا یا فرمایا فرائض کا اہتمام کرے گا اچھی طرح وضوء کر کے اوقات صحیح پر رکوع وسجدہ کرے گا تو اللہ پاک پر ضروری ہے کہ اس پر جہنم کو حرام قرار دیں (بیہقی رص:۴۶رج:۳)۔

(۱۳) جو یر بن عبداللہ بجلیؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک بار رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے آپ ﷺ نے چاند کو دیکھا چودھویں شب تھی فرمایا جب تم اپنے رب کے حضور میں پیش کئے جاؤ گے پھر رب کی زیارت ہوگی تو اس طرح ہوگی جیسے آج چاند کو دیکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے اگر تم اس نماز پر جو طلوع شمس سے پہلے مغلوب نہ ہو اور نہ اس نماز پر جو غروب سے پہلے مغلوب نہ ہو تو ضرور وقت پر ان کو پڑھو (بیہقی رص:۵۰رج:۳)۔

(۱۴) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دو ٹھنڈے وقت کی نمازیں عصر اور عشاء پڑھے گا تو جنت میں داخل ہوگا (بخاری رص:۶رج:۲)۔

(۱۵) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھتا ہے وہ اللہ پاک کے ذمہ میں ہو جاتا ہے پس اے ابن آدم دیکھ اللہ پاک تجھ سے اپنے حق کا مطالبہ نہ کریں (کذا فی الترمذی)۔

(۱۶) نوفل بن معاویہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نمازوں میں ایک نماز ایسی ہے جس نے اس کو فوت کر دیا گویا اس کے اہل وعیال اور مال ودولت پر تباہی آ گئی (بخاری شریف رص:۵۲رج:۲)۔

(۱۷) اس کو بالصراحت دوسری حدیث میں فرمایا کہ جس شخص نے صلاۃ عصر کو چھوڑ دیا گویا اس کے اہل خانہ اور مال تباہ و برباد کر دیا گیا (بیہقی رص:۵۲رج:۳)۔

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی بلکہ یہ فرمایا جس کو عصر نے

فوت کر دیا یہ اشارہ ہے کہ نماز کو چھوڑ نا یہ ایمان والے سے ممکن ہی نہیں ہے نماز ہی نے اس کو چھوڑ دیا کیا خوبصورت تعبیر ہے فخر عالم ﷺ کی سبحان اللہ العظیم (بیہقی رص:۵۲رج:۳)۔

(۱۸) ایک حدیث شریف میں ہے:

من صلی العشاء فی	فرمایا حضور ﷺ نے جس نے
جماعة کانما قام شطر اللیل	عشاء کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے
ومن صلی الصبح فی	آدھی رات اللہ پاک کی عبادت میں گذاری
جماعة فکانما صلی اللیل	اور جس نے فجر کو جماعت کے ساتھ پڑھا
کله (بیہقی رص:۵۴رج:۳)۔	گویا اس نے پوری رات نماز میں گذاری۔

(۱۹) ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کروں یہ مجھے اس سے بھی زیادہ محبوب ہے کہ میں ساری رات عبادت کروں اور میں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کروں یہ مجھے آدھی رات نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے (بیہقی رص:۵۵رج:۳)۔

(۲۰) نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے صبح کی نماز اخلاص کے ساتھ پڑھی گویا اس نے تمام شب عبادت میں گذاری اور جس نے عشاء کی نماز پڑھی گویا آدھی شب عبادت میں گذاری (بیہقی رص:۵۵رج:۳)۔

(۲۱) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری نمازیں عشاء اور فجر کی ہیں اگر وہ جان لیتے کہ ان نمازوں میں کتنا ثواب ہے تو گھٹنوں کے بل چل کر آتے میں چاہتا ہوں کہ نماز قائم کراؤں

پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میرے ساتھ کچھ چلیں اور جو لوگ نماز میں شریک نہ ہوں ان کے مکانوں کو جلا دوں (خدا کی پناہ اور ان کے رسول کے غصہ سے) (بیہقی رص:۵۵رج:۳)۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بلا عذر شرعی جماعت چھوڑنا کس قدر مذموم عمل ہے کہ رحمت عالم ﷺ اپنی انتہائی رحمتوں کے باوصف اس قسم کا ارادہ ظاہر فرمارہے ہیں یہ ڈرنے کا مقام ہے۔

(۲۲) حضرت انس ابن مالکؓ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے عثمان بن مظعون جو شخص فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے پھر بیٹھ کر ذکر اللہ کرے یہاں تک کہ طلوع شمس ہوجائے تو اس کیلئے جنت الفردوس میں ۷ر درجے ہوں گے ہر دو درجوں کے درمیان تیز رفتار گھوڑے کی چال ۷۰ر سال کی مسافت کے بقدر فاصل ہوگا اور جو شخص عصر کی نماز باجماعت ادا کرے گا اس کیلئے جنت عدن میں پچاس درجے ہوں گے ہر دو درجوں کے درمیان کا فاصلہ تیز رفتار گھوڑے کی رفتار سے ۵۰ر سال میں طے ہونے والے فاصلہ کے برابر ہوگا، اور جو شخص عصر پڑھے گا باجماعت اس کیلئے ۸ر غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا جن کو ان کے مالکوں نے آزاد کیا ہو۔اور جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرے گا اس کیلئے پوری شب نماز پڑھنے کے برابر ثواب ہوگا (بیہقی رص:۶۱رج:۳)۔

(۲۳) حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق چالیس روز عشاء کی نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتا۔

(۲۴) حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص چالیس روز جماعت کے ساتھ اس طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو اللہ پاک اس کیلئے دو پروانے لکھتے ہیں ایک نفاق سے برأت کا دوسرے جہنم سے برأت کا (بیہقی ص:۶۱/ج:۳)۔

(۲۵) ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فجر کی دو سنتیں دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں سے افضل ہیں (رواہ الترمذی ص:۵۹/ج:۱)۔

سنن مؤکدہ کا ثواب

(۲۶) ایک حدیث میں ہے:

عن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ثابر على ثنتى عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتافى الجنة أربع ركعات قبل الظهر وركعتين بعده وركعتين بعدالمغرب وركعتين بعدالعشاء وركعتين قبل الفجر۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ۱۲/رکعات سنن مؤکدہ چار رکعت قبل ظہر دو بعد میں، دو مغرب بعد، دو عشاء کے بعد دو رکعت فجر سے پہلے مواظبت کے ساتھ پڑھے گا اللہ پاک اس کیلئے جنت میں ایک محل بنائے گا (رواہ الترمذی ص:۵۵/ج:۱)۔

(۲۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مغرب کے فرضوں کے بعد چھ رکعات اس طرح پڑھے کہ درمیان میں کوئی بات نہ بولے تو یہ چھ رکعات ۱۲/برس کی عبادت کے برابر لکھی جاتی ہیں (رواہ الترمذی ص:۵۸/ج:۱)۔

پھر دو رکعت سنت مؤکدہ بھی اسی میں شامل ہیں جیسا کہ علماء نے فرمایا یہ تو اور بھی سہولت کی بات ہوگی حصول فضیلت کیلئے (کذافی ہاش الترمذی)۔

(۲۸) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من صلی بعد المغرب عشرین رکعةً بنی الله له بیتاً فی الجنة** جو شخص بعد مغرب بیس رکعت پڑھے گا اللہ پاک اس کیلئے جنت میں ایک محل تیار فرمائیں گے۔

حقیقت نماز

(۲۹) نماز کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ایک جگہ رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز تو خشوع خضوع کے اظہار کا بہترین موقع ہے اور رب العزت والجلال کے دربار میں عاجزی ومسکنت ظاہر کرنے کا نام ہے پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور یارب یارب کر کے مانگے اگر یہ سب نہ ہو تو نماز ناقص ہے۔

عن الفضل بن عباسؓ	حضرت فضل ابن عباسؓ کہتے
قال: قال رسول الله صلی	ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز
الله علیه وسلم الصلاة مثنی	دودو رکعت ہے ، ہر دو رکعت کے
مثنی تشهد فی کل رکعتین	بعد تشہد ہے ، بارگاہِ خداوندی میں
وتخشع وتضرع وتمسکن	عاجزی، خوف اور مسکین بننا اور دونوں
وتقنع یدیک یقول ترفعهما	ہاتھوں کو اٹھانا ہے ، راوی کہتے ہیں
إلی ربک مستقبلا ببطونهما	یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو

وجھک وتقول یا رب یارب اپنے منھ کی طرف کر کے بلند کرنا اور
ومن لم یفعل ذلک فھو کذا کہنا اے رب اے رب اور جو اس
و کذا (ترمذی رص:۱۵۱رج:۱)۔ طرح نہ کرے وہ ایسا ہے وہ ایسا ہے۔

زکوٰۃ کے سلسلہ کی ترغیبات وترہیبات

الغرض ان روایات مقدسہ میں نماز کے بعد زکوٰۃ کا تذکرہ ہے یعنی زکوٰۃ کو اس کی شروط کے ساتھ اس کے مستحقین تک پہنچاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ جس نے زکوٰۃ کو روک لیا اللہ پاک اس کے مال کی حفاظت نہیں کرتے اور جو صدقہ وخیرات کو روک لیتا ہے اللہ پاک اس سے عافیت وسلامتی کو روک لیتے ہیں جو شخص اپنی زمین کا عشر نہیں دیتا اس کی زمین کی برکت چلی جاتی ہے اسی لئے روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مالوں کی حفاظت کرو اور صدقہ وخیرات کر کے اپنے مریضوں کا علاج کرو زکوٰۃ بھی نفس کو بخل جیسے رذیلہ وخصلت سے پاک کرتی ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا: **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا** کہ آپ لوگوں سے صدقہ لے لیجئے تا کہ ان کو دل کی طہارت حاصل ہو اور ان کو پاکیزگی حاصل ہو زکوٰۃ دیگر، زکوۃ سے مال بھی پاک ہوتا ہے اور نفس بھی پاک ہوتا ہے، حفاظت مال کا ذریعہ بھی ہے اور لوگوں کے قلوب میں محبت کا ذریعہ بھی ہے اغنیاء اور فقراء کے مابین ارتباط کا ذریعہ بھی ہے اور حصول رضا باری کا ذریعہ بھی ہے اور مال کا شکر بھی ہے، عوام کو اس کے ذریعہ جہنم کی آگ سے نجات کا حصول ہے اور خواص کو دنیا کی محبت کے زنگ سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے اور اخص الخواص کو اپنا وجود اللہ کی

محبت میں لگانے اور مقصود کو حاصل کرنے کا وسیلہ بھی ہے سچ ہے من کان للہ کان اللہ لہ، مثنوی میں ہے

چوں شد من کان للہ از وللہ   من ترا باشم کہ کان اللہ لہ

اور جو لوگ زکوۃ ادا نہیں کرتے ہیں ان کے متعلق سخت وعید وارد ہوئی ہے فرمایا گیا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ o (سورۂ توبہ آیت: ۳۵)۔

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطہ جمع کر کر رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

فائدہ: یعنی جن لوگوں نے مال جمع کیا اور اس پر فرض زکوٰۃ ادا نہیں کی اس تمام دینار و درہم یا سونا چاندی یا جو بھی مال و دولت ہو نقد کی صورت میں اس کو جہنم کی آگ میں ڈال کر تپایا جائے گا اور اسکے ذریعہ ان مالداروں کی پیشانیوں اور کروٹوں اوران کی

پشتوں کو داغ دیا جائے گا اور تہدیداً کہا جائے گا کہ یہ ہے تمہارا وہ مال جو تم نے جمع کیا تھا اور اس کی زکوۃ نہ دی تھی سو اس کا مزہ چکھو، اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگ بھی اپنے مال کے ساتھ وہیں ہوں گے (خدا کی پناہ)۔

یہاں پیشانی، بازو اور پشت کا تذکرہ واقع ہوا ہے کیونکہ مالدار انسان جب کسی فقیر طالب زکوٰۃ کو دیکھتا تھا تو پہلے اس کے چہرہ پر بل آتے تھے ناگواری کے اثرات چہرہ سے ظاہر ہونے لگتے تھے پھر جب سائل زیادہ ہی کچھ مبالغہ کر کے سوال کرتا تھا تو یہ شخص اس سے اپنے بازو کے ساتھ اعراض کرتا تھا اور جب وہ اور بھی زیادہ اصرار کرتا تو اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاتا اور پشت دکھا کر چل دیتا اور اکثر و بیشتر ایسا ہوا ہے کہ اس کو کچھ بھی نہیں دیتا تو عذاب میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی جائے گی۔

یا اس لئے کہ مالدار کا مقصد مال جمع کرنے سے اپنی عزت و شہرت اور وجاہت و مرتبہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کو معزز سمجھیں اور سمجھتے بھی ہیں غریب آدمی کو تو وقعت نہیں دیتے چاہے اس کے اندر کیسے ہی کمالات ہوں ہاں مگر کچھ قدر دانوں کی بات الگ ہے اس وجہ سے داغ دئے جانے کی سزا چہرہ سے شروع کی جائے گی اور چونکہ مقصود مال جمع کرنے سے عیش و آرام تھا اور اچھے کھانے جن کی وجہ سے اس کے بازو پھول گئے تھے اس لئے اس کے بعد بازوں کا نمبر آیا اور اچھے اچھے کپڑے چدریں وہ اپنی پشت پر ڈال کر چلتا تھا تو داغ دئے جانے کا عذاب پشت پر بھی ہوگا (روح البیان رص:۴۱۸ رج:۳)۔

(۱) ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو بھی صاحب کنز مال والا شخص

اپنے مال کی زکوۃ نہیں دے گا اس کے مال کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس کی تختیاں بنائی جائیں گی اوران سے اس کے چہرہ ، بازو اور پشت پر داغا جائے گا یہاں تک کہ اللہ پاک اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادیں اس دن کے اندر جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے بقدر ہوگی پھر یہ اپنا راستہ جنت یا جہنم کی طرف دیکھے گا۔

اگر بکریاں بقدر زکوٰۃ رکھتا تھا جیسا کہ بہت سے لوگوں کے پاس عرب میں اور ہمارے یہاں بھی ہوتی ہیں کشمیر وغیرہ میں جن کی اس نے زکوٰۃ نہ دی ہوتو یہ جانور اس کو اپنے پاؤں اور سینگوں سے ماریں گے یا بیل وغیرہ اس کے اوپر گھومتے رہیں گے اور جہاں ان کے دائرے کا آخری حصہ ختم ہوجائے گا تو پھر عذاب کا یہ معاملہ شروع ہوجائے گا، جیسا کہ ترمذی کی روایت میں مذکور ہوا ہے (بخاری رص:۱۸۸رج:۱)۔ باب اثم مانع الزکوٰۃ کے تحت یہ روایات آئی ہیں۔

اس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے

(۲) ایک روایت میں اس طرح ہے جس کو حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے اللہ پاک نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اس کا یہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنادیا جائے گا یعنی وہ سانپ اس کے گلے میں لپٹ جائے گا پھر اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر رسول اللہ نے سورۂ ال عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ٥ (سورۂ آل عمران آیت:۱۸۰)۔

جن لوگوں کواللہ پاک نے اپنے فضل سے مال دیااوراس میں بخل سے کام لیتے ہیں (یعنی زکوٰۃ بھی نہیں دیتے) یہ بخل ان کیلئے ہرگز بہترنہیں ہے بلکہ ان کے حق میں برا ہےاوروہ قیامت کے دن ان کے گلے کاطوق ہونے والا ہے اور اخیر میں زمین وآسمان اللہ ہی کارہ جاوے گا اوراللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

اس روایت کوحضرت امام بخاریؒ نے ذکرفرمایاہے، یہاں گنجے سانپ کا تذکرہ آیا ہے جوبہت زہریلا ہوتاہےاس سانپ کے سرپریادونوں آنکھوں پردوداغ ہوں گے۔

(۳)اورجس مال کی زکوٰۃ اوردیگرحقوق واجبہ ادا کردئے گئے ہوں گے وہ کنز نہ رہے گا (بخاری شریف رص:۱۸۸رج:۱)۔

عبداللہ ابن دینارؒ کہتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے جبکہ ان سے پوچھاجارہاتھا کنز کے بارے میں فرمایا کنز وہ مال ہےجس کی زکوٰۃ ادانہ کی جائے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جس قوم نے نقض عہد کیاان کے اندرقتل وغارت کابازارگرم ہوتا ہے۔

اورجس قوم میں بے حیائی اور بےشرمی زناوغیرہ گناہ زیادہ ہوتے ہیں ان کے

اوپر موت مسلط کردی جاتی ہے اور جو قوم زکوٰۃ روکتی ہے اس سے اللہ پاک بارش کا سلسلہ بند کردیتے ہیں، **رواہ بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم** (بیہقی رص:۱۹۶رج:۳)۔

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعب سے نقل کیا ہے کہ فرمایا تم دیکھو قحط سالی اور خشکی واقع ہورہی ہو بارشوں کا سلسلہ بند ہو تو سمجھ لو کہ زکوٰۃ ادا نہیں کی جارہی ہے اور جب تم دیکھو کہ تلواریں ننگی کی جارہی ہیں یعنی نیام سے باہر ہورہی ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ پاک کے احکامات ضائع کئے جارہے ہیں اور اللہ پاک نے بعض کے ذریعہ بعض سے انتقام کا ارادہ کیا ہے اور جب دیکھو کہ سودی کاروبار اپنے شباب پر ہے جان لو کہ زناء کا بھی یہی حال ہے، خدا کی پناہ (بیہقی رص:۱۹۶رج:۲)۔

(۵) حضرت عطا بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو میں نے بیان کرتے سنا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے مہاجرین کی جماعت سنو پانچ باتوں میں اگر تم لوگ مبتلا ہوجاؤ گے تو تم پر پانچ قسم کی باتیں منجانب اللہ تعالیٰ نازل ہوں گی اور میں اللہ پاک کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم ان کو پاؤ۔ جب کسی قوم میں بدکاریاں عام ہوں گی اور وہ ان کو علی الاعلان کھلم کھلا کرنے لگیں تو ان کے اندر ایسی تکلیفیں اور امراض جو پہلے لوگوں میں نہ تھیں اور قسم کے قسم کے طاعون جیسے ہمارے اس دور میں کئی ماہ سے کرونا وائرس کا ساری دنیا میں شور ہے اور ہر طرف ایک پریشانی کا عالم ہے اموات کا سلسلہ اور کہرام مچا ہوا ہے تمام مساجد و مدارس اور کاروبار بند ہیں اب کچھ کچھ مقامات پر ڈھیل ہوئی ہے تمام اخبارات اسی سے بھرے

پڑے ہوئے ہیں ہسپتالوں کا برا حال ہے اللہ کی پناہ، اللہ کی پناہ۔

قسم قسم کے طاعون نازل ہوں گے اور جب ناپ تول میں کمی اور ناانصافی کی جائے گی تو قحط سالی اور سخت پریشانی اور ظالم بادشاہ کا ظلم واقع ہوگا (جیسا کہ ہمارے اسی دور میں مودی نے قہر مچا رکھا ہے اور اس کا یہ قہر مختلف صورتوں سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے)۔

اور جب اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا نہ کریں گے تو آسمان سے بارش روک لی جائے گی، اگر یہ بہائم یعنی جانور نہ ہوتے تو بالکل بارش نہ ہوتی اور جب نقض عہد کریں گے اللہ اور ان کے رسول کے ساتھ جو عہد و پیمان ہے اس کو توڑیں گے تو خارجی دشمن مسلط ہوگا جو ان کا مال لے گا۔

اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جبکہ ان کے امراء اور لیڈر ایسے فیصلے کریں گے جو اللہ کے نازل فرمودہ قانون کے خلاف ہوں گے تو خارجی دشمن مسلط ہوگا اور جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑیں گے تو اس میں برائیاں ہوں گی (بیہقی ، ص:۱۹۷، ج:۲)۔

الغرض نماز قائم کرنے زکوٰۃ دینے اور آخرت پر یقین کامل رکھنے والوں کے بارے میں فرمایا یہ ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہیں اللہ پاک ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے، یہ سب باتیں وہ ہیں جو حکمت الٰہیہ عملیہ ہیں یونان کی حکمت لفظیہ وہمیہ میں دماغ خراب کرنے سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ آدمی قرآنی مضامین میں اپنا دل دماغ لگائے اور اعضاء و جوارح کو کام میں لائے تاکہ اخروی نجات و فلاح حاصل ہو۔